فہرست

مضامین بہار ششم بقید صفحات

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	دیباچہ	
۱	زبان اردو کے آغاز و انجام اور اوسکی خوبی و خوش اسلوبی اور اس کتاب کی ضرورت اور تالیف کی صورت اور بحضور عالی جناب نواب مستطاب معلی القاب ہز آنر سر ولیم میور صاحب بہادر دام اقبالہم کے سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی بپیشکش کرنے کی کیفیت	۱

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	تمہید	۹
	نظم کی تعریف اور اقسام مین	〃
	پہلی فصل	۱۱
	مصرعون اور ابیات	
۱	مصرع کی تعریف	〃
۲	یاد الٰہی	۱۳
۳	خدا مہربان اور مددگار ہے	〃
۴	خدا کی خدائی اور یکتائی	〃
۵	شکرانۂ الٰہی	۱۴
۶	ہر حال میں خوش	〃
۷	وقت کی قدر	〃
۸	محنت کا پھل	〃

فہرست

مضامین بہار ششم بقید صفحات

نمبر	مضمون	صفحہ
	دیباچہ	
۱	زبان اردو کے آغاز و انجام اور اوسکی خوبی و خوش اسلوبی اور اس کتاب کی ضرورت اور تالیف کی صورت اور بحضور عالی جناب نواب معلی القاب ہز آنر سر ولیم میور صاحب بہادر دام اقبالہم کے سی ایس آئی لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی پیشکش کرنے کی کیفیت	۱

نمبر	مضمون	صفحہ
	تمہید	۹
	نظم کی تعریف اور اقسام مین	״
	پہلی فصل مصرعون مین	۱۱
۱	مصرع کی تعریف	״
۲	یاد الٰہی	۱۳
۳	خدا مہربان اور مددگار ہے	״
۴	خدا کی خدائی اور یکتائی	״
۵	شکرانہ الٰہی	۱۴
۶	ہر حال میں خوش	״
۷	وقت کی قدر	״
۸	محنت کا پھل	״

نمبر	مضمون	نمبر صفحہ
۹	تدبیر	۱۴
۱۰	آدمیت اور اہلیت	۱۵
۱۱	سخاوت	"
۱۲	خاکساری	"
۱۳	صبر	"
۱۴	رحم	۱۶
۱۵	دل کی صفائی اور روشنی	"
۱۶	غفلت نہ چاہیے	"
۱۷	فکر عقبیٰ	"
۱۸	ایفائے وعدہ	"
۱۹	نیک کام	۱۷
۲۰	نیک مرد	"
۲۱	عیب پوشی	"
۲۲	قناعت	"
۲۳	خاموشی	"
۲۴	رعیت نوازی	۱۸
۲۵	آدمی کی بدی	۱۸
۲۶	غرور	"
۲۷	ظلم	"
۲۸	برے کام کا انجام	"
۲۹	جیسے کو تیسا	۱۹
۳۰	جھوٹ کا پھل	"
۳۱	قہقہہ	"
۳۲	آدمی کا حال اُسکے کام سے کُھلتا ہے	"
۳۳	دوست اور دوستی	"
۳۴	زمانے کے انقلاب	"
۳۵	دنیا آرام کی جگہ نہیں	۲۰
۳۶	دنیا اور اہل دنیا سب فانی ہیں	"
۳۷	خزان	۲۱
۳۸	باغ و بہار	"
۳۹	متفرق مضمون	"

نمبر	مضمون	صفحہ
	دوسری فصل بیتوں میں	۲ ۲۰
۱	بیت کی تعریف اور اقسام	〃
۲	خدا کی ذات وصفات	۲۵
۳	یادِ الٰہی	۲۸
۴	شکرِ خدا	۲۹
۵	خدا دوست	〃
۶	راضی برضا	〃
۷	غفلت اور بیداری	〃
۸	مآل اندیشی	۳۱
۹	سفرِ عاقبت کی تیاری	۳۲
۱۰	حال کا وقت غنیمت ہے	〃
۱۱	خُلق اور تواضع	〃
۱۲	بدخُلقی اور تندخوئی	۳۳
۱۳	نیکو	۳۴
۱۴	سچا بہادر کون ہے	〃
۱۵	بڑے لوگ	۳۵
۱۶	نیک و بد	〃
۱۷	جیسی کرنی ویسی بھرنی	۳۶
۱۸	عاجزی اور خاکساری	〃
۱۹	غرور	۳۹
۲۰	ظلم اور ستم کے انجام	۴۱
۲۱	بغض اور کینہ	۴۳
۲۲	دل شکنی	〃
۲۳	دلداری	〃
۲۴	رشک اور حسد	〃
۲۵	مصیبت کے وقت صبر	۴۴
۲۶	لالچ اور حرص	〃
۲۷	توکل	۴۶
۲۸	سخاوت	〃
۲۹	دنیا کی محبت	۴۷
۳۰	دولت کی محبت	〃

نمبر سبق	مضمون	نمبر صفحہ
۳۱	جسم اور روح	۴۸
۳۲	عالی ہمت	〃
۳۳	قناعت	۴۹
۳۴	عیب جوئی	〃
۳۵	آداب کلام اور خاموشی	〃
۳۶	سیدھی چال	۵۱
۳۷	سچ بولنا	〃
۳۸	دل کی صفائی اور روشنی	۵۲
۳۹	ظاہر و باطن	〃
۴۰	بے فیض	۵۳
۴۱	نیکنام	〃
۴۲	جوانی و پیری	۵۴
۴۳	اس جہان کی ناپائیداری	〃
۴۴	دنیا آرام اور خوشی کی جگہ نہیں	۵۷
۴۵	رنج کے بعد راحت اور غم کے بعد خوشی ہے	۵۸
۴۶	آدمی کے حالات	۵۸
۴۷	نفس امّارہ کی برائیاں	۵۹
۴۸	کج فہمی و کجنہادی	۶۰
۴۹	آدمیت	〃
۵۰	اپنے عیب دیکھو اور دوسروں کے ہنر اور کسی کو حقیر مت سمجھو	〃
۵۱	علم و ہنر	۶۱
۵۲	شعر و سخن	〃
۵۳	مکر و فریب	۶۲
۵۴	دوستی	〃
۵۵	ایفائے وعدہ	۶۳
۵۶	خزاں	۶۴
۵۷	باغ و بہار	〃
۵۸	صحبت	۶۶
۵۹	قدر نعمت بعد زوال	۶۷
۶۰	زمانہ کے انقلاب	〃

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
״	ناگفتہ	۶۸
۶۲	محبت کی اور بے رحمی	۶۹
۶۳	سفاہت	״
۶۴	دشمن کی چالیں اور اپنا اُسکے ساتھ ہوشیاری اور نیکی کا چلن	״
۶۵	متفرق مضمون	۷۰
	تیسری فصل رباعیوں میں	۷۵
	رباعی کی تعریف اور اقسام	״
۱	شکر	۷۶
۲	ہر حال میں شکر	״
۳	رضا بالقضا	״
۴	جیسا کروگے ویسا پاؤگے	۷۷
۵	دنیا کی آلائشوں سے بیداغ رہنا	״
۶	دنیا کا غم نہ کھانا	״
۷	نفس امّارہ کو ملامت	۷۸

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۸	اس جہان کی زندگانی چند روزہ اور فانی ہے	۷۸
۹	بڑھاپے اور جوانی کو خدا کی بندگی اور اچھے کاموں میں لگانا نہیں تو بڑھاپے میں پچھتانا ہی پچھتانا	״
۱۰	بڑھاپا بھی غنیمت ہے اُسے بھی غفلت میں کھونا	״
۱۱	غرور کرنا اور کڑوی بات کہنا دانائی سے دور ہے	۷۹
۱۲	قناعت	״
۱۳	دل غنی	״
۱۴	آدمی کو اپنے عیب ہنر نظر آتے ہیں	״
۱۵	کامل کی صحبت	״
۱۶	ترک دنیا دشوار ہے	۸۰
۱۷	زور اور ظلم نکرنا اور بری بات کہنا	״
۱۸	آرام طلبی اور عیاشی کے نتیجے	״

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۹	خوشامدیوں کے دستور	۸۱
۲۰	آدمی کا دل	〃
۲۱	خاموشی کے فائدے	〃
۲۲	گناہ سے توبہ	〃
۲۳	بڑا گھر	〃
۲۴	قلم	۸۲
۲۵	گرمی کی شدت	〃
۲۶	خشک سالی	〃
۲۷	بادل اور بجلی	〃
	چوتھی فصل غزلوں میں	۸۳
	غزل کی تعریف	〃
۱	حمد غایبانہ	۸۵
۲	حمد مخاطبانہ	۸۷
۳	یاد الٰہی اور اسکے احسان نامتناہی	〃
۴	خدا ہر جگہہ حاضر و ناظر ہی	۸۸
۵	خدا کے کیا کیا احسان اور انسان کے کیا کیا کفران	〃
۶	دل کے حال	۸۹
۷	اہل غفلت کو نصیحت	〃
۸	قناعت اور شکران نعمت	۹۰
۹	جسم اور روح	〃
۱۰	دنیا کے سب کاروبار بے اعتبار ہیں	۹۱
۱۱	دو طرح کی موت	۹۲
۱۲	دنیا سے بیداغ جانا	۹۳
۱۳	بیماروں اور ضعیفوں کو نصیحت	۹۴
۱۴	ہماری دشمن کون ہی اور بڑا پہلوان کون ہی	〃
۱۵	اچھی اور سچی بہادری	〃
۱۶	دلی کدورت اور محبت حرص اور قناعت	۹۵
۱۷	عشق مجازی کی خرابیاں	〃

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸	رشک اور حسد ناحق ہی	۹۵	۳۳	کھانے کے گیت	"
۱۹	حرص کی برائی اور قناعت کی بھلائی	۹۶	۳۴	شمع اور پروانہ	۱۰۴
			۳۵	گل و بلبل	"
۲۰	صبر اور تحمل	"	۳۶	صیاد کی بیداد اور مرغانِ چمن کی فریاد	۱۰۷
۲۱	حرص کی مذمت	"			
۲۲	نئے نئے حال	۹۷	۳۷	ایک گھوڑے کی تعریف	۱۰۹
۲۳	بادشاہِ وقت کی سالگرہ کی تہنیت	۹۸	۳۸	کس کس میں کیا کیا نہیں اور کس کس سے کیا کیا بہتر نہیں	۱۱۰
۲۴	نئے سال کی خوشی	"			
۲۵	بسنت یعنی موسم بہار	۹۹	۳۹	سفر اور اصلی وطن	"
۲۶	بہاریہ	۱۰۰	۴۰	جدا جدا مضمون	۱۱۱
۲۷	خزاں	۱۰۱	۴۱	رحم کی فضیلت	۱۱۸
۲۸	برسات	۱۰۲	۴۲	متفرق مضمون	"
۲۹	مینہ اور بادل	"	۴۳	بطورِ حمد	۱۱۹
۳۰	ہریالی	"	۴۴	حضور ملکہ معظمہ کے واسطے دلی دعا	۱۲۰
۳۱	سورج کا نکلنا اور ستاروں کا چھپنا	"			
۳۲	سچی اور جھوٹی دوستی میں فرق کرنا	۱۰۳			

نمبر	مضمون	نمبر صفحہ
	پانچویں فصل	۱۲۱
	قصیدوں میں	
	قصیدہ کی تعریف اور اقسام	״
۱	حمد	۱۲۳
۲	بادشاہ وقت کے حضور نوروز کی مبارکبادی	۱۲۴
۳	بہاریہ	۱۲۵
۴	رزمیہ بہار	۱۲۶
۵	موسم فرحت افزا اور عمدہ آب ہوا	۱۳۳
۶	ایک گھوڑے کی تعریف میں	۱۳۸
۷	ایک ہاتھی کی تعریف	۱۳۹
۸	علم طب اور اچھے طبیب کی صفت	۱۴۰
۹	سود کے سبب ملک کی تباہی	۱۴۱
۱۰	متفرق مضمون	۱۴۲
۱۱	نوروز کی تہنیت	۱۴۷
۱۲	شہزادہ ڈیوک آف اڈنبرا کی	۱۴۸

نمبر	مضمون	نمبر صفحہ
	تشریف آوری کی شادمانی	
	چھٹی فصل	۱۵۱
	قطعوں میں	
	قطعہ کی تعریف	״
۱	شکرانِ نعمت	۱۵۲
۲	خدا ہی مددگار ہے	״
۳	مخالفوں کی برداشت کرنا	״
۴	مفلسی میں تسلی	۱۵۳
۵	مفلسی اور دولتمندوں کو	״
۶	اہلِ نخوت کو عبرت	״
۷	کیا توڑنا اور کیا جوڑنا	۱۵۴
۸	تواضع	״
۹	کسی کے برا کہنے کا برا نہ ماننا	״
۱۰	دنیا کے جھگڑوں سے چھٹکارا معلوم	״
۱۱	انقلابِ روزگار	۱۵۵
۱۲	اس زندگی کا بھروسا نہیں	״

نمبر	مضمون	صفحہ
١٣	اگلے ناموروں کے حال پر عبرت کی نظر	١٥٦
١٤	محبت کس سے چاہیے	"
١٥	بہاریہ	"
١٦	شعر و سخن	١٥٧
١٧	متفرق مضمون	١٥٨
١٨	جناب شہزادہ پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت انگلستان و ہندوستان کی صحت کی تہنیت	١٥٩
	ساتوین فصل مثنویوں میں	١٦١
	مثنوی کی تعریف	"
١	خدا کی حمد و ثنا میں انسان عاجز ہی	١٦٢
٢	حمد غائبانہ	١٦٣
٣	حمد بطریق خطاب	١٦٦
٤	حمد مع مناجات	١٦٧

نمبر	مضمون	صفحہ
٥	خدا کی نعمتین اور اُنکے لیئے شکرگزاریاں	١٦٨
٦	خدا کی عبادت	١٧٠
٧	خدا کا عشق برقرار ہی اور دنیا و اہل دنیا کا فانی اور ناپایدار ہی	"
٨	حرص کا رشتہ توڑنا اور قناعت کا ناتا جوڑنا	١٧١
٩	غرور دور کرنا ضرور ہی	١٧٢
١٠	کسی سے بُرائی نکرنا اور اپنی بھلائی کا دم نہ بھرنا	"
١١	وصیت ایک شخص کی	"
١٢	راستی	١٧٣
١٣	کرم	"
١٤	اَوروں کی نیکیاں دیکھکر اپنی بدیوں پر افسوس	١٧٤
١٥	دنیا کی بے ثباتی	١٧٥

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۶	غفلت چھوڑو بیدار رہو	۱۷۵
۱۷	پچھلے بادشاہوں اور ناموروں پر عبرت کی نظر	۱۷۶
۱۸	رفاہِ عام میں ثواب اور نام ہی	۱۷۷
۱۹	علم و ہنر کے فائدے	۱۷۸
۲۰	جاہلوں کے ساتھ برتاؤ	″
۲۱	شعر و سخن کی خوبیاں	۱۷۹
۲۲	جھوٹ کا رواج اور اُسکی برائی	″
۲۳	خطعوں کے نام	۱۸۰
۲۴	چار چیزوں سے خوف کرنا ضروری ہی	″
۲۵	آپس کے اتفاق کی بھلائی اور نفاق کی برائی	۱۸۱
۲۶	دوستوں کی قسمیں	″
۲۷	سچے اور جھوٹے دوست کا امتحان	۱۸۲
۲۸	ہمت بلند رکھنا	″
۲۹	محنت سے عظمت ہی	۱۸۳
۳۰	معاش کی تلاش توکل کے مخالف نہیں	″
۳۱	مصالح اعضائے انسانی	″
۳۲	محفل کے آداب	۱۸۵
۳۳	قماربازی کی برائی	۱۸۶
۳۴	موسم بہار	″
۳۵	ایک خیالی مکان کی سجاوٹ اور اُسکے باغ کی طراوت	۱۸۷
۳۶	چاندنی میں ایک خانہ باغ کی سیر اور کیفیت	۱۹۰
۳۷	چاندنی رات میں ایک تالاب کی کیفیت	۱۹۱
۳۸	کسی شہزادہ کی سالگرہ کا جشن اور اُسکی دھوم دھام	۱۹۲

نمبر	مضمون	صفحہ
۳۹	بارش کی شدت	۱۹۶
۴۰	جاڑے کی شدت	۱۹۷
۴۱	گرمی کی شدت	۱۹۹
۴۲	آفتاب کے فائدے	۲۰۳
۴۳	ہوا کے فائدے	۲۰۵
۴۴	آموں کی تعریف	۲۰۸
۴۵	ہاتھی کی چھڑی کی صفت اور اُس سے نصیحت پانا	۲۰۹
۴۶	نصائح چند بفرزند دلبند	۲۱۱
۴۷	مناجات	۲۱۳
	آٹھویں فصل مسمطوں میں	۲۱۵
	مسمط کی تعریف اور اقسام	〃
۱	خدا کی ذات وصفات اور اُسکی بیشمار مخلوقات وموجودات	۲۱۶
۲	خدا کی طاعت اور اطاعت کی بابت نصیحت	۲۱۹

نمبر	مضمون	صفحہ
۳	دوالی اور جوا	۲۲۰
۴	تربوز	۲۲۲
۵	بارش کی شدت اور کیچڑ کی کثرت	〃
۶	سیلے کا کڑکڑاتا جاڑا	۲۲۴
۷	روضۂ تاجگنج کی تعریف	۲۲۵
۸	نظیر کے وقت آگرہ میں بیروزگاری کا عالم	۲۲۶
۹	دنیا کی ناپائداری اور آخرت کے لیے تیاری	۲۳۳
	نویں فصل ترجیعبندوں میں	۲۳۵
	ترجیع بند کی تعریف اور اقسام	〃
۱	جیسا کروگے ویسا پاؤگے	۲۳۶
۲	تندرستی اور عزت ہزار نعمت اور نہایت غنیمت ہے	۲۴۰

نمبر	مضمون	صفحہ
٣	گرمی میں کورے برتن کا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی	٢٤٢
٤	آگرہ کی پتلی پتلی ککڑیاں	٢٤٤
٥	ایک بھوجیاں کا حال	٢٤٥
٦	برسات کی خوبیاں اور خرابیاں	٢٤٩
٧	غفلت کی نیند سے جاگو اور ہوا و ہوس سے بھاگو	٢٥٤
	دسویں فصل ترکیب بندوں میں	٢٥٧
	ترکیب بند کی تعریف	″
١	بہاریہ	٢٥٨
	گیارہویں فصل مستزادوں میں	٢٦٠
	مستزاد کی تعریف	″
١	آدمی دنیا کی چاہ میں اللہ کو نہ بھولے	٢٦١
٢	فقیر کو امیر حقیر نہ جانے	″
٣	زمانہ کی خرابی	٢٦٣
	بارہویں فصل تاریخوں میں	٢٦٤
	تاریخ کی تعریف اور اقسام	″
١	شادی کدخدائی	٢٦٧
٢	ولادت	″
٣	وفات	٢٦٨
٤	شفا	٢٧٠
٥	تقرر عہدہ	″
٦	تعمیر و بنا	″
٧	تصنیف و تالیف یا طبع کتاب	٢٧٣
	تیرہویں فصل مرثیوں میں	٢٧٨
	مرثیہ کی تعریف اور اقسام	″
١	سلام	٢٧٩
٢	مرثیہ	٢٨٠

تمت

فہرست

تخلص یا نام اُن شاعروں کے جنکے اشعار اس بہار میں ہیں

ا آتش آباد اسیر انشا اسد انیس احمد علی

ب بحر بیخود

ت تراب تسلیم

ج جرأت جوہر جوش

ح حسن حیدری

خ خسرو خورشید خاک

د درد

ذ ذوق

ر رند

ز زائر

س سودا سحر سراج سوز

ش شکوہ شیدا شیر شہید شائق شاکر

ص صوفی

ط طالب

ع عاشق عِشقی عَیش

غ غالِب

ق قبول قطب الدین

ک کنور کمال

گ گویا

م میر مومن مستعان مسرور مست مُصحفی مظہر مہر
مُنفعل ملال معصوم علی

ن نظیر نسیم ناسخ ناظم نیاز نیر ناطق

و وزیر واصف ولی واسطی وحید

ہ ہرچند ہلال

رسم خط

جسکا التزام اس کتاب میں کیا گیا ہے

ن	نہ	نونِ بارز	جیسے	مَن چمن مٹکا	میں
ں	نہْ	نونِ غُنّہ	〃	مَیں ہاں بُندیلا ہنسیا	〃
ہ ۂ	ہ	ہائے غیر مخلوط	〃	وہ ہرن بہت ہی	〃
ھ	ھ	ہائے مخلوط	〃	بھائی چھت ڈھال	〃
ی	یہ	یائے معروف	〃	دہلی میر منیر	〃
ے	یہ	یائے مجہول ماقبل مکسور	〃	لیے واسطے سیراب	〃
ے	یہ	یائے مجہول ماقبل مفتوح	〃	ہے طے سیل سیر	〃
ی	یہ	یائے مخلوط	〃	کیا کیوں	
وُ		واو معروف ماقبل مضموم	〃	دُودھ سُود	〃
وٗ		واو مجہول ماقبل مضموم	〃	ہوش گوش	〃
وَ		واو مجہول ماقبل مفتوح	〃	دَور ہَول	〃

سبحان! تیری قدرت۔ اور شان! جب یہ کچھ نہ تھا۔ تو نے کہا۔ ہو۔ اور یہ کچھ ہو گیا! آسمان اور زمین۔ سورج اور چاند۔ سارے ستارے اور سیارے۔ تمام موجودات اور مخلوقات۔ بات کی بات میں موجود ہوگئی! ذرہ ذرہ سے تیری حکمت اور قدرت چمکتی ہے۔ قطرہ قطرہ سے تیری رحمت اور محبت ٹپکتی ہے۔ تو نے مٹی کے پتلے میں جی ڈالا۔ آن کی آن میں جیتی جان کیا۔ عقل دیکر حیوان سے انسان بنایا۔ گویائی بخشکر بے زبان کو اہل زبان کہلایا۔ کہ جس طرح دل سے۔ اسی طرح زبان سے تیری حمد و ثنا گائے اور جو کچھ بات اپنے جی میں سوچے۔ اور عقل سے سمجھے۔ دوسروں تک بھی پہونچا سکے۔

خداوندا! توفیق دے کہ ہماری زبان لگام میں رہے۔ ہمیں اور دوسروں کو نقصان نہ پہونچاوے بلکہ فائدہ دے۔ کہ زبان نفع چھوڑ اگر زیان پہونچاوے۔ تو ایسی زبان ہونے سے بے زبان بہتر۔ اور ایسے انسان سے حیوان برتر۔ الٰہی! تیرا فضل و محبت۔ تیری رحمت اور شفقت۔ ہر وقت ہمارے شامل حال ہووے + آمین +

اسکے بعد۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جہان میں ایک ہی زبان نہیں۔ ملک ملک۔ بلکہ کہیں صوبہ صوبہ کی جدی جدی بولی ہے۔ اور یہ بھی پوشیدہ نہیں۔ کہ اگرچہ شروع میں زبانوں کا اختلاف کسی اچھے سبب سے نہیں ہوا۔ اور آدمی نے اس پھوٹ کا بھی اچھا پھل نہیں پایا۔ بلکہ آپس کی ناآشنائی۔ اور طرح طرح کی جدائی کا کڑوا مزہ چکھا ہے۔ تو بھی اُس حکیم برحق نے۔ جو بُرائی سے بھی بھلائی نکالتا ہے۔ اس جدائی کو بھی۔ جس طرح ابتدا میں بے حکمت اور مصلحت کے گوارا نہیں کیا تھا۔ اسیطرح انتہا میں بھی اُسے خوبی اور لطافت سے خالی نہیں رکھا + اگرچہ ہر زبان کا جدا رنگ و ڈھنگ اور نرالی بول چال ہے۔ تو بھی کوئی اُن میں سے فصاحت اور بلاغت۔ شیرینی اور نمکینی سے خالی نہیں۔ البتہ اتنی بات تو ضرور ہے۔ کہ جس زبان میں ہر طرح کی بات چیت کرنے اور ہر قسم کے مضمون اور مطلب بیان کرنے کی سمائی زیادہ ہے۔ وہ دوسری زبانوں سے بہتر ہے۔ کہ زبان کی خوبی اِسی میں ہے۔ کہ آدمی کے جی میں جو کچھ آئے۔ اور جو بات کہنا چاہے۔ بے تکلف ہو بہو کہہ سناوے + یہ خوبی خاصکر ایسی زبانوں کو زیادہ حاصل ہے۔ جنمیں کئی ایک دوسری زبانیں شامل ہیں۔ کہ اُنکے میل جول سے اُسمیں

بڑی سمائی پائی جاتی ہے۔ اِسکے سوا ایسی زبان ہے کہ رنگ رنگ لفظوں۔ اور محاوروں۔

اور اصطلاحوں وغیرہ سے ایک ایسے عمدہ باغ کی سدا بہار رکھتی ہے جسمیں جگہ جگہ طرح

بطرح کے بیل بوٹے لگے۔ اور رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوں۔ اِسی سبب سے

ہمارے بادشاہ وقت کی زبان اِس زمانہ میں زبانوں کی بادشاہ ہے۔ چالیس مختلف

زبانوں سے زیادہ کے الفاظ۔ تھوڑے بہت اُسمیں شامل ہیں۔ اور اِسی وجہ

سے اُسمیں ہر مطلب اور مقصد۔ بلکہ ہر علم و ہنر کے ہر ایک سے بڑے مضمون بیان کرنے

کی پوری گنجایش ہے۔ چنانچہ بیشمار کتابیں ہر علم و فن کی اُس زبان میں تصنیف اور

تالیف ہوئیں۔ اور دن دن ہوتی جاتی ہیں۔ اور اِس سبب سے بھی دنیا کے باشندے

زیادہ تر انگریزی زبان بولتے ہیں۔ بلکہ جنکی دوسری زبان ہے وہ بھی شوق سے اُسے

سیکھتے ہیں +

اور دور کیوں جاؤ۔ دیکھو! کہ ہمارے ہی ملک میں۔ جب نری ہندی بولی جاتی

ہوگی۔ تو اُس وقت عمدہ مضمونوں اور علمی باتوں کی تو گنجایش کہاں! گونڈوں

بھیلوں کی بولیوں کی مانند۔ رات دن کے برتاؤ کی بات چیت بھی مشکل سے ہوتی

ہوگی۔ پر جب اُس میں رفتہ رفتہ اگلے زمانہ میں اصل سنسکرت اور دکن وغیرہ کی کئی ایک

دوسری زبانوں کے تھوڑے بہت الفاظ شامل ہوگئے۔ تو علمی جیت بحث اور

شعر و سخن تک کی نوبت پہونچی + پھر پیچھے جب یہاں اہل اسلام کا دور ہوا۔ تو اُنکے

اُردو یعنی لشکر میں کوئی عربی کوئی فارسی۔ کوئی ترکی تھے۔ جنکو آپس کی صحبت اور برتاؤ

کے ساتھ لین دین اور دوسرے معاملوں کا اتفاق ہوا + اِس خلا ملا سے ایک دوسرے کی زبان سے آشنا ہونے لگے - پھر رفتہ رفتہ وہ بولیاں آپس میں مل جل کر کھچڑی ہو گئیں - اور گھل مل کر لشکر کی ایک نئی زبان پیدا ہو گئی - اِسی سے اِسکا نام اُردو پڑا + یہ خلط ملط دن دونا رات سوایا ہوتا گیا - اور لشکر کے باہر بھی اُردو کا رواج ہونے لگا - خصوصًا شاہجہاں کے وقت تو لشکر اور دربار کیا شہر دہلی کی ہر گلی اور بازار میں یہی بول چال تھی + اگر مسلمان عربی فارسی کی طرف نہ کھنچتے - اور ہندو سنسکرت کی طرف نہ ڈھلتے - تو یہ زبان ہندوستان میں کبھی کی عالمگیر ہو گئی ہوتی - اس اینچا کھینچی کے مارے - جو پچھلے دنوں کئی ایک سبب سے زیادہ ہوتی گئی - اُردو کو سارے ملک پر تو فتح نصیب نہوتی - مگر پھر بھی آہستہ آہستہ خاص وسط ہند کے تمام شہروں اور قصبوں میں اُسکا عمل ہو گیا - اور چھوٹے چھوٹے گانوؤں تک بھی کچھ نکچھ اُسنے دخل پایا - بلکہ اُس ملک سے بھی اُسنے قدم بڑھا کر - مشرق میں کلکتہ اور ڈھاکہ تک - مغرب میں پشاور اور روڑی بھکر تک - جنوب میں بمبئی - حیدرآباد اور مدراس تک کے بڑے - اور کہیں چھوٹے شہروں کو بھی تھوڑا بہت اپنے قبضے میں کرلیا ہی +

اب آخر کو اُردو میں تھوڑے پڑھنگریزی - اور بعضے انگریزی الفاظ بھی مستعمل ہونے لگے - اور اِس طرح اِس زبان کا لمبا چوڑاو - اور چاروں طرف اسکا پھیلاو بہت زیادہ ہو گیا ہی +

تو اب ملاحظہ فرمایئے کہ اگلی ہندی کی بہ نسبت جسے ٹھیٹ ہندی کہتے ہیں۔ اُردو کسقدر وسیع اور جامع زبان ہی جس میں ہر طرح کے مضمون لکھنے۔ اور ہر قسم کے علم وہنر کے مطالب بیان کرنے کی خاطر خواہ گنجایش ہی۔ اِسکے سوا وہ زبان منجھتے منجھتے ایسی نکھری۔ اور صاف ستھری ہوئی ہی۔ کہ اگر اگلی خالص ہندی تانبے کی ڈھلی کٹوری تھی۔ تو اُردو عمدہ پھول کا چمکتا ہوا تھال ہی۔ یا ہم ہندوستانیوں کے دماغ کے اعتبار سے یوں کہو کہ اگر ٹھیٹ ہندی اچھی خوشبودار پھول تھی۔ تو اُردو نہایت مہکتا ہوا مجموعہ کا عطر ہی +

سرکار دولتمدار نے بھی اُردو کی بڑی قدر کی ہی۔ اور اِس زمانہ میں اُسے عروج حاصل کیا ہی۔ جس سے بڑھکر اِس ملک کی کسی زبان کو نہیں ہی۔ اِس ملک کی ہر کچہری اور دربار میں اُسی کی طوطی بولتی ہی۔ جابجا ہزاروں مکتبوں اور مدرسوں میں اُسکی تعلیم ہوتی ہی۔ حکام والا مقام کی توجہ۔ اور قدردانی سے سینکڑوں چھوٹی اور بڑی کتابیں علم وہنر کی اُسمیں تصنیف اور تالیف ہوئیں۔ اور روز بروز ہوتی جاتی ہیں +

مگر علم ادب کی کوئی عمدہ اور جامع کتاب اِس زبان میں عاجز کی نظر سے نہیں گذری۔ اور نہ کہیں سُنی گئی۔ جو طالبعلموں کو تہذیب اخلاق وعادات میں فائدہ دے۔ اور تحریر وتقریر میں لیاقت بخشے +

یہ سچ ہی کہ کئی ایک صاحبوں نے اِس زبان کی تحصیل وتکمیل کے لیئے چند چھوٹی اور بڑی کتابیں مشہور شاعروں اور سخنوروں کے کلام سے منتخب کرکے

تیار کیں - جو مکاتب اور تعلیم میں رائج بھی ہوئیں - مگر افسوس ہی کہ اُن
صاحبوں سے نے تادیب و تہذیب کا لحاظ بہت کم کیا ہی - بلکہ بعضوں نے تو
حال کے محاوروں - اور عمدہ کلاموں اور کتاب کی ترتیب کا بھی خیال نہ کر کے
چند کتابوں سے کچھ کچھ ایک ایک جگہ ڈھیر لگا دیا ہی + یہ مانا کہ اُردو شاعروں اور
سخنوروں نے عشق کا مضمون پسند کیا ہی - بلکہ اکثر نے ساری عمر بھی رونا رویا ہی
اور زیادہ تر اُسکی حکایت اور شکایت میں اپنا وقتِ عزیز کھویا ہی - اور اسکے
سوا اگر دوسرے مضمون بھی لکھے تو وہ بھی تہذیب کے خلاف اور ثقاہت سے
بعید ہیں - پھر بھی یہ بات نہیں کہ اُن تصنیفات میں مفید اور مناسب مضمون بالکل
نہوں - بلکہ بہتیرے اچھے اور پکے شاعروں اور منشیوں کے کلام میں جہاں
تہاں عمدہ مطلب اور بہتر مقصد بھی پائے جاتے ہیں + چنانچہ ایکبار اِس عاجز نے
چھوٹی بڑی تیس کتابوں سے زیادہ نامی نامی شاعروں کی جمع کر کے تعلیم و تربیت
کے قابل مضمون اُن میں تلاش کرنا شروع کیا - ایک عرصہ کی محنت کے بعد مختصر
سی ایک کتاب جب مرتب ہوگئی - جسکا نام گلزارِ بہار رکھا - چنانچہ وہ صاحبان
والاشان مسٹر کالن آنسے آربوتنگ صاحب بہادر ایم اے اور میجر بی ڈاڈس صاحب بہادر
حکام اعلیٰ سررشتہ تعلیم کی منظوری اور قدردانی سے ۱۸۶۳ء میں پہلی بار مطبوع ہو کر
ممالک متوسطہ کے مکاتب میں جاری ہوئی اور عموماً لوگوں میں مقبول ہی +
اب چار برس ہوتے ہیں - کہ جب سے حقیر نے ممالک مغربی و شمالی - اور

اُسکے قرب وجوار کے ملکوں میں جگہہ جگہہ علم و ہنر کا چرچا - اور اُنکی عمدہ ترقی اپنی آنکھوں دیکھی - اور کانوں سُنی اور جناب معلی القاب والا خطاب ہنر آنر سر ولیم میور کے سی ایس آئی لفٹننٹ گورنر بہادر دام اقبالہم اپنے قدیم مربی اور ولیِ نعمت کی توجہ اس جانب بدستور پائی - تو یہ بات خیال میں آئی - اور جی میں سمائی - کہ محنت شرط ہے - عجب نہیں - کہ اگر اُردو کے نامور شاعروں اور سخنوروں کی نظم اور نثر کتابوں کی غور و تامل کے ساتھہ سیر کیجاوے - تو علم ادب میں حسب مراد ایک عمدہ کتاب کچھہ عرصہ بعد تیار ہو جاوے - جو طالبعلموں کی تادیب اور تہذیب میں کام آئے - چنانچہ اسی نیت سے اُن کتابوں کو ادھر اُدھر سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر جمع کیا - اور فرصت پا کر روز روز اُنکا دیکھنا بھالنا - اور اچھے مضمون کسی سے چُنا کسی سے بجنسہ نقل کرنا - اور کسی کا خلاصہ کرنا شروع کیا - بلکہ اُردو کے سوا کئی ایک دوسری زبانوں کی کتابوں سے اُس گوں کے مطلب اور مقصد انتخاب اور ترجمہ کر کے شامل کرتا رہا - یہاں تک کہ خدا کی عنایت سے یہ مجموعہ نو جلدوں میں مرتب ہو گیا - اور نام اِسکا بہارِ ہند رکھا +

فقیر کی گانٹھہ میں تو کچھہ نتھا - اور اسلیئے وہ عرب کے ایک بدوی کی مانند جو گڑھے کے پانی کا ایک گھڑا بھر کر اپنے ریگستانی ملک کا عمدہ تحفہ سمجھکر خلیفہ بغداد کے پاس بڑی محنت اور کمال احتیاط کے ساتھہ لے گیا تھا - دیس پردیس گدائی کر کے - اور جو جہاں سے ملا شکرگزاری اور دیانتداری کے ساتھہ لے کر

اور اپنی دانست میں نفیس پایہ مستحق سمجھکر بجناب نواب مستطاب ادحشمتہم نہایت ادب
اور تعظیم کے ساتھ بطور نذر پیشکش کرتا ہے ؎

کلام دو حال سے خالی نہیں نظم ہوتا ہی یا نثر

نظم وہ کلام ہی جو مقرر وزنوں میں سے کسی وزن پر موزون یعنی تُلا ہوا اور

با قافیہ کہا جاتا ہی نہیں تو وہ **نثر** گنا جاتا ہی

نظم کی گیارہ قسمیں اُسکی جدا جدا صورتوں کے اعتبار سے ہیں اور دو اُسکے

الگ الگ مضمون اور مطلب کی وجہ سے

اقسام صوری نظم کی یہ ہیں مصرع[۱] بیت[۲] رباعی[۳] غزل[۴] قصیدہ[۵]
قطعہ[۶] مثنوی[۷] مسمط[۸] ترجیع بند[۹] ترکیب بند[۱۰] مستزاد[۱۱]

اقسامِ معنوی اُسکی تاریخ[۱۲] اور مرثیہ[۱۳] ہیں

+ وزن سے مراد یہاں وزنِ عروضی ہی عروضیوں نے فارسی اور اردو کے لیے ۱۹ بحریں قرار دی ہیں انھیں کے وزنوں کا اعتبار ہی اسکا مفصل بیان آٹھویں باب میں دیکھو +

+ اچھے محقق لوگوں نے نظم کو قافیہ کی قید سے آزاد کہا ہی لیکن اکثر لوگوں نے ایسے

کلام کو جو کسی وزن عروضی پر نہ ہو مگر قافیہ دار ہو نثر کی قسموں میں شمار کیا ہے اِس لیئے اُنکی اصطلاح

بموجب قافیہ کی قید مولف نے بھی زیادہ لگادی ہی قافیہ دو یا زیادہ جدے جدے لفظ ہوتے

ہیں جنمیں کسی ایک حرف اور حرکت دو یا زیادہ مصرعوں یا شعروں کے آخر میں یا حکم آخر میں مکرر آتے ہیں

جیسے جہاں وزماں وزباں اِسکا مفصل بیان آٹھویں بہار میں دیکھو

۱۱ لوگوں نے مصرع کو قلت استعمال کے سبب نظم کی قسموں میں نہیں گنا ہی لیکن حقیقت میں

وہ ایک قسم اُسکی ہی اور تشبیب کو جو بعضے قصیدوں کے بعضے اشعار کا نام ہی جن میں ایک

خاص طرح کا مضمون ہوتا ہی نظم کی قسموں میں شمار کیا ہی لیکن حقیقت میں وہ کسی خاص صورت کی

نظم اِن قسموں سے الگ نہیں ہی

* واسوخت تیسری قسم ہی لیکن اُسکے مضمون اِس مجموعہ کے مطالب سے کچھ مناسبت

نہیں رکھتے بلکہ سچ یوں ہی کہ وہ کسی بھلے آدمی کے پڑھنے اور دیکھنے کے لائق نہیں

اِسلیئے اُسکا ذکر اور مثال اِس کتاب میں مذکور نہیں ہوئی +

پہلی فصل

مصرعوں میں

مصرع ایک فقرہ ہی جو کسی وزن پر کہا گیا ہو چاہے تنہا یا ویسے ہی ہموزن دوسرے فقروں کے ساتھ ؞

مصرعے

یادِ الٰہی

کُل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سبکا سچا ہی!

چاہیئے بندے کہ شائق ہوں خدا کی یاد کے

دُعا اللہ سے رو رو کے حاجتمند کرتے ہیں — آتش

بندہ کو بھولتا نہیں اللہ یاد سے — ایضاً

خدا ہی مہربان اور مددگار ہی

خدا سے کون بندہ پر زیادہ مہرباں ہوگا! — ایضا

خدا حامی ہی اپنے بندۂ عاجز کا مشکل میں — ایضا

جز خدا کوئی شریک حال مشکل میں نہیں — غالب

فضل کرتے دیر کچھ لگتی نہیں اللہ کو — آباد

خدا مہرباں ہو تو کُل مہرباں — معلوم

اُسکی خدائی اور یکتائی

نہ تھا کُچھ تو خدا تھا کچھ نہوتا تو خدا ہوتا — غالب

غالب — سب کو مقبول ہے دعوا تری یکتائی کا!

شکرانہ

آتش — ہیں لاکھ لاکھ شکر خدا کی جناب میں

نظیر — المنۃ للہ تقدس و تعالیٰ

ہر حال میں خوش

نظیر — پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

وقت کی قدر

حسن — گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!

آتش — دو روزہ زیست کو انساں نہ رائگاں کاٹے

معلوم نہیں — بیکار مباش کچھ کیا کر!

محنت کا پھل

مومن خاں — رنج راحت کا مرے واسطے ساماں ہوگا

معلوم نہیں — برباد نہیں کسی کی محنت ہوتی

ایضاً — واللہ محنت کسی کی رائگاں ہرگز نہیں جاتی

ایضاً — پہلے محنت ہے پیچھے مزدوری

تدبیر

ناسخ — شیر کو لاتے ہیں قابو میں بشر تدبیر سے

بات بگڑے تو بتدریج بنانا ہی شرط + — ناظم

آدمیّت اور اہلیّت +

آدمیّت یہ خداداد ہی – اللہ اللہ ! — وزیر

آدمی کو آدمیّت شرط ہی + — مؤلف

آدمی ہونا بہت مشکل ہی – میر ! — میر

سخاوت +

ہاتھ کو اپنے نہ خیرات سے انساں روکے + — آتش

سخی کو اجر ہوتا ہی زیادہ خیر پنہاں میں + — ایضاً

ہاں ! بھلا کر، ترا بھلا ہوگا ! — غالب

خاکساری +

خاکساری چاہیئے عبدِ خدا کیواسطے + — گویا

خاکساری ہی جوہرِ انساں + — مؤلف

خاک کے پتلے کو بالکل خاکساری چاہیئے + — ”

صبر

اے دلِ دیوانہ ! صابر کو خدا رکھتا ہی دوست + — آتش

صبر کر صبر ! کہ ہی صبر کا اجر + — مؤلف

رحم

آتش — بندۂ مسکیں کے اوپر رحم کھانا چاہیئے +

نسیم — ممکن نہیں نصیب ہو بیرحم کو رفیق +

دل کی صفائی اور روشنی

آتش — زیادہ چشم سے لازم ہی روشنی دل میں +

ایضاً — صفائے قلب سے پہلو میں ہم نے جام جم پایا +

سودا — آئینہ وار دل کو رکھ اپنے صفا پرست !

تراب — جامۂ دل کو بداخلاقی سے دھونا چاہیئے +

غفلت نہ چاہیئے

وزیر — گر آدمی ہی۔ ہنوز زیر آسماں غافل !

آتش — خواب غفلت میں نہ مو سر کرے انسان سفید +

ناسخ — معاذاللہ۔ کتنا موت سے انسان غافل ہی !

فکر عقبےٰ +

میر — توشۂ آخرت کی فکر رہے +

آتش — روح کو ہی ہوس عالم بالا باقی +

ایفاء وعدہ

جرأت — لازم ہی آدمی کو۔ جو منہہ سے کہا۔ دیا +

مرد ہی وعدہ وفا ہوتے ہیں +

نیک کام +

نیکی کسی سے جو کرو کام آئیگی آخر کو نکوئی + — تراب

کام اچھا ہی وہ جسکا کہ مآل اچھا ہی + — غالب

نیکی کی چشم داشت نہیں بد نہاد سے + — آتش

نیکمرد +

باغِ فردوس میں مردانِ خدا جاتے ہیں + — آتش

وہ جو کامل ہیں فضیلت ہی اُنھیں ہر حال میں + — ایضاً

اگر نام آوری مقصود ہی نیکوں کی صحبت رکھ + — ایضاً

عیب پوشی +

عیب پوشی سے کہیں رتبہ ہی کم پوشاک کا + — وزیر

عیب پوشی بھی عجب وصف ہی سبحان اللہ!

قناعت +

ہیں جو قانع خانہ ویرانی میں بیسامان نہیں +

خاموشی +

ہی لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ + — ناسخ

چُپ بھلی گو تلخکامی کھینچنی اسمیں پڑے + — ذوق

رعیّت نوازی

رعیت پر رعایت چاہیئے کرنی سلاطیں کو + — آتش

آدمی کی بدی +

یہ آدمی ہیں - کہ کیا کیا گناہ کرتے ہیں! — وزیر

کون بندہ ہی خدا کا - جو گنہگار نہیں؟ — ناسخ

غرور +

آدمیّت سے یہ نخوت یہ تکبّر ہی دور + — ناظم

جنوں سمجھتا ہُوں جسکو غرور ہوتا ہی + — رند

غرورِ اوج دو روزہ عبث ہی تجھکو اے اسفل! — ناسخ

سچ ہی یہ مثل سیر ہی بڑے بول کا نیچا + — جوہر

ظلم +

خون - آخر - بیگناہوں کا گریباں گیر ہی + — معلوم نہیں

ظالم! خدا سے ڈر - کہ درِ توبہ باز ہی! — نسیم

بُرے کام کا انجام +

کارِ بد کردہ کا انجام پشیمانی ہی + — آتش

کوئی اچھا نہیں ہوتا ہی بُری چالوں سے + — ایضاً

بد کام کا مآل بُرا ہی سزا کے دن + — مومن

فی الحقیقت - کہ بڑا کام بڑا ہوتا ہی +

جیسے کو ویسا +

سچ ہی - جو جیسا کرے ویسا ہی آجاتا ہی پیش +

جھوٹ کا پھل +

ہوتا ہی پردہ فاش کلامِ دروغ کا +
جھوٹے کا اعتبار نہیں ہی جہان میں +

قہقہہ +

ہی برنگِ برق ہنسنا آدمیت سے بعید +
آدمی کا حال اسکے کام سے جانا گیا +
کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائیگا چلن میں +
نہیں کھلتا ہی بے میدان کے جوہر سپاہی کا +

دوست اور دوستی

بہت جہان میں ڈھونڈا پر آشنا نہ ملا +
دوستی وہ ہی - نہو جسمیں غرض کا شائبہ +

زمانہ کے انقلاب +

چار دن چاندنی ہی - چار دن اندھیاری ہی +

ہمیشہ رنگ زمانہ بدلتا رہتا ہی! — آتش

شادی و غم جہاں میں توام ہیں! — راحت

دنیا آرام کی جگہہ نہیں+

جاے آرام نہیں گنبدِ گرداں کے تلے! — آتش

یہ عیشگہہ نہیں ہی- یہاں رنگ اَور کچھ ہی! — میر

دنیا اور اہلِ دنیا سب فانی ہیں+

جو خاک سے بنا ہی وہ آخر کو خاک ہی! — نظیر

میاں! اک دن وہ آویگا نہ تم ہوگے نہ ہم ہونگے! — ایضاً

ملیگا خاک میں وہ- جو ہوا ہی خاک سے پیدا! — آتش

مہمانِ چند روز یہ عہدِ شباب ہی! — ایضاً

بھروسا زندگانی کا نہیں کچھ! — ایضاً

دو دن کی سیر میں یہ گلستاں تمام ہی! — ایضاً

کیا بھروسا ہی بہارِ گلشنِ ایجاد کا! — آباد

گلِ گلزار میں ثبات کہاں؟ — ناسخ

نہ کوئی مال دنیا کا اٹھا لیجائیگا سر پہ+ — ایضاً

چل بچل ہی کارخانہ ہستیِ موہوم کا! — نیاز

سب ہی فانی ہیں- مگر ذاتِ خدا باقی ہی — تراب

خزان

کیا موسم خزاں ہی صبا۔ کیا ہو اچلی! — رند

بہار باغ ہوتی ہی خزان۔ موسم ہی پت جھڑ کا — آتش

باغ و بہار

چمن مین کھل گئے گل موسم بہار آیا! — تراب

چمن سرسبز ہی باران رحمت کے تفضل سے — آتش

متفرق مضمون

طلب محال کی غیر خیال خام نہیں — آتش

توسن چالاک کو کیا حاجت مہمیز ہی؟ — ایضاً

فقیر کو نہیں درکار شان امیروں کی — ایضاً

لوگ کہتے ہیں در و دیوار کے بھی گوش ہیں — ایضاً

تازہ دم کرتا مسافر کو ہی تکیہ راہ کا — ایضاً

شعور چاہیئے ہی امتیاز کرنے کو — میر

رتبۂ تحقیق ملتا ہی کوئی تقلید سے — ناسخ

شرط سلیقہ ہی ہر اک امر میں — میر

جو کہ معدوم ہیں انکی ہی طلب لاحاصل — نسیم

بدگماں لو ہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس — ذوق

ذوق — رہنمائی کی نہ رکھہ چشم - دلا رہزن سے +

وزیر — اُس آنکھہ سے ڈریے - جو خدا سے نہ ڈری آنکھہ +

حسن — چھپے ہی کہیں خاک ڈالے سے چاند !

ناسخ — شیر قالیں اَور ہی شیر نیستاں اَور ہی +

خوار جو ظاہر میں ہیں - اُنکو حقارت سے نہ دیکھہ +

دوسری فصل
بیتوں میں

بیت

دو مصرعوں کے مجموعہ کا نام ہی جو ایک ہی وزن پر ہوتے ہیں چاہے دونوں کا قافیہ موافق ہو یا مخالف اور چاہے وہ اور بیتوں کے شامل کہی گئی ہو اور چاہے تنہا۔

بیت کو شعر اور فرد بھی کہتے ہیں مگر بعضوں کے نزدیک فرد اُسی بیت کو کہتے ہیں جو تنہا کہی گئی ہو تو اس صورت میں بیت اور شعر عام ہی اور فرد خاص جس بیت کے دونوں مصرعوں کے قافیے موافق ہوتے ہیں اُسے مطلع کہتے ہیں۔

بیتیں +

خدا کی ذات ـ وصفات

ہم نہ دیکھیں — تو دید کا ہی قصور —
وہ تو ہر جا بہ آشکارا ہی + — رند

رب سوا ہی کریم اور رحیم کسکی ذات؟
نجات کس سے طلب ہم گناہگار کریں؟ — "

رزاق نے کیا تجھے پیدا جہاں میں بعد —
موجود پہلے رزق ترا شیر سے ہوا + — "

طوفان آئیں — یا کہ مخالف ہوا چلے —
کشتی خدا جو چاہے — تو بے ناخدا چلے + — "

تاب ہر اک آنکھ کب لاتی ہی تیرے نور کی —
دیدۂ موسیٰ ہو تو دیکھے تجلی طور کی + — "

اُمیدوارِ لطف ہی یہ خاکسار بھی —
تیری جناب — بار خدایا! بلند ہی + — "

عاجز نواز تجھسا کوئی دوسرا نہیں!
رنجور کا انیس ہی ہمدم علیل کا + — آتش

کافر ہی منکر اُسکی کریمی کی شان کا —
خالی پیالہ کب کفِ سائل میں رہ گیا؟ — "

چشم بینا بھی عطا کی — دل دانا بھی دیا —
مرے اللہ نے احسان کیے مجھ پر کیا کیا — "

آوازہ تیری عدل کا ہی بسکہ گوش زد —
پشہ سے زیر چل نہیں سکتا ہی فیل کا + — "

دستِ قدرت سے بنایا ہی خدا نے قصرِ تن —
دخلِ معمار اسمیں ہی — نہ دخل ہی مزدور کا

آتش
کمی نہیں تری درگاہ میں کسی شی کی — وہی ملا ہے جو محتاج کا سوال ہوا

" صانع ہے وہ - یہ صورتیں اسکی ہیں صنعتیں — اللہ ہے قدیم - یہ عالم جدید ہے

" طوفاں میں ناخدائی کشتیِ نوح کی — حقا جواب ہی نہیں تجھسے کفیل کا

" معرفت میں تیری ذاتِ پاک کے — اڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے!

" خدا پنہاں ہے عالم آشکارا — نہاں ہے گنج - ویرانہ عیاں ہے

" کوتاہ یہاں کمند ہے قاصر ہیں نردباں — بامِ مرادِ عرش ہے ربِ جلیل کا

" کرم حق سے ہوں ایمن ستمِ دوراں سے — باے کا ڈر نہیں ہیتا اثرِ باراں سے

" خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے آتش! — کریم رد نہیں کرتا سوال سائل کا

" ماسوا تیرے نہیں رہنے کا کچھ یا باقی! — جو ہے فانی ہے - تری ذات ہے الا باقی

تراب
منزہ وہ تو ہے کون و مکاں سے — مکاں اسکو کہاں جو لامکاں ہے؟

" جس شمع کے پروانے تراب ایسے بہت ہیں — روشن ہے اسی شمع سے یہ انجمن اپنا

" کیونکر کہوں تراب وہ تیری خبر نہ لے — تو در پہ جسکے بیٹھ رہا ہے فقیر ہوا

" حق تو بے پردہ عیاں ہے آنکھ کھولو دیکھو — سوجھتا جسکو نہووے کیا کرے معذور ہے

" بنایا خاک سے سبکو جدا ہے سبکی صورت ہے — سوا تیرے یہ اے صناعِ عالم کسمیں قدرت ہے!

ناسخ
خدا کے کام کچھ آلات پر نہیں موقوف — ابو البشر ہوئے بے مادر و پدر پیدا!

جان دی ہے جسنے تجھکو نان بھی دیگا وہی — جو ترا خلاق ہے ناسخ! وہی رزاق ہے

رزق کا کیا غم اگر ہوتا ہے تولد بعد طفل — پہلے بھرتا ہے خدا پستانِ مادر شیر سے

ابر ہی اُس ابر رحمت کی سواری کا غبار — رعد بھی اُسکے جلو میں ایک برق انداز ہے — ناسخ

ناسخ جو فقیر ہوں نہیں غم! — میرا اللہ تو غنی ہی — ״

ای درد! منبسط ہی ہر سو کمال اُسکا — نقصان گر تو دیکھے تو ہی قصور تیرا! — درد

آیات حق ہیں سارے یہ ذرات کائنات — انکار تجھکو ہووے سو اقرار کیوں نہو! — میر

بحر بلا سے کوئی نکلتا مرا جہاز! — بار خدائے عز و جل ناخدا ہوا! — ״

مرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا — خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا! — ״

فضل خداوند اگر ہی نسیم — دیر نہیں حل مہمات میں — نسیم دہلوی

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت ہی ای ابر کرم! — ورنہ جائے داغ عصیاں میرا داماں چھوڑ کر! — ذوق

عجب ای باغبان! نقاش عالم کی بھی صنعت ہی — ہر اک گل کی نئی تصویر کھینچی ہی گلستاں میں — آباد

قادر وہی کبریا وہی ہی — آخر وہی ابتدا وہی ہی — نسیم لکھنوی

کب نہ تھا وہ کب خدائے احکم و اعدل نہ تھا؟ — آخر آخر نہیں یا اول اول نہیں؟ — اسیر

بانٹتا ہی رزق سب کو رات دن دست کریم — دیگ عالم میں یہ گویا ہاتھ ہی کفگیر کا — ״

ہم غریبوں کا وہی پار کریگا بیڑا! — جسنے دریا سے جہاں پر پل گردوں باندھا — ״

دل میں تو آنکھوں میں تو جسم میں تو جان میں تو — یہ جگہ سے نہیں واقف ہمہ جائی تیری! — ״

جن فنا انس فنا عرش فنا فرش فنا! — ذات باقی ہی تو اللہ کی بس باقی ہے! — ״

نہ تو آغاز ہی تیرا نہ تو انجام ترا — تھی ہمیشہ سے ہمیشہ ہی خدائی تیری! — ״

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار — نہو تجھ سے نومید امیدوار — حسن

یادِ الٰہی

+ خدا کو یاد کر۔ اے عنصرِ پاک!
بنایا جسنے تجھکو ایسا چالاک!

گویا — زباں چلتی ہے گویا آج کچھ ذکرِ خدا کرلے۔
اجل آئی۔ تو پھر ہرگز نہ دیگی بات کی فرصت +

آتش — تباہی میں ہے لازم یادِ حق اہلِ توکل کو۔
خدا پر چھوڑتا ہے ناخدا کشتی کو طوفاں میں +

״ — حیف ہے اے خاک کا پتلا نہ کرے یاد اسکو!
الفت اللہ کو کس مرتبہ ہے انساں سے!

״ — ہر ذرہ ہزار عالم دم بھر رہا ہے تیرا!
تجھکو نہ چاہے ایسی خلقت نہیں ہے کوئی!

״ — خیالِ تن پرستی چھوڑ فکرِ حق پرستی کر!
نشاں رہتا نہیں ہے۔ نام رہجاتا ہے انساں کا +

تراب — تراب کام ترے سب درست ہو جاویں
جو لو لگا دے خداوند کارساز کے ساتھ +

״ — تراب وہ شخص کو ہم نیک و خوش اوقات کہتے ہیں
خدا کی یاد میں جسکی کٹے اوقات ہموارہ +

״ — ابتو ہوتی ہے یہی حق سے مناجات مجھے—
بندگی اسکی نہ بھولے کسی اوقات مجھے +

״ — تراب اسکو معمّر کہہ بہت جسنے عبادت کی
غنیمت ہے یہاں جو دم خدا کی یاد میں گذرے

رند — ساکت نہ آدمی ہو کبھی ذکرِ خیر سے —
گویا زباں ہو۔ تو تری گفتگو رہے!

میر — جیسے نسیم۔ ہر سحر تیری کروں ہوں جستجو—
خانہ بخانہ۔ دربدر۔ شہر بشہر۔ کو بکو!

״ — ہر ذی حیات کا ہے سبب جو حیات کا۔
نکلے ہے جی ہی اسکے لیے کائنات کا +

ذوق — پاک رکھ اپنا دہن ذکرِ خدائے پاک سے—
کم نہیں تری زباں منہ میں ترے مسواک سے!

اسیر — یادِ حق میں رہ! اگر منظور ہے آنکھوں میں نور
محفلِ عالم میں ہے محتاجِ روغن ہر چراغ

״ — خدا کی یاد ہے لازم۔ کہ ہو درستیِ دل—
مکان بغیر مرمت خراب رہتا ہے

+ جس شعر یا عبارت کے مصنف کا تخلص اور نام دونوں معلوم نہیں ہاں یہ + نشان اس کتاب میں کیا گیا ہے"

شکرِ الٰہی

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
حیواں پر آدمی کو شرف نطق سے ہوا	شکر خدا کرے۔ جو زبانِ بشر کھلے +	آتش
کیا غضب ہی! شکرِ محسن کا بشر کرتا نہیں	ہی زبانِ برگ سے ہر گل ثنا خوانِ ہوا +	ناسخ

خدا دوست

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
خوشا وہ دل! کہ ہو جس دل میں آرزو تیری!	خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری!	آتش
اُسکو کیا خطرہ ہی! اللہ ہو نگہباں اُسکا	دل پہ جس شخص کے اللہ کا ہی نقش کھدا +	تراب
دشمنی سے اُسے کیا ڈر ہی کسی بندہ کی!	سر پہ ہو جسکے زبردست مددگار خدا	״
ولد ہی جسکی کرے فضل و کرم اللہ کا	کیا خطر! پھر اُسکو ہووے آفتِ ناگاہ کا +	ہر چند

راضی برضا +

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
تسلیم و رضا اُسکی ہمیں چاہیے ہر حال	خاوند ہی وہ بندگی ہی کام ہمارا +	تراب
جز شکر کے شکوہ نہ کبھی آئے زبان پر	انسان ہی۔ تو باہر نہ ہو تو مرضیِ رب سے	رند
سعادتمند قسمت پر ہیں شاکر	ہما کو مغزِ بادام استخواں ہی +	آتش
شاکر رہے تقدیر پر انسان۔ تو بہتر	ملتا نہیں کچھ رنج۔ و تاسف سے زیادہ +	نسیم دہلوی
مت اس چمن میں غنچہ روش بود و باش کر	مانندِ گل شگفتہ جبیں یاں معاش کر!	میر

غفلت اور بیداری

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
کر دن و رات بیدار ہی کہ غفلت سخت ہی	جو کوئی سویا۔ وہ رویگا۔ ہنسیگا جو کوئی جاگا +	تراب
جو دنیا میں ہوکر ہوا حق سے غافل	نتیجہ اُوسے کیا ملا زندگی کا!	״

گویا	سفید ہو گئے موئے سیاہ غفلت چھوڑ!	ہوئی ہے صبح - کوئی دم چراغِ ہستی ہے+
آتش	خوابِ غفلت میں نہ کھو ہنگامِ پیری انگاں -	چونک! ہوتی ہے نمازِ صبح - اے غافل قضا+
"	عہدِ پیری میں تو کر یادِ الٰہی - غافل!	رات تو کٹ گئی غفلت میں نہ کھو فرصتِ صبح!
"	آخیر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے -	بہارِ عمر ہوئی کب خزاں - نہیں معلوم!
"	خدا کی یاد جوانی میں - غافلو! کر لو!	وگرنہ وقتِ فضیلت تمام ہوتا ہے+
"	گفتگو سے اہلِ غفلت کی حقیقت کچھ نہیں -	خواب میں چلائے ہر چند آدمی خاموش ہے+
"	عجیب بھول بھلیاں ہیں غفلتِ ہستی -	جسے کہ راہ ہوئی اُس سے خوب ہی بھٹکا!
جرأت	کوچۂ دہر میں - غافل! نہ ہو پابندِ نشست -	رہگذر میں کوئی کرتا نہیں بستر اپنا؟
"	شبِ جوانی میں غفلت کی مے سے ست جو تھے -	تو صبحِ پیری میں صدمہ خمار کا پہنچا+
ذوق	خوابِ غفلت سے ہو بیدار! کہ آئی پیری	نہیں مہتاب یہ ہے روشنیِ صبحِ رحیل+
آباد	اتنا بھی نہ رہ محفلِ ہستی میں تو بدمست!	دور آنکھوں سے کر نشاءِ مے بیخبری کا!
وزیر	عین بیہوشی ہے ہشیاری نہ سمجھا چاہیے -	اہلِ غفلت کی تو بیداری بھی کہلاتی ہے نیند+
ناسخ	غافلو! افشاءِ دولت سے نہ اِتنا بھکو!	دیکھنا کاسۂ سر کاسۂ سائل ہوگا!
"	غفلتِ اہلِ جہاں تر دماغی کی ہے دلیل -	غلبہ ہوتا ہے رطوبت سے مقرر خواب کا+
"	ہو گئی بالکل ہماری عمر غفلت میں بسر!	عرصہ اپنی زندگی کا - کیا مگر اک خواب تھا؟
"	ہوتی ہے تو ر خرد سے اہلِ غفلت کو گریز -	بیشتر انسان بجھاتے ہیں دمِ خفتن چراغ
غالب	بزمِ عشرت میں ہیں طبلے - غافلو! طبلِ رحیل	یہ مجیروں کی صدا! بانگِ درا سے کم نہیں+

اہلِ غفلت جو کہ ہیں دنیا میں نابینا ہیں وہ ۔ بند ہو جاتی ہیں آنکھیں خواب کی تاثیر سے + — ناسخ

اہلِ غفلت کا ہی ہر جزوِ بدن تک دشمن ۔ ہاتھ بھی خواب میں ہی سینہ کو اک سل بھاری + — ”

یہ مثل سچ ہی ۔ جو جاگیگا سو پاویگا ۔ ولا ۔ بخت بیدار آشنا ہی دیدۂ بیدار کا + — ”

یہہ سرا سونے کی جاگہہ نہیں ۔ بیدار رہو ۔ ہمنے کردی ہی خبر تمکو خبردار رہو — میر

غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ ۔ حالانکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ + — ”

جاگنا تھا ہمکو ۔ سو بیدار ہوتے رہ گئے ۔ کارواں جاتا رہا ۔ ہم ہائے سوتے رہ گئے — ”

شفقِ صبح نہ دیکھی نہ سُنی نوبتِ صبح ۔ وقت کو ہاتھ سے کھوتی ہی مری غفلتِ صبح — آتش

کہاں تک کروٹیں بدلا کریگا خواب مستی میں ۔ ذرا کھول آنکھ او غافل کہ دم بھر میں سویرا ہی + — نسیم

خدا کو بھول گیا ۔ محو خود پرستی ہی ۔ تو اور کام میں ہی ۔ موت تجھ پہ ہنستی ہی + — گویا

مآل اندیشی +

آغاز سے ہر امر کا انجام خوب ہو ۔ انسان کو خیال رہے گر مآل کا + — رند

ابھی سے فکر کر آغاز میں انجامِ عقبیٰ کی ۔ کہ پھر افسوس ہی بیجا ۔ جو وقت ایسا ہی آیا + — نسیم

مناسب ہی بشر کو فکرِ آخر روزِ اوّل سے ۔ پھر آسانی کہاں ممکن جب آیا وقت مشکل کا + — ”

جو نصیحت نہ سنے اور نہ آخر بیں ہو ۔ اسکو ہم کور بھی کہتے ہیں ۔ جو کر کہتے ہیں + — ناسخ

فکرِ فردا روزِ اوّل ہی سے کرنا چاہیے ۔ پیش و پس جس شخص نے سمجھا وہ آخر بیں ہوا — ہر چند

+ صرف نسیم سے مراد اس کتاب میں نسیم دہلوی ہی +

سفرِ عاقبت کی تیاری

بیخبر بیٹھے ہو کیوں؟ منزلِ ہستی میں - رندؔ! — کوچ درپیش ہے تیاری کرو چلنے کی + (رند)

فکر کر زادِ آخرت کا بھی - — میر! اگر ہے تو عاقبت اندیش + (میر)

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں — نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے + (آتش)

کل کی ضرور فکر رہے تجھکو - یار! آج — ہے کارِ نیک - و بد میں تجھے اختیار آج + (اسیر)

حال کا وقت غنیمت ہے

جو کرنا ہو - سو کر لو آج - دیکھو راہ مت کل کی — گھڑی میں کچھ سے کچھ ہے کیا بھروسا زندگانی کا! (تراب)

عملِ خیر کر لے کچھ - غافل! — وقتِ فرصت وگرنہ جاتا ہے + (رند)

چھوڑ مت نقدِ وقت نسیہ پر - — آج جو کچھ ہے سو کہاں ہے کل؟ (میر)

جہاں میں دیر نہیں لگتی آنکھ مندتے میرؔ! — تمھیں تو چاہیے ہر کام میں شتاب کرو + (")

وقت یہاں کم ہے چاہیے آدم - — کرنا جو کچھ ہے سو شتاب کرے + (")

غنیمت جان مہلت زیست کی یہ چند روزہ ہے — کہ پھر فرصت کہاں! جب حکمِ ربّ العالمیں آیا + (نسیم)

غنیمت سمجھ وقتِ فرصت کو - غافل! — نہ ہاتھ آئیگا پھر یہ موقع - ثواب ہے + (رند)

یہ وقت لہو و لعب میں کھووے نہ آدمی - — کرتا ہے بندگی کو جو اُسکی خدا قبول + (آتش)

خلق - اور تواضع

عہدِ طفلی ہی سے ہے مشقِ تواضع لازم — حلقہ آسانی سے بن سکتا ہے چوبِ تر کا + (آتش)

گلزارِ لطف و خلق شگفتہ رہے مدام — اِس باغ کی بہار - الٰہی خزاں نہو +

نیکی

شاعر	مصرع	مصرع
رند	حق تو یہ ہی کہ عجب لوگ ہیں مردانِ خدا	اپنے سر غیر کی ناحق یہ بلا لیتے ہیں!
آتش	دیں نہ اربابِ صفا ہرگز کسی کے دلکو رنج	گوشۂ دامن سے اُلجھا جھاڑ کب بلّور کا؟
"	کیا کر کلفتِ ایام میں بھی قدر مردِ نیکی	پھٹے کپڑوں میں بھی انکو سمجھے لعل گودڑ کا
"	جو کامل ہیں نہیں اندیشہ آتش! انکو بدیں کا	دہانِ زخم کاری خندہ زن ہی چشمِ سوزن پر
	نیک نیت کو بدی کا نہیں منظور عوض	انتقام اپنا نہ یوسف نے لیا اخوان سے
نرگس	پاک رکھ اپنی تو نیت - پاک رہ!	جب ہوا تو پاک - تب بیباک رہ!
"	نیک ہو کر جی - بدی سے جی اُٹھا!	عرض میری مان! از بہرِ خدا
آتش	محبت ہی ہمیشہ کاملوں کو راستبازوں سے	کمر میں رکھتے ہیں تلوار راوت بیشتر سیدھی
اسیر	انساں کو نیک کرتی ہی نیکوں کی پیروی	خوشبو ہوئی سہیل سے حاصل ادیم کو
	شریکِ حالِ عالم ہی جو انسان نیک نیت ہو	رعیت کم نہیں ہی فوج سے سلطانِ عادل کو
	ہوتے ہیں کہیں اہلِ صفا باعثِ ایذا؟	زخمی ہوا موج کی تلوار سے کوئی

سچا بہادر کون ہی

شاعر	مصرع	مصرع
تراب	شجاع اسکو میں کہتا ہوں بڑا ہی سپاہی ہی	کہ جسکی جنگ سے شیطان الٹے پانو بھاگا
"	جو مارے نفس کو اور شیطانکو کرے تاراج	وہی حشر میں درویشوں کے غازی و سپاہی ہی
آتش	قدم ہٹتا ہی ثابت جنکا اس سخت میدان میں	بہادر ہیں وہی سر قلعۂ فولاد کرتے ہیں
ذوق	کرنا کسیکو قتل - یہ مردانگی نہیں	تلوار اشعارِ نفس کشی کر جو مرد ہی

بُرے لوگ

سیاہکار وہ ہیں مثلِ خامہ چلتے ہیں جب
زمیں کو نقشِ قدم سے سیاہ کرتے ہیں — وزیر

عبث ہے پند و نصیحت بھی کور باطن کو
مثل ہے یہ کوئی اندھے کو کیا دکھائے چراغ — رند

فیض نیکوں سے نہو انکو وہ جو ہیں بدسرشت
کیا کرے بارانِ نیساں شور میں اشجار سبز؟ — آتش

آفتِ جاں ہے فرومایہ کو طاقت ہونا
چیونٹی کو پَر کی ملنا ہے قیامت پر کا! — ״

نہیں رہتا مزاجِ سفلہ ہرگز ایک حالت پر
بلندی کا نگوڑے کی مآلِ کار پستی ہے — ״

پست فطرت کو نہو رتبۂ اعلیٰ حاصل
ایک تہ خانہ کو دیکھا نہ بلند ایواں سے — ״

بدشعاری قدرِ مردم کی گھٹاتی ہے ضرور
دیکھ لو! دنیا میں شیطاں قابلِ نفریں ہوا — ہجر

صاف ہو ہرچند بدباطن عزیزِ دل نہو
کج نما آئینہ ہرگز دید کے قابل نہو — آتش

عمرِ عزیز گذری سب سے برائی کرتے!
اب کر چلو بھلا کچھ شاید یہی بھلا ہے — میر

جسقدر اندھیر ہو عالم میں خوش ہیں بدسرشت
کیسی چوروں کی بن آتی ہے شبِ دیجور میں! — آ

بشر دامِ معاصی میں ہو۔ خدا نہ کرے!
نہ خلق سے نہ خدا سے حجاب بنتا ہے — ״

نیک و بد

مل نہیں سکتے ہیں کج طبعوں سے ہرگز راستباز
چین پیشانی سے باہر ہے الفِ آزاد کا — آتش

مردِ نیک انسانِ عاقل ہو بزرگِ بد نہو
شور دریا سے ہے بہتر چشمہ جب شیریں ہوا — ״

اہلِ صفا کی قدر نہیں کرتے تیرہ رو
روشن ہے حالِ آئینۂ زنگبار کا — ״

ہیں جو روشن طبع بغض انسے سیہ کاروں کو ہے
چور کو جس طرح آتا ہے نظر دشمن چراغ — ناسخ

ناسخ — نیک و بد کیا ہوں ہمیشہ باہم! / پھول کانٹوں سے جدا کرتے ہیں

〃 — کسی صورت سے ناجنسوں میں الفت ہو نہیں سکتی / عداوت ہے بہم تیغ و سپر کے آب و روغن کو

〃 — راستبازوں کو نہ کج طبعوں سے کیونکر ہو گریز / رابطہ دم بھر نہیں رہتا کماں سے تیر کو

〃 — نیک ہیں گلشن ایجاد میں کم بد ہیں بہت / خار پھولوں سے کہیں ہوتے ہیں افزوں پیدا

〃 — زمیں خاک فشاں - آسماں آب فشاں / یہی تو فرق ہے ادنیٰ میں اور اعلیٰ میں

جیسی کرنی ویسی بھرنی

تراب — جو کرو گے یہاں - ملیگا وہاں / یارو! دنیا ہے آخرت کا کھیت

ناظم — عمل انساں کا جو ہوتا ہے وہ پیش آتا ہے / جیسا کرتا ہے کوئی - ویسی سزا پاتا ہے

آتش — یہ صدا آتی ہے شور بحر ہستی سے مجھے / گوہر مقصود اس دریا سے باہر پائیگا

رند — جو چاہے کرے آج عمل - پر یہ یاد رکھنا! / اک دن جزا کا بھی ہے گنہگار کے لیے

عاجزی اور خاکساری

تراب — تراب! آدمی کی صفت عجز ہے / نہ کرنا کبھی کبریائی کی بات

〃 — سب سے چھوٹا جو آپ کو جانے / میرے نزدیک ہے بڑا وہ مرد

رند — جو خواہاں آبرو کا ہے - تو کر افتادگی شیوہ / نہیں ممکن گہر بنجائے قطرہ ابر نیساں میں

〃 — خاکساری کا بھی جوہر کیمیا سے کم نہیں / نفس کشتہ ہو تو سمجھو کہ اکسیر کی حاجت نہیں

[illegible] — بیٹھے اگر زمیں پہ تو آسماں رہتا ہے خم / خاکساری سے جھکا رہتا ہے سر مغرور کا

〃 — کرتی ہے [illegible] کہ خاک دیکھ لے / جو ہر نہ پوچھ [illegible] ہیں اک خاکساری

جو چاہے رحمتِ حق - عجز کر شعار اپنا -
رواں اُدھر کو ہی پانی جدھر کو پستی ہے — گو

دولتِ دنیا سے مستغنی طبیعت ہو گئی -
خاکساری نے اثر پیدا کیا اکسیر کا — آتش

نہ رکھی دولتِ دنیا کی خواہش خاکساری نے -
خدا نے کر دیا حاکم مجھے اکسیرِ اعظم کا — 〃

بلند خاک نشینی نے قدر کی میری -
عروج مجھکو ہوا - جبکہ پائمال ہوا — 〃

وہی ہے صدر نشیں بزمِ خاکساراں میں
صفِ نعال میں جسکا کہ ہے مکاں ہوتا — 〃

فی الحقیقت روشن آئینہ کو کرتا ہے غبار -
خاکساری سے ہمارا دل مصفا ہو گیا — 〃

خاکساری سے ہوا آئینۂ دل روشن
کیا مسِ قلب کو کرتی ہے یہ اکسیر سفید — 〃

کر دئے ہیں کو ہمارے خاکساری نے کیا زائل
وہ جوہر ہے یہ جس سے کشتۂ فولاد کرتے ہیں — 〃

سرکشی نے پائی آتش! خاکساری سے شکست
فضل سے اللہ کے توڑا بتِ پندار کو — 〃

کوئی اکسیر غنی دل نہیں رکھتی ایسا -
خاکساری نہیں دیتی ہے مجھے دولت دنیٰ — 〃

غبارِ راہ ہو کر چشمِ مردم میں محل پایا
نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا — 〃

خاک ہے اصلِ طینتِ آدم - چاہیے اسکو عجز کرنے
بات کی تہ کو کچھ پاتے - تو تہنا سر اٹھاتے تم — میر

ہر پیچ و تابِ جوہرِ ہلاکت عافیت مت توڑ
نگاہِ عجز سر رشتۂ سلامت ہے — غالب

ہوا ہے دولتِ منعم نہیں ہے خاکساروں کو -
کہ ہر دم تازہ خلعت ہے لباسِ خاک سے پیدا — انیس

ہر کدورت سے مصفا ہے لباسِ عاجزی
یہ وہ جامہ ہے کہ جو محتاجِ شست و شو نہیں — 〃

جھک جا کہ بوجھ شاخِ ثمر دار [illegible]
افتادہ جو کوئی ہے وہی سرفراز ہے — ذوق

ثمر سمجھتے جو ہے [illegible] عالم میں
[illegible] خاکساری [illegible] سرفرازی — [illegible]

ناسخ	خاکسارانِ جہاں کا ہی ادب ایسا مجھے	پاؤں رکھتا ہوں بچا کر سایۂ دیوار کو
"	جو کرے احسان اسکو چاہیئے افتادگی	پیش پائے شمع دیکھا ہی سرِ گلگیر کو
"	تنزل میں ترقی کرتی ہی افتادگی ناسخ	کہ معراج شجر پائی نے پایا خاکساری سے
"	آگے افتادوں کے پاتے ہیں کوئی سرکش فروغ	سرد ہو جائے نہ کیوں بازار آتش آب سے
"	مس کے زر ہونے سے بہتر ہی کمالِ انساں	خاکساری ہی جدا اور ہی اکسیر جدا
"	درازی عمر کی ہی بس کسی کی خاکساری میں	نہیں بجھتی جو خاکستر سے اخگر بند کرتے ہیں
"	خاکساری کو نہ چھوڑے دے خدا جسکو عروج	آسماں پر ماہ تاباں ہی زمیں پر چاندنی
"	خاکساری میں دیا ہی حق نے جسکو مرتبہ	رشک قالیں اسکا فرشِ بوریا و ٹاٹ ہی
ہرچند	کیوں خاک نشینوں کو میسر نہو عشرت	مسکن ہی تہِ خاک سدا دولت و زر کا
"	صاف دل کب ہو مکدر دیکھ لو آئینہ سے	خاکساری زیب ہی روی صفا کیواسطے
سودا	افتادگی میں بھی عزت ہی دیکھ اے سرکش	کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو رہنما
میر	کرنا شعار خوب ہی عجز و نیاز کا	بے وقر جانتے ہیں دلِ بے گداز کا
رند	دیکھکر افتادگی سب نے عزیز دل لیا	خاک ہو کر مرتبہ اکسیر کا حاصل کیا
اسیر	خاکساری سے نہیں بہتر جہاں میں منعم	مل گئی جسکو یہ دولت کیمیا گر ہو گیا
"	ہر خاکسار صاحب توقیر ہو گیا	پارہ ہوا جو خاک تو اکسیر ہو گیا
"	کی عاجزی جو ہمنے گئی سرکشی نفس	یہ دیو اس لباس میں تسخیر ہو گیا
"	خاکساری ہی مآلِ پختگی	شاخ سے ٹپکا جو میوہ پک گیا

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
مآلِ خاکساری اس چمن میں سربلندی ہے	شجر ہو جاتے ہیں پیدا زمیں میں تخم پہنے سے	اسیر
محفوظ ہیں جہان میں آفت سے خاکسار	اسپِ گلی کو کیا خطرِ تازیانہ ہے	״

غرور

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
سرِ مغرور کو جمعیتِ دنیا جھکاتی ہے	نہیں دیکھی چمن میں ہم نے شاخِ بار وسیدہ ہی	آتش
زور آوری پہ اپنی نہ سرکش کرے غرور	عاجز نہیں خدا کا غضب قومِ عاد سے	״
گدا و شاہ برابر ہیں خاک کے نیچے	لحد میں ساتھ یہ قصرِ بلند بام نہیں	״
نہ کر شدیز گلگوں پر غرور اتنا بھی اے خسرو	پیادے روندینگے کل آج ہے تو شہسوار انکو	״
مغرور ہو نہ حسن جوانی پہ آدمی	پیری نے آسماں کی کمر کو جھکا دیا	״
نت گلوں پر پھول اتنا مت خزاں کو بھول جا	چلتے چلتے بلبلوں کو یہ سناتی ہے بہار	تراب
حسنِ دو روزہ پہ ناحق ہے یہ صاحب کو غرور	اسقدر ہے نشۂ معجونِ آب و گل عبث	رند
خوشی ہے عارضی نہیں کچھ اسکا اعتبار	دو دن کے حسن پر عبث اتنا غرور ہے	״
نہ ہو آغاز پہ نازاں مآلِ کار کو دیکھے	یہ پتلا خاک کا کیوں آسماں پر سر اٹھاتا ہے	״
خدا کے قہر سے ڈر اے پھول دولت پر نہ او منعم	خزانہ تیرا کچھ افزوں نہیں ہے گنجِ قاروں سے	״
پست ہمت ہے وہی آپ کھینچے ہے جو دور آپ کو	سایۂ طائر ہو جوں وقتِ پریدن زیرِ پا	جرأت
فرشِ گل پر منعمو نخوت سے مت پھیلاؤ پانو	کل یہی چادر تمھیں پہ ہوگی پھیلائی ہوئی	״
کیا آسماں پہ کھینچے کوئی میر آپ کو	جانا جہاں سے سبکو مسلم ہے زیرِ خاک	میر
کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی	سایۂ دیوار ہوا چاہیے	״

سحر — مغرور ہی کس بات پہ؟ اے منعم غافل!
جائیگا نہ تو قبر میں اس جاہ و حشم سے

غالب — عزۃ اوج مکاں عالم امکان نہو
اس بلندی کے نصیبوں میں ہی پستی ایکدن

آباد — کس لیے سر میں حکومت کی ہوا بھرتا ہی؟
دیکھ مدت سے ہی اورنگ سلیماں خالی

وزیر — جو اہل نظر ہیں کبھی خود بیں نہیں ہوتے
دیکھو کہ ہی اس عیب نمایاں سے بری آنکھ

ناسخ — سروساماں یہ ہی کیا کبر کہ ایکدن غافل
جسم سے سر ہی جدا سر سے ہی دستار جدا

〃 — سر اٹھا کر جو چلا اس دشت وحشت خیز میں
پار تلووں سے وہیں خار مغیلاں ہو گیا

〃 — کیوں سلاطین زمانہ آگئے ہیں یاد یہ؟
تختہ تابوت جب تخت سلیماں ہو گیا

〃 — آج تو پوشاک پہ مرتا ہی کل تو دیکھیو!
جائیگا نباش تیری لاش عریاں چھوڑ کر

〃 — تعمیر پہ جو مرتے ہیں نافہم ہیں ۔ مگر
لیجائینگے اٹھا کے در و بام دوش پر!

مستعان — ذرہ تو تکبر میں غلو ہرگز نہ کر ۔
یہ تکبر پل میں ہو زیر و زبر

ناسخ — سرکشی شمع کی لگتی نہیں گر انکو بری
لوگ کیوں بزم میں گلگیر لیے پھرتے ہیں؟

〃 — کاسہ چینی پہ اے منعم اتنا غرور
ہمنے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سر فغفور کو

〃 — کیا غرور اتنی عمارت پہ کہ اکثر غافلو!
شہر کل آباد دیکھا ۔ آج ویراں ہو گیا

〃 — ہوا جو خود نما اس باغ میں جلدی فنا ہوگا
قیام رنگ گل تا ہستی بو ہو نہیں سکتا

〃 — ہی سالکوں کو راہ تعلّی سے اجتناب
کیا ہو بغیر پستی کے آب رواں بلند؟

〃 — دلا نہو جیو خود بیں ۔ کہ نقص ہونے لگا
جو دھیان بدر کو آیا ہوا کمال مجھے

〃 — غافلو! کرتے ہو کیا اپنی سواری کا غرور؟
ایکدن ہوگی جنازہ سے بدل یہ پالکی

مغرور کو ذلیل بھی ہونا ضرور ہے
اُسکی یہی سزا ہے کہ جسکو غرور ہے — شکو

بچنا سدا برائے خدا اِس قصور سے
یارو کبھی کسی پہ نہ ہنسنا غرور سے! — ״

جس سر کو غرور آج ہے یہاں تاجوری کا
کل اُس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا! — میر

مت ہو مغرور اے کہ تجھ میں زور ہے!
یہاں سلیمان کے مقابل مور ہے — ״

یہاں سرکشاں جو صاحبِ تاج و لوا ہوئے
پامال ہو گئے۔ تو نجانا کہ کیا ہوئے — ״

رکھ سمجھکر پاؤں حشمت میں نہ اتنا سر اٹھا!
ہاتھ خالی دیکھ لے! دنیا سے اِسکندر اُٹھا — آباد

جب ہوا مغرور انساں روشنیِ دل کہاں؟
بزم میں آتے ہی گُل کر دیتی ہے صرصر چراغ — اسیر

سمجھتا ہے یہ اپنے دل میں مغرور
زمیں ہے۔ آسماں ہے! اور میں ہوں — ״

زیرِ زمیں پڑے ہیں وہ آج کیسے غافل!
کل تک دماغ جنکے بالائے آسماں تھے! — ״

ثبات بحرِ جہاں میں کہاں ہے سرکش کو
کہ سر اُٹھا کے کوئی دم حباب رہتا ہے — ״

ظلم و ستم کے انجام

کاٹینگے اپنے ہاتھ سے اپنا گلا وہی
کاٹے جنھوں نے اوروں کے ناحق گلے بہت — ترار

پھولتے پھلتے نہ دیکھا شاخ کو تلوار کی
وہ نہیں سرسبز ہوتا جو غریب آزار ہو — رند

سیخِ دشمن سے تو پیدا ہو تندرستی نہیں
کب تپِ شیر اُترتی ہے کسدن و سر جاتا رہا؟ — آتش

سزا ضعیف کا ایذا دہندہ پاتا ہے
وہ زرد ہوتا ہے جو کشتِ زعفراں کاٹے — ״

گو کرے احسان ظالم پر ہو کیا اسکا کوئی؟
کب کرے روشن بھلا زنبور کا چھتا شمع؟ — وزیر

وزیر	دیکھ لے اگلا زِ عالم میں ہے کس ظالم کو عیش؟	پھول کتنے ہیں سپر میں ایک پھل تلوار میں!
ناسخ	ناتوانی سے پناہ اے ظالمو مانگا کرو	دیکھ لو! اک بال ہے بازو شکن شمشیر کا +
〃	پناہ ملتی ہے خلقت کو مرگِ ظالم سے	جو کر گدن کو کریں قتل ہو سپر پیدا! +
〃	موذیوں کا خانماں برباد کرتا ہے فلک	جب نہ تب آتی ہے آفت خانۂ زنبور پر +
〃	موذی کو بعد مرگ بھی آرام ہے محال	کس طرح زیرِ تیغ نہ گینڈے کی ڈھال ہو
اسیر	موذیوں کو پستیِ قسمت ہے دولت میں نصیب	سینکڑوں ہیں چاہ صحنِ خانۂ زنبور میں +
〃	بیجا ہے اہلِ ظلم سے امیدِ فیض کی	کوڑی ہی کٹار کی نہیں ملتی فقیر کو +
〃	اپنے بیگانے کی بھی رکھتے نہیں ہرگز خبر	ہیں جو موذی ہر جگہ چلتے ہیں مثلِ مار کج
ذوق	موذیوں کو حق نہ دے آنکھیں کہ تا لاویں بلا	عین حکمت بھی کہ معدوم البصر عقرب ہے +
نسیم	موذی کا ہے کمال بھی انجام کو گزند	ہے خوف جتنی تیز ہو تلوار کی زباں +
ناسخ	جو ضعیفوں کو ستائیگا سزا پائیگا	آپ دکھ پاتے ہیں جو روندتے ہیں خار کو +
〃	کیا بچیں گردشِ افلاک سے جو ہیں خونخوار	کام کیونکر نہ پڑے سان سے تلواروں کو +
〃	منعمِ موذی کے گھر کو اہلِ حاجت لوٹتے ہیں	مانگتا ہے کب کوئی جا کر عسل زنبور سے؟
〃	خاکساروں کو نہ دے ایذا! کہ ظالم! ایک ہے	ہاتھ اٹھانا پاؤں سے پامال کرنا خار کا +
〃	موذی اپنے مال سے بھی منتفع ہوتے نہیں	موم سے کیا روشنی ہو خانۂ زنبور کی؟
+	خوں بہائیگا کسی کا جو کوئی تلوار سے	وہ بھی مارا جائیگا آخر اسی تلوار سے +

بغض اور کینہ

انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا	جس سینہ میں کینہ ہے وہ سینہ نہیں اچھا	ناسخ
آزاد ترے سینہ میں کینہ نہیں رکھتے	جس سینہ میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں رکھتے	رند
ہو کسی کو مجھ سے کینہ پر مجھے کینا نہیں	صاف ہے آئینہ بے زنگ یہ مینا نہیں	ناسخ

دل شکنی

دل سے خوش طرح مکاں پھر بھی کہیں بنتے ہیں	اس عمارت کو ٹک اک دیکھ کے ڈھایا ہوتا	میر
ہوا جب دل شکستہ پھر صفائی غیر ممکن ہے	گرہ پڑ جاتی ہے جس وقت دھاگا توڑ کر جوڑا	وزیر

دلداری

سارے بازار جہاں کا ہے یہی مول اے میر	جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو	میر
جی چاہے مل کسی سے یا سب سے تو جدا رہ	پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ	"
اکسیر پر مُہوّس اتنا نہ ناز کرنا	بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا	درد
یہ دل بے بہا جنس ہے اے نیاز	بہا مت اسے بن خریدار کے	نیاز
انجام کو کچھ سوچو کیا قصر بناتے ہو	آباد کرو دل کو تعمیر اسے کہتے ہیں	ناسخ
پہنچے کسی کے دل کو نہ تجھ سے اگر گزند	جاں کی طرح کریں تجھے اہل جہاں عزیز	رند

رشک اور حسد

بھاتا کچھ نہیں بجز حسد در کار حاسد کو	بھلا اس سے کہیے کیا تھا کیا گناہ آدم نے شیطاں کا	ناسخ
جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی	کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا	ذوق

تعزیر بھی خدا نے مقرر ہی خوب کی — حاسد کے واسطے یہ سزا ہی کہ کھائے رنج — جوہر

حاسد کو ایکدن نہیں صحت جہان میں — رنج حسد ہی جان ہی جبتک کہ جان میں — ناسخ

مصیبت کے وقت صبر

تنگی میں جو صابر ہو - تو حاصل ہو کشایش — بندے یہ بلا ہو نہیجے - تو دے اُسکو خدا صبر — تراب

صبر کر جو ہو سکے تجھ سے تراب! — باعث آرام جان - و دل ہی صبر — "

صبر بلا کرے صاحب بیتابی کا حاصل کیا؟ — کوئی مقلب قلبوں کا ہی منہ عبث گھبراتے ہو — میر

بہت آتا ہی یاد - اے صبر مسکیں! — خدا خوش رکھے تجھکو تو جہاں ہی! — آتش

کیمیا صبر کی اُسی کو ملے - — مثل سیماب جسنے مارا دل — رسیر

جب ہوا صبر و سکوں تیرا عمل — صبر سے مقصود کا ہاتھ آئے پھل — مستعان

لالچ اور حرص

کیا اہل طمع خیر سے ہیں دست کشیدہ! — بے مزد جنازہ بھی اُٹھاتا نہیں کوئی — اسیر

ہی طمع میں سر بسر نقصان مال — یاد رکھ یہ بات اے صاحب کمال — واصف

یہ طمع پردہ ہی چشم و گوش کا — اپنے دل سے دور کر حرص و ہوا — مستان

ہوا جو کوئی مبتلائے طمع — وہ ہوگا اسیر بلائے طمع — "

عزت تو آدمی کی قناعت سے ہی تمام — ناحق کوئی طمع سے ذلیل و حقیر ہو — تراب

طامعان یہ ہوس خیل مگس سے کم نہیں — دونوں دیکھے پاسبان خانہ قناد ہیں — نسیم

جو اُٹھاتا ہی طمع سے تھہ و پیچ ہی — طائر رنگ پریدہ کو خطر کیا جال کا؟ — گویا

توڑیں جو پانو تو بھی جہاں میں پھریں حریص
بیٹھا گیا نہ گوشے میں تیمور لنگ سے — ناسخ

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا
آفتاب ایسا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا — ״

پیٹ کا بھرنا تو کچھ مشکل نہیں
کیجیے کیا حرص بے اندازہ ہے — ״

تیرگی کب اسکی جاوے آوے کیونکر اس میں نور
آفتاب دل کو گھیرے ہے سحاب حرص — ترا

لے نہ جاوے حرص اہل فقر کو
بہہ سکے کب موج نقش بوریا؟ — درد

حرص سے پھرتا رہیگا کبتلک مثل مگس؟
ہو کے قانع بیٹھ رہ اللہ بس باقی ہوس — ترا

پڑے ہیں دل میں جسکے سو ہوا و حرص کے پھندے
انھیں آزاد مت کہنا کہ ہیں یے حرص کے بندے — ״

ضیا چاہے تو دل میں حرص دنیا کو نہ آنے دے
چراغ ایسا نہ ہو یہ سنگ اٹھا لیجا مسجد کا — اسیر

حریصوں کا شکم بھرتا ہے کوئی جمع دولت سے؟
کہ تاج زر بھی رونا ہی ہے شمع محفل کا — ״

حرص جو حد سے زیادہ ہے وہ ہے پیغام موت
زہر ہوئے انساں کو حلوا بھی اگر کھایا بہت — ״

حریصوں کو سوائے سوز غم نعمت سے کیا حاصل؟
کہ جلتا ہے فتیلہ جس قدر پیتا ہے روغن کو — ״

نیش تھا نعمت دنیا میں نہ سمجھے یہ حریص
یاد زنبور انھیں ذوق عسل میں نہ رہی — ״

ہو گئے تیمور پلے حرص جب توڑا وزیر
ہاتھ اٹھایا جاہ سے سر پر جو زیور ہونے لگا — وزیر

حرص و ہوا کو سینہ میں غافل اجگہ نہ دے
مطلب کو فوت کرتا ہے کیڑا کتاب کا — آتش

ترک لذت شرط ہے آرام ہستی کے لیے
سر کٹواتی ہے حرص قند ہر زنبور کا — ن

غیر ممکن ہے کبھی آرام سے سوئیں حریص
ہاتھ تو کھنچتا نہیں ہے پانو پھیلا سکتا — ״

مونھ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا — ذوق

ذوق
یہ تنگناے دہر نہیں منزلِ فراغ
غافل نہ پانوں حرص کے پھیلا سکیڑ تو

ناسخ
ترکِ لذت کر دلا ایسا نہ ہو تجھکو گزند
نوش تو سمجھے ہے جسے پہلے نیش ہے زنبور کا

ایک تمغاے جوانمردی ہے ناسخ ترکِ حرص
عمر بھر میں ہے دمِ آب اکتفا تلوار کو

توکّل

آتش
خدا پر رکھ نظر طالب اگر ہے دین و دنیا کا
یقین ہے دولتِ کونین حاصل ہو توکل سے

کرمِ حق سے ہے گلزارِ توکل سرسبز
کٹ کے دریا سے مرے باغ میں جو آئی ہے

ناسخ
ہیں جو اربابِ توکّل وہ ہوں کسکے محتاج
کشتیِ نوح کو کچھ حاجتِ ملّاح نہیں

مونہہ توکل سے فراغت میں نہ موڑا چاہیے
ہاتھ سے دامنِ قناعت کا نہ چھوڑا چاہیے

میر
کرتا ہوں اللہ اللہ درویش ہوں سدا کا
سرمایہ توکّل یہاں نام ہے خدا کا

وزیر
کب ہیں حریص بحرِ توکّل کے آشنا؟
موتی کا ایک قطرہ ہی میں کام ہو گیا

توکّل سے نہ سمجھو یہ کہ تم سست اور غافل ہو
خدا ہی پر بھروسا ہو مگر تم چست و عاقل ہو

سخاوت

آتش
اللہ کے فقیر کا دل کیوں نہ ہو سخی؟
تکیہ ہے کیسے خسروِ مسکیں نواز کا!

ناسخ
یہ دستِ جود ہی رہتا ہے سب سے بالا دست
وگرنہ پست ہے ہر نخلِ باردار کی شاخ

دینے کسی کو قابو گر انسان کا چلے
پانوں کے بدلے ہاتھوں سے راہِ خدا چلے

ظالم سے اہلِ فیض کو ہوتا نہیں گزند
ہے نخلِ میوہ دار کو رنجِ تبر کہاں؟

کر سخاوت۔ چاہتا ہی گر دلا اپنا فروغ — نام روشن ہو کے شمعِ گورِ حاتم ہو گیا — ناسخ

کرم کیا صفت ہی انھوں کو کریماں — سخن کرتے ہیں اُنکی ہمت سے اب تک — میر

رات دن سجدۂ شکرانہ ہی واجب منعم! — کہ خدا دیتا ہی اور نام ترا ہوتا ہی — وزیر

سوال کو غنیمت جان منعم! خیر چاہی گر — زمانہ کروٹیں لیتا ہی۔ یہ ہر دم نہیں لیتا — اسیر

منھ اسیہ ہی۔ (کچھ راہِ خدا میں دینا) — ہاتھ اسواسطے بائیں سے ہی دہنا بہتر — "

خالق جو کرے منعم۔ دے ہمتِ عالی بھی — قارون کی جو دولت ہو حاتم کی سخاوت ہو — "

کرتے نہیں اربابِ سخاوت کرم بند — کیوں کہیں درِ فیض کو مردانِ خدا بند — ترار

نام منظور ہی۔ توفیق سے کے اسباب بنا — پل بنا۔ چاہ بنا مسجد و تالاب بنا — ذوق

دنیا کی محبت

یہ حال ہوا اُسکے فقیروں سے ہویدا — آلودۂ دنیا ہی۔ سو بیگانہ ہی اُسکا — ترار

جس انساں کو سگِ دنیا نہ پایا — فرشتہ اُسکا ہم پایہ نہ پایا — ذوق

دنیا کی نہ کر تو خواستگاری — اِس سے کبھی بہرہ ور نہ ہوگا — آسیر

دولت کی محبت

کیا کسوٹی کی طرح سے ہو گئے ہیں دل سیاہ — کس قدر ہم غافلوں کو ہو گیا سودائے زر — ناسخ

زر کے پیچھے طالبِ زر ہو رہے ہیں کیا ہلاک — فائدہ کیا؟ نقدِ جاں بکر جو کوئی یارِ زر — "

مہیا جس نے اسبابِ ملکی اور مالی تھے — وہ اسکندر گیا یہاں سے تو دونوں ہاتھ خالی تھے — میر

ہوتی ہی جمع زر سے پریشانی آغوش — درہم کی شکل صورتِ درہم سے کم نہیں — ذوق

دسیر
اہل دنیا حرص زر میں ہو گئے کیا کیا ہلاک
زہر قاتل ہو گیا شربت انھیں دینار کا

"
دو گھڑی ہی خندۂ گل چار پہر جلوۂ مہر
کم بقا ہی وہ جسے نشۂ زر رہتا ہی

جسم اور روح

گویا
ملے ہیں روح کو شہپر برای عرش پروازی
نہو پابند اے گویا تو جسم پاے در گل کا

نسیم
صاف طینت کو کدورت ہی بدن کی خواہش
روح میں ہوں نہیں ہی جسکو کہ تن کی خواہش

ناسخ
چست ہی روح رہ شوق میں سست ہی جسم
تنگ ہی کیا ہی سبکدوش گرانبار کے ساتھ

آتش
عزیز روح کے دم تک ہی کالبد گل کا
خراب حال ہی بے مغز جب ہوا چھلکا

"
ایذا میں روح ہی تن خانہ خراب سے
پاے سمند الجھا ہوا ہی رکاب سے

وزیر
جسم کو جنبش نہیں ہوتی ہی بے تحریک روح
پانوں سے آگے چلتا ہی یہ مرکب خاک کا

اسیر
ہستی تو ہی مگر مرا نام و نشاں نہیں
بے جسم روح ہوں مجھے قید مکاں نہیں

"
روح دولت تھی جو نکلی جسم سے سمجھے یہ ہم
باہر اپنے ہاتھ سے سونے کی چڑیا ہو گئی

عالی ہمت

آتش
ہمت پس از فنا سبب ذکر خیر ہی
مردوں کا نام سنتے ہیں ہم داستاں میں

میر
دریادلی جنھیں ہی نہیں ہوتے کاسہ لیس
دیکھا ہی واژگوں ہی پیالہ حباب کا

سحر
غنی دلوں کو کسی شی کی احتیاج نہیں
فقیر کب ہوس عز و جاہ کرتے ہیں

نسیم
بشر ہو صاحب ہمت تو ہر تکلیف آساں ہی
کہ گھٹ جاتا ہی آخر چلتے چلتے طول منزل کا

ذوق
آدمیت سے ہی بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہو اور پست قامت ہو تو ہو

اسیر — باہر ہی مصلحت سے یہ جتنا خروش ہے — آہستہ بات کر کہیں دیوار گوش ہے

" — بے حقیقت ہے جو ہے آپ ثنا خواں اپنا — صاف ظاہر ہے (جو گرجے وہ بہت کم برسے)

" — لعل اُگل مونھ سے جو تجھ میں ہمت مردانہ ہے — آگ اُگلنے کو دہن مثلِ رفل پایا تو کیا!

گویا — سخن بد نہ کبھی فائدہ بخشے ہرگز — خس و خاشاک کبھی سنبل و ریحاں نہوا

آتش — حیف کی جا ہے نہووے نرم جو اسکی زبان — پرورش پایا ہوا یہ آدمی ہے شیر کا

ناسخ — ہوئی اس بزم میں بطور زباں جسکی دراز — شمع کی طرح سے سر کٹنے میں تاخیر نہیں

" — فگارِ تیغ زباں ہو بسانِ زخمِ سناں — وہاں کا زخم سزاوارِ التیام نہیں

تراب — غصہ میں بھی سخت کچھ نہ اسکو کہیے — نرمی تو یہی بہت کڑی ہے

شیدا — برنگِ کوہ رہ خاموش حرفِ ناسزا سنکر — کہ تا بدگو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

ذوق — بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے — ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

اسیر — معاذ اللہ! کیا زخم زبانِ خلق کاری ہے — لگی شمشیر میں بھی کاٹ ہے شمشیر آہن کا

" — غصہ کے وقت بھی نہ کسیکو برا کہو — لازم ہے اختیار بشر میں زباں رہے

تراب — جب تلک طاقت گفتار رہے مونھ میں زباں — کلمۃ الحق تو کہے جائیو اعلام کے ساتھ

آتش — جگر خوں ہو گیا بدگو کا اپنے چپکے رہنے سے — خموشی میں بھی مظلوموں کی نالے کا اثر دیکھا

" — یہ صدا آتی ہے خموشی سے — مونھ سے نکلی ہوئی پرائی بات

ذوق — کہے ایک جب سن لے انسان دو — کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

سیدھی چال

کجروی کو چھوڑ ظالم راستی کر اختیار
خوب دیکھا ہار ہی انجام الٹی راہ کا — انیـ

راستی ممکن نہیں کج طینتوں کے واسطے
خم نہیں جاتا کسی سے ابروئے شمشیر کا — 〃

ادنیٰ بھی ہووے نہ رتبہ اعلیٰ کو ایک دن
سیدھی جو مثل بیدق شطرنج چال ہو — ناسخ

خیریت چاہیے تو سیدھی چال چل اے مست مال
گرتے ہیں نشے میں چلتے ہیں اگر میخوار مست — 〃

راستکاروں کو ہی سبکدوشی
سرو کو بار نہیں پھل کا — ہرچند

چھوڑ دے اپنی کجی ہو راستباز
راستی تجھکو کریگی سرفراز — مستغا

سیدھوں سے منحرف ہی سدا اپنا ہی عدو
بہکا جو راستے سے گیا رہزناں تلک — سودا

گزر زندگی اس طرح سے اے درد جہاں میں
خاطر پہ کسی شخص کے تو بار نہووے — درد

نہ چل وہ چال جس سے رنج پہونچے ناتوانوں کو
کہ ہی نقش قدم سل سینۂ مور بیاباں پر — ا

راستی ساتھ تواضع کے ہی انساں کو ضرور
ہی کماں ہاتھ میں بیکار اگر تیر نہیں — 〃

خوش طریق راستبازی سے بشر کیونکر نہو
کج جو چلے یہ راہ اسکا دل میں گھر کیونکر نہو — 〃

سچ بولنا

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے
عصا ہی پیر کو اور سیف ہی جواں کے لیے — ذوق

حق کا اللہ مددگار رہا کرتا ہی
اہل باطل کیطرف روئے ظفر کیا ہوگا — جو

سچ کے آگے کہاں چلے ہی جھوٹ
پانی آیا گیا تیمم ٹوٹ — ترا

انساں کا جو کذب پر شعار آتا ہی
خاطر پہ ہر ایک کی غبار آتا ہی — ن

جوہر — سچ ہے! مزہ سے جھوٹ کے کیونکر ہو زباں خراب
کرتی ہے آدمی کو خود اُسکی زباں خراب

دل کی صفائی اور روشنی

درد — مثالِ عکس جو کوئی کہ پاک طینت ہیں
جہاں صفا ہے وہیں بود و باش کرتے ہیں

ذوق — کیا لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آتش — فروغِ ظاہری کرتا ہے کیا؟ باطن کو روشن کر
طلائی گو کہ ہو مطلب سے خارج خط جدا ہے

״ — سیاہی دور کر دل کی تو پیدا نورِ عرفاں ہو
سرِ افعی کو کچلا جسنے مال اُسکا خزانہ ہے

״ — دلِ روشن ہے روشنگر کی منزل
یہ آئینہ سکندر کا مکاں ہے

نسیم — کدورت سے تعلق کیا اُنھیں؟ جو پاک طینت ہیں
نہیں ممکن جو اُٹھے غبار سے اہلِ بیاباں کا

ذوق — صفا دل کی یہی ہے صورت کہ دل میں آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائیگی بالضرورت اِس آئینہ میں زنگ ہو کر

آباد — دل میں نہ اپنے گردِ کدورت کو راہ دے
اِس آئینہ میں کام نہیں ہے غبار کا

رند — کدورت آئینہ کی دور ہوتی ہے صیقل سے
صفائے قلب کی بے اتقا نہیں ہوتی

״ — صاف کر قلب اتقا کر کے
دیکھ اِس آئینے کو صفا کر کے

+ — چاہیے گردِ کدورت سے رہے دامن پاک
دل کے آئینہ میں زنگار نہ آنے پائے

ظاہر و باطن

ذوق — ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

تراب — تصوف سے بے تکلف ظاہر و باطن کی منفعت ہے
نہ ہو جسمیں کدورت کچھ وہ ہے صوفیِ صافی ہے

زبیر — صاف باطن ہوں نہیں زینتِ ظاہر درکار
شکلِ آئینہ بنایا ہے نمد پوش سے مجھے

صفاے ظاہری گو ہی باطن صاف ہوتا ہی / طمع سے تو صورت ہوتی ہی تغیر پوست ہی کی — ناسخ

گر آنکھہ ہی تو انساں باطن کی دید کرے / کیا کیا طلسم دفن ہیں مشت غبار میں — رر

زینت ظاہر کے جو پابند ہیں بے فیض ہیں / کسکو دنیا مین ملا سونا دم طاؤس سے — رر

آشنا معنی سے صورت آشنا ہوتا نہیں / آئینہ دل کی طرح سے حق نما ہوتا نہیں — آتش

بے فیض

بیفیض گر ہی چشمۂ آب بقا تو کیا / مانگو تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے — ذوق

دست بے فیض سے ہو پیر و جواں کو نفرت / قبضۂ شل سے سدا تیر و کماں دور رہے — رر

ہی گرہ میں قابل نقصان متاع ممسکاں / تنگ چشمی سے نہ کیونکر آب گوہر خشک ہو — ناسخ

نیستی ہمت سے بچتا ہی کوئی مال بخیل / زور سے اہل جہاں لیتے ہیں آب چاہ کو — رر

سائلوں کو دے اسی میں خیر ہی کچھ اے بخیل / جسکو تو نقصان سمجھتا ہی وہی بہبود ہی — اسیر

زمیں میں گاڑتے ہیں سیم و زر بیفائدہ ممسک / عبث کرتے ہیں اپنے گنج داخل گنج قاروں میں — رر

ساتھہ خست کے ہیں نافہم بھی یہ صاحب بخل / گنج کچھ عیب نہیں جسکو نہاں رکھتے ہیں — رر

پسند طبع نہیں ہی کسی کو وضع خلاف / کبھی خدا کا نہیں دوست جو کریم نہیں — رر

نیکنام

ہی تمناے زر و مال تو سب جائیگا چھوٹ / چھوڑ جا نیکو تو کافی ہی فقط ذکر جمیل — ذوق

داد گستر ہو نشاں منظور رکھنا ہی اگر / دیکھہ باقی عدل سے نام سلیماں ہو گیا — آباد

پاے ثبات بھی ہی نام آوری کو لازم / مشہور ہی نگین جو بیٹھا ہی گھر میں گڑ کر

جوانی اور پیری

وزیر — جو سہی قد تھا جوانی میں ہوا پیری میں خم — یہ وہ مصرعہ ہے کہ موزوں سے ہوا ناموزوں

" — پلا کے دودھ سلاتی ہے طفل دایہ کو — دلیل خوابِ اجل ہے سفید مو آیا

ناسخ — پیری میں کسنے زیست کی امید ہے ناسخ! — ناداں کوئی بجھو کا ہے نسیم سحری کا

" — کوئی دم پیری بھی اپنی ہے مثالِ صبحدم — مثلِ شبِ عہدِ شباب آنکھوں سے پنہاں ہو گیا

آتش — پیری نے قدِ راست کو اپنے نگوں کیا — محرابِ قصرِ تن کا ہمارے ستوں کیا

تراب — آیا بدن پہ ضعف قوی مضمحل ہوئے — ٹوٹا گھمنڈ تاب و تواں سب خجل ہوئے

میر — بن جو کچھ بن سکے — جوانی میں — رات تو تھوڑی ہے بہت ہے سانگ

آباد — شوخیاں بھاگینگی کوسوں دور پیری آنے دو — نشہ یہ سارا جوانی کا ہرن ہو جائیگا

اسیر — کثرتِ عصیاں سے دل تاریک موئے سر سفید — ہے عجب گھر میں اندھیرا چاندنی ہے بام پر

" — جب ہوئی زائل جوانی کیسی چہرہ کی چمک؟ — صاف روشن ہے کہ بے روغن جلے کیونکر چراغ؟

" — شباب کہتے ہیں جسکو اُسے قرار کہاں؟ — شمیمِ گل ہے رمِ آہوئے بیاباں ہے

" — اسیر اِس خانۂ تن کا بھروسا کیا ہے پیری میں! — عمارت جو پرانی ہوتی ہے ناچار گرتی ہے

اِس جہان کی ناپایداری

آباد — ہو نہ ہرگز چار دیوارِ عناصر کو قیام — گھر بنائے کوئی بہرِ حفظ اگر فولاد کا

آتش — کون سے دن نئی قبریں نہیں بنتی آتش؟ — یہ خرابہ وہی عبرت کا مکاں ہے کہ جو تھا

" — نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا — مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے!

ڈھو کھا ہی تمام بحرِ دنیا — دیکھیگا - کہ ہونٹ تر نہو گا + — میر

کچھ نہیں بحرِ جہاں کی موج پر مت بھول میر! — دور سے دریا نظر آتا ہی - لیکن ہی سراب + — ر

جمشید جسنے وضع کیا جام - کیا ہوا؟ — وہ صحبتیں کہاں گئیں کیدھر وہ ناؤ نوش؟ — ر

چشمِ دل کھول اُس بھی عالم پر — یہاں کی اوقات خواب کی سی ہی! — ر

اُس منزلِ جہاں کے باشندے رفتنی ہیں — ہر اک کے ہاں سفر کا سامان ہو رہا ہی + — ر

ہر کوئی اس مقام میں دس روز — اپنی نوبت بجائے جاتا ہی + — ر

آخرِ کار جہاں سے ہوا گر آگاہی — صاحبِ خانہ نظر آنے لگیں مہماں سے + — آتش

ہمارا ہر نفس اک بادبان ہی — روانہ کشتیِ عمرِ رواں ہی + — ناسخ

رہا کوئی گر تا قیامت سلامت — پھر آخر کو مرنا ہی - حضرت سلامت! — قا

ہستی اپنی حباب کی سی ہی — یہ نمایش سراب کی سی ہی + — میر

ابر کیا گھر گھر کے آیا - کھل گیا! — بس ثباتِ بحرِ دنیا کھل گیا + — وزیر

یہہ خانۂ ہستی ہی عجب خانۂ رنگیں — ای ذوق! مگر سستی بنیاد غضب ہی + — ذوق

نہیں ثباتِ بلندیِ عز و شاں کے لئے — کہ ساتھ اوج کے پستی ہی آسماں کے لئے — ر

تھا ملک جنکے زیرِ نگیں صاف مٹ گئے — تم اس خیال میں ہو - کہ نام و نشاں رہے — میر

وہ کسریٰ کہ ہی شور جسکا جہاں میں — پڑے ہیں گے اُسکے محل آج سونے + — حسن

سکندر نہ ہو کے ملک سات اقلیموں کا لشکر کو — گیا دستِ تہی یہاں سے - یہ کچھ لیکیا جا + — ر

دنیا کو کچھ ثبات نہیں مثلِ نقشِ آب — چشمِ فلک سے دیکھ - کہ دریا حباب ہی + — وزیر

ناسخ — شمع کافوری جلاتے تھے سوا انکی قبر پر
دیدۂ غولِ بیاباں سے چراغاں ہو گیا

" — کیوں نہ آئینہ ہو حیراں - کہ سکندر تو کہاں؟
نہیں ہوتا کہیں اب عکسِ سکندر پیدا

" — داستاں صیاد و گلشن کی فقط رہ جائیگی
نے ثباتِ گل ہمیشہ نے بقائے عندلیب

" — میں ہوں کیا چیز دلا! خاک نشیں ہو ضعیف
کر دیا موت نے اورنگِ سلیماں خالی

نیاز — دنیا سرا ایسی نہیں - آ کر جہاں رہ جائیے
بس شب کی شب آئے رہے - اور پھر گجر دم چل بسے

درد — جتنی بڑھتی ہے - اتنی گھٹتی ہے -
زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے

" — ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا -
پھر کھلتے ہی آنکھ سو گئے ہم

تراب — رکھ نہ - او ناداں! بھروسا عالمِ ایجاد کا
طور اس گلزار میں ہے نکہتِ برباد کا

آتش — عدم کو بازگشتِ روح ہے اک دن ہستی سے -
ارادہ بندھ رہا ہے مصر سے یوسف کو کنعاں کا

+ — کیا بھروسا ہے زندگانی کا؟
آدمی بلبلا ہے پانی کا

اسیر — جو عاقل ہے - اٹھا دل سے تعلق ہر فانی کا
دم آیا - یا نہ آیا - کیا بھروسا زندگانی کا؟

آتش — بلبلِ شیدا کے نالوں سے یہ آتی ہے صدا -
فصلِ گل ہے چار دن سیرِ گلستاں کیجیے

" — سمندِ عمر کو - اے تند رو! اے شوقِ آسایش
عناں گسستہ و بے اختیار راہ میں ہے

" — ہستیِ فانی سے قصدِ روح ہے سوئے عدم
دل کو خوش شوقی ہے غربت سے وطن چلا ہوں میں

ظ — عجب کیا چھوٹے روح سے خانۂ تن -
لٹے راہ میں کارواں کیسے کیسے!

جرأت — جو ہوا بحرِ جہاں کی ہے کہ مانندِ حباب
یک نفس ہر کوئی یہاں آ کے ابھر لیتا ہے

مہر — گرم رفتن ہے کیا سمندِ عمر!
نہ لگے جسکو باد کا گھوڑا -

دنیا میں دیر رہنا ہوتا نہیں کسی کا — یہ تو سرائے فانی اک کارواں سرا ہے — میر

بہارِ باغ دو دن ہے غنیمت جان اے بلبل! — ذرا ہنس بول لے ہو گو مزہ پرواز جی بھر کر — مومن

ہے دلا! کسکو دوام اس گردشِ افلاک میں؟ — خاک کے پتلے ہزاروں مل گئے ہیں خاک میں — ناسخ

اس باغ میں ثبات ہے گل کو نہ خار کو — اسفل رہے جہاں میں نہ عالی نسب رہے — ایضاً

رخصت ہے نسیم جلد دیکھو! — کر لو گر ہو سکے بھلائی — نسیم

دنیا آرام اور خوشی کرنے کی جگہ نہیں

وحشت آبادِ جہاں میں نہ کر آرام طلب — کب مسافر کو ملا چین دہِ ویراں سے؟ — آتش

چاہتے ہیں جو مزہ دنیا میں ناداں ہیں اسیر! — نخلِ حنظل ہے یہ شیریں اسمیں کوئی پھل نہیں — اسیر

ایک دن بھی نہ ملا بحرِ جہاں میں آرام — ہو گئی عمر بسر کشتیٔ طوفانی میں — ایضاً

لذتِ نعیم کہاں ممکن کہ جو موذی ہے جہاں — نیش سے خالی نہ پایا شہد اس زنبور کا — ایضاً

غضب ہے منزلِ ہستی میں آسایش طلب کرنا — ہجومِ خواب سے رہرو نے ہے آخر خلل پایا — آتش

کیا سمجھ کر بحرِ ہستی میں کروں راحت طلب؟ — دیکھتا ہوں سرنوشتِ دریا میں بیخوابِ موج — ایضاً

جو نہ رنگ رنج و ماتم کا یہاں نمود ہوتا — تو زمیں نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا — ذوق

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہ گیں نہیں — اس غمکدہ میں آہ! دلِ خوش کہیں نہیں — میر

عیش ہے عاریت اس باغ میں اور رنج مدام — کیا ہوں گلبن سے بھلا گل کی روش خار جدا — ناسخ

باغِ عالم میں ہے نافہموں کو بے برگی کا غم — سبز پتے اس چمن سے زرد ہو ہو کے گئے — آتش

آتش	ہنستے ہیں اہلِ جہاں گل کی طرح کیا آتش	مثلِ شبنم گئے اس باغ سے مہمان روکے
"	سوائے رنج کچھ حاصل نہیں ہے اس خرابے میں	غنیمت جان جو آرام تو نے کوئی دم پایا

رنج کے بعد راحت اور غم کے بعد خوشی ہے

گویا	ریاضِ دہر میں ہے بعد رنج راحت بھی	کہ پھول کھلتے ہیں ہوتا ہے جب گلاب قلم
اسیر	بے مشقت نہیں ہوتی کبھی راحت حاصل	غرقِ دریا ہوا غواص تو گوہر پایا
"	اٹھائے رنج تو بڑھا ہے آبروئے بشر	عزیزِ خلق کہاں گوہرِ یتیم نہیں؟
سُہ	مثل ہے یہ مشہور - اے ذی شعور!	کہ ہے رنج کے بعد راحت ضرور
سمعان	جسنے محنت کی سو اجرت پائیگا	جسنے کوشش کی نہ وہ پچھتائیگا
	یہ صدا آتی ہے آتش بحرِ ہستی سے مجھے	گوہرِ مقصود اس دریا سے باہر پائیگا

آدمی کے حالات

تراب	خدا کی شکل پر آدم بنا ہے	یہ آدم کیا عجب عالم بنا ہے!
آتش	حکمت سے ہے یہ خاک کا پتلا بنا ہوا	نور آنکھ میں ہے اسکے تو مغز استخواں میں ہے
"	جسم کو جانتے ہیں صنعتِ دستِ قدرت	روح کو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امرِ رب ہے
"	نفسِ شقی بھی روح کے ہمراہ تن میں ہے	یوسف کے ساتھ گرگ بھی اس پیرہن میں ہے
"	موذیوں کا بھی ہے یہ خاک کا پتلا موذی	زیرِ پاپوش ہے سرِ مار تو سرِ عقرب ہے
نسیم	ایک کا ہے ایک شاکی ایک سے ہے ایک تنگ	حال اپنا ہے دگرگوں حال دنیا دیکھ کر

موت نے کر دیا ناچار - وگرنہ انساں
ہے وہ خود بیں - کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

راست گو کون ہے ایسا - کہ زباں میں ہو نہ فرق
شمع کی طرح مرا سر ہو جو سو بار جدا

بہت ہی اپنے تئیں ہم تو خوار پاتے ہیں
وہ کوئی اور ہیں - جو اعتبار پاتے ہیں

صاحبِ حال نہ ہمکو نظر آیا کوئی
دیکھ پڑتے ہیں جہاں میں تو خوش اوقات بہت

خونِ ابنائے جہاں کا ہے یہاں تک شیدا
شیرِ مادر یہ سمجھتے ہیں لہو بھائی کا

مائلِ عصیاں ہے دلِ اہلِ جہاں کا چہرہ صاف
گھر تو ہے تاریک روشن ہے پر نورِ شمع

پدر ہے قاتلِ فرزند جس میں وہ یہ دنیا ہے
پسر کے خون سے جوہر ہوئے تیغِ رستم کے

بارِ عصیاں سر پہ ہے گویا بہت
کیا اٹھائیں سر جھکے جاتے ہیں ہم

نہ اٹھیگا مرا سر روزِ محشر آگے خالق کے
یہی گریۂ عصیاں کی مرے سر گرانی ہے

گنہگاری میں ہمکو کوئی مطعون نہ کرے
ہاتھ میں نامۂ اعمال لئے پھرتے ہیں

مرکب ہے یہ سراپا خطا سے اور نسیاں سے
خیالِ خام ہے انساں کو دعوا بیگناہی کا

کیونکر کہیں کہ ہم نہیں کرتے کبھی خطا؟
معصوم ہے جو جرم و معاصی سے پاک ہے

میں وہ عاصی ہوں - کہ روزِ حشر ہر عضو سے
آئیگی آواز - (یا غفار - یا غفار) کی

نفس امارہ کی برائیاں

ذکرِ دنیا نفسِ مردہ کو ہوا ماء الحیات
مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارہ ہو گیا

نفس بیقدر کو قدرت ہو گر تھوڑی بھی
دیکھ پھر سامان اس فرعون بے سامان کے

یہ نفس وہ سرکش ہے کہ مارا نہیں جاتا
یہ جن کسی عامل سے اتارا نہیں جاتا

شاعر	مصرع اول	مصرع ثانی
اسیر	دانا ہی تو اگر۔ تو نہ کھانا فریبِ نفس	رہزن ہی سنگِ راہ ہی شیطاں ہی غول ہی

کج فہمی و کج نہادی

شاعر	مصرع اول	مصرع ثانی
ذوق	رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم	کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
ہرچند	کج نہادوں کا خانداں ہو خراب۔	کب بسا خانہ کماں دیکھا؟
اسیر	خود جو کج ہیں۔ تو کجی سے ہی محبت انکو۔	کج اداؤں کے بدلتے نہیں تیور ابرو
رر	باغ عالم میں مجھے کجروشی سے کیا کام؟	راستی سرو کی صورت ہنر ذاتی ہی

آدمیت

شاعر	مصرع اول	مصرع ثانی
آباد	گر نہیں عقل۔ تو پھر فرق ہی کیا حیواں سے؟	آدمیت کرے۔ لازم ہی کچھ انسان پیدا
اسیر	تجھے ہی ہر کس و ناکس سے آدمیت شرط۔	جہاں میں دیدۂ مردم شناس ہو۔ کہ نہ ہو
ذوق	گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہیں	بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہیں
رر	آدمیت اور شی ہی۔ علم ہی کچھ اور شی۔	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

اپنے عیب دیکھنا اور دوسروں کے ہنر اور کسی کو حقیر نہ سمجھنا

شاعر	مصرع اول	مصرع ثانی
ذوق	بنکے آئینہ دیکھے ہی پہلے آپ گر۔	ہنرور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں
ناسخ	بڑوں سے برا آپ کو جانیو تو	اگر۔ اے دل! اپنا بھلا چاہتا ہی
رر	کیا کسی ناچیز کو ناچیز ہم سمجھیں بھلا!	آنکھ پر رکھتے ہیں اکثر وقت حاجت کاہ کو
ذوق	اے ذوق! کسکو چشمِ حقارت سے دیکھیے؟	سب ہم سے ہیں زیادہ۔ کوئی ہم سے کم نہیں

مصرع اول	مصرع دوم	
مطلب کسی کے عیب سے کیا ہی؟ ہنر پسند!	چنتے ہیں پھول ہم شجر خاردار کے	ا۔

علم و ہنر

مصرع اول	مصرع دوم	
صاحب علم و ہنرمند کی سب کرتے ہیں قدر	نہیں ہوتا ہی کبھی بے ہنر انسان عزیز	ترا
جاہل کو خبر علم کے درجہ سے کہاں ہو؟	خوبی ہنر مرد خبردار سے پوچھو	״
ہنر کو کچھ آپ میں ہو۔ باپ میں ہوا تو کیا؟	کہیں پسر کو بزرگی پدر کا ترکہ ہی؟	״
جو علم نہ رکھتے ہو۔ تمیز اسکو کہاں سے؟	جاہل کی نظر میں ہیں کتابیں سبھی ردی	״
ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہیں۔ کہ نہیں	چنار کو تہی دستی سے نقص جوہر کا	سود
خاتم ملکِ سلیماں علم ہی۔	جملہ عالم صورت۔ و جاں علم ہی	مست
حیواں کی برابر ہی نہیں جسمیں ہی جوہر۔	انسان سمجھتے ہیں ہم انساں کو ادب سے	اسیر
عیب آدمی کا ہی۔ جو رہے اس میں نقص	مطلق جہاں نہ میر رواجِ ہنر رہے	میر
عالم ہوا جو چاہے تو سینہ میں علم رکھ	غالب یہ ایک لاکھ سفینہ پہ حرف ہی	جرأت
چاہے شکستِ جہل۔ تو تحصیل علم کر۔	وابستہ یہ طلسم ہی لوحِ کتاب کا	آتش
بیٹھکر سیر ملک کی کرنا	یہ تماشا کتاب میں دیکھا	مس
علم و فن کی قدر نہو صاحب ہنر کے سامنے	قیمتِ جوہر نہو وے بے بصر کے سامنے	ہرحیـ
افسوس ہی انسان نہو علم کا جویا۔	وہ مال ہی یہ۔ صرف سے جو کم نہیں ہوتا	آتش

شعر و سخن

مصرع اول	مصرع دوم	
مطلب میں صفا ہو یہ تکلف ہی زباں کا۔	دقت ہو معنی میں تو کیا لطف بیاں کا؟	ـب

میر	عبارت خوب لکھی شاعری انشا طرازی کی	ولے مطلب ہی کم۔ دیکھیں تو کیا ہو حاصل
ناسخ	دن رات ہی یہی سفر خشکی و تری	رکھتا ہوں کام شعر کے بحر و زمین سے
"	کب عدن سے زمین شعر ہی کم	دُرِ مضموں سوا اخراج نہیں
آتش	یہ شاعر ہیں الٰہی یا مصور پیشہ ہیں کوئی	نئے نقشے نرالی صورتیں ایجاد کرتے ہیں
"	بیقدر ہی سخن۔ خوش سخنداں کوئی نہیں	قدر اس گھر کی ہوتی ہی گوش فہیم سے
"	باندھتا ہوں شعر میں مضموں طلائی رنگ کے	مرغ زریں صید کرتا ہوں میں اپنے جال سے
"	فکر رنگیں ہمکو دکھلاتی ہی گھر بیٹھے بہار	مثل بلبل نالہ کرنے کو چمن کیا چاہیے
"	آتش زمین شعر ہو ہر چند سنگلاخ	لغزش سے آشنا نہیں اہل سخن کے پانو
"	عیب شاعر کو لگا دیتا ہی آتش نقص شعر	داغ جب پھل میں لگا عیب شجر میں داغ ہی
اسیر	شعر کیوں اپنے پسند آئیں نہ شاعر کو اسیر	کس کو مرغوب نہیں اپنے پسر کی صورت

مکر و فریب

"	ہوں خمیدہ۔ تو حذر شرط ہی مکاروں سے	بھاگنا چاہیے گرتی ہوئی دیواروں سے
آتش	پناہ! اے پُر فریبو! قہر سے اللہ کے بانکو	سزا دیتا ہی حاکم آدمی کو قلب سازی سے
ناسخ	ہیں زمانہ میں جو مکار اُنسے ہی مجکو گریز	جانتا ہوں شیر اس صحرا میں ہر روباہ کو
"	نہ مکر و زور کا کر ناسزا انجام	کہ ہوگا اس سے بد تر تیرا انجام

دوستی

درد	کیا سیر سب ہمنے گلزار دنیا	گل دوستی میں عجب رنگ و بو ہی

دوست و دشمن میں زمین و آسمان کا فرق ہے — لطفِ عیسیٰ اور ہے جورِ بلا کو اور ہے — جوہر

کمالِ دوستی اندیشۂ دشمن نہیں رکھتا — کسی بھونرے سے کس دن کوئی یاسمن بگڑا — آتش

ناقص ہے دوستداری میں کامل نہیں ہے تو — دشمن سے بھی غبار اگر دل میں رہ گیا — ″

تراب اس سے مل جو نہ چھوٹے کبھی — دل اک بیوفا سے لگایا تو کیا؟ — تراب

بیغرض کوئی نہیں دنیا میں دوست — ہم نے سب یاروں کی یاری دیکھ لی — سحر

دوستی تھی نہیں ہرگز فرومایہ کے ساتھ — روح جنت کو گئی جسمِ گلی یہاں رہ گیا — آتش

کسی کا یار برے وقت میں نہیں کوئی — نہ دیکھا روح کو ہوتے شریکِ تنِ مٹی — ″

دوست دنیا میں نہیں کوئی کسی کا بیغرض — ہو گئی جب صبح شمعِ مردہ کا پھر غم نہیں — ناسخ

ملے کس کو ایسا کہیں آشنا — کہ ہوتا دمِ واپسیں آشنا — تراب

دیکھ ڈالے اس جہاں کے آشنا — بیوفا ہیں سب یہاں کے آشنا — ″

چاکِ پیراہنِ گل پر تو نہ بھول اے بلبل — جامۂ یارانِ لباسی کا قبا ہوتا ہے — مومن

نہیں قول سے فعل تیرے مطابق — کہوں کس طرح تجھکو اے یار صادق — رنا

کرتا ہے کون کسکی امداد وقت بد میں — ہے آشنا وہی جو کام آشنا کے آوے — ″

ٹھہرا نہ یہاں قدم کسی کا — مشکل ہے مقام دوستی کا — آ

ایفائے وعدہ

وعدہ جھوٹا نہ کرے وہ مرد نہیں — قول سے فعل جب خلاف ہوا — آتش

سن اے غارتگرِ جنسِ وفا سن — شکستِ قیمتِ دل کی صدا ہے — غالب

شاعر	مصرع اول	مصرع دوم
وزیر	لب پر تو نہ لا وعدہ خلافی کے سخن کو	جھوٹا نہ کہیں جوہری اس لعلِ یمن کو
ذوق	ہم ہیں غلام اُنکے جو ہیں وفا کے بندے	اسکو یقین جانو گر ہو خدا کے بندے
مستعان	عہد و پیماں توڑنا ہے احمقی	بیوفا ہرگز نہ ہووے متقی
اسیر	باوفا بے وفا نہیں ہوتے	حرفِ مدغم جدا نہیں ہوتے

خزاں

شاعر	مصرع اول	مصرع دوم
آتش	نہ تو بلبل نظر آتا ہے چمن میں نہ تو گل	اک طرف برگِ خزاں ڈھیر ہے اک سو کانٹے
"	کوچ کرتی ہے بہار آتا ہے ہنگام خزاں	روتے بلبل رکھ کے مونہہ پر گل کا داغ ہیں
میر	رنگِ ثباتِ چمن کا اُڑایا بادِ تند خزاں نے سب	برگ و بار نورس گل کے غنچے جھڑ جاتے ہیں
ناسخ	گر خزاں آتی ہے پھولوں کے ساتھ	پر عنادل کے گرا کرتے ہیں
تراب	جس دن سے خزاں آئی ہے کچھ اور ہوا ہے	پر بلبل و گل باغ میں بے برگ و نوا ہے
رند	رنگت چمن کی بادِ صبا سے بدل گئی	بلبل اُداس ہو کے چمن سے نکل گئی
اسیر	آئی خزاں فسردہ ہوئے گل گئی بہار	طوطی چمن میں یوں چہکا عندلیب کا
"	کیسے کیسے گل خزاں کے جور سے مرجھا گئے	پتا پتا اِس چمن کا ہاتھ مل کر رہ گیا
"	لوٹا خزاں نے جامۂ زیبائے چمن	ہر نخل شکل ساعدِ بے آستیں ہوا

باغ و بہار

شاعر	مصرع اول	مصرع دوم
تراب	گل کھلے پھول گئی مارے خوشی کے بلبل	چہچہے کرتی ہے کیا اُسپہ مٹا یا آیا
رند	گل کھلتے ہیں چہچہے کرتا ہے بلبل	یارب رہے آباد یہ گلزار ہمیشہ

نزدیک آچکی ہی سواری بہار کی — برگِ خزاں رسیدہ گلستاں سے دُور ہوں — آتش

کیا چمن شگفتہ ہیں کیا بہار آئی ہی — کیا دماغ بلبل میں بوئے گل سمائی ہی — ״

باغ میں دکھلا رہی ہی اپنی نیرنگی بہار — کثرتِ گل سے بوٹا بوٹا ہی دُمِ طاؤس ہی — ״

ہرا بھرا رہے اے باغباں ترا گلزار — دماغ تازہ رہیں نکہتِ بہار سے — ״

بلبلوں کا نکہتِ گل سے معطر ہی دماغ — غنچے کیا چٹکے ہیں شیشے ٹوٹے ہیں عطار کے — ״

گل پھولے سماتے نہیں ہیں جامہ میں اپنے — اُڑی یہ شگوفہ ہی نسیمِ سحری کا — ״

بہارِ گلستاں کی ہی آمد آمد — خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے — ״

گلستاں کے ہیں دونوں تختے بھرے — بہار اِس طرف اُس طرف ابر ہی — میر

ہی جوشِ گل بہار میں یہاں تک کہ ہر طرف — اڑتے ہوئے الجھتے ہیں مرغِ چمن کے پانوں — غالب

اُگ رہا ہی در و دیوار سے سبزہ غالب — ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہی — ״

آمدِ بہار کی ہی جو بلبل ہی نغمہ سنج — اڑتی سی اک خبر ہی زبانی طیور کی — ״

بہار آئی ہی چٹکا ہی جب کوئی غنچہ — تو پھول پھول کے بیٹھا ہی باغباں کیا کیا — رند

پیغامِ بہار آن پہونچا — بلبل کیا کیا چہک رہی ہی — ״

فیض بخشی کر رہا ہی باغ میں ابرِ بہار — بھر دئے غنچوں کے کیسے سیم و زر سے تھے — بحر

جھنکارتے ہیں مرغِ خوش الحاں نئے نئے — دکھلا رہا ہی رنگ گلستاں نئے نئے — آتش

چمنستاں کی گئی نشو و نما پھرتی ہی — رُت بدلتی ہی کوئی دن میں ہوا پھرتی ہی — ״

بہار آئی مرادِ چمن خدا نے دی — شگفتہ غنچہ ہوئے بوئے گل صبا نے دی — ״

میر — بہار آئی کھلے گل پھول شاید باغ و صحرا
جھلک سی مارتی ہے کچھ سیاہی داغ سودا میں

" — موسم ہے نکلے شاخوں سے پتے ہرے ہرے
پودے چمن میں پھولوں سے دیکھے بھرے بھرے

" — آئی بہار نکلے چمن میں ہزار گل
دل جو کھلا فسردہ تو جوں بے بہار گل

سحر — بلبل شگفتہ دل ہیں چمن میں برنگِ گل
مطلق خزاں کا خوف نہیں ہے بہار میں

ناسخ — ولا فصلِ بہاری ہے جنوں اُبھرے گا سر میں ہے
گلستانِ جہاں میں جو شجر ہے بیدِ مجنوں ہے

رند — بہار آئی جوانانِ چمن کیا کیا اکڑتے ہیں
چمن شفاف ہوتے ہیں خس و خاشاک جھڑتے ہیں

" — چہکتے ہیں مرغِ چمن کیسے کیسے
کھلے ہیں گل و یاسمن کیسے کیسے

آتش — بہار آئی ہے عالم ہے گل و نسرین و سوسن کا
جوانانِ چمن نازاں ہیں اپنے اپنے جوبن پہ

ناسخ — فصلِ گل میں ہے غنا مرغِ چمن کی آواز
سازِ مطرب سی ہے اوراقِ شجر کی آواز

" — ہے فصلِ گل سے کام نہ گلزار سے غرض
رکھتا ہوں بلبلو گلِ بے خار سے غرض

اسیر — سارے عالم میں کھلا گل اتنے ای ابرِ بہار
خانۂ صیاد بھی ہو جائے باغِ عندلیب

" — کیا لالِ زمانہ کو کیا موسمِ گل نے
شالِ اُمرا سرخ گلیمِ فقرا سرخ

" — پھولے نہیں سماتے ہیں مرغانِ بوستاں
اُڑتی ہوئی خبر جو سنی ہے بہار کی

صحبت

رند — صحبتِ اہلِ صفا سے ہے تنفر بد کو
آئینہ دیکھ کے زنگی ہے پشیماں ہوتا

" — آپ ہوتا ہے تمیز نیک اور بد کا فہیم
آدمی بنجاتا ہے انساں کو انساں دیکھ کر

جرأت — جو کہ ہے خلق تو چاہیے تو ہو انیسِ خلق
کہ عطرِ صحبتِ صندل سے جائے بن مٹی

ہر بات میں ہیں بے ادبی کے ہزار ڈھنگ — ہو کس طرح نہ صحبتِ جاہل سے دل اُچاٹ — نسیم

صحبتِ اعلیٰ سے ادنیٰ کو بھی ہے عزت حصول — طرّۂ دستار نے پایا مکاں بالائے سر — 〃

قابلِ قرب نہیں بے ادبوں کی صحبت — دور رہ اُن سے ولا جنکو ترا پاس نہیں — ناسخ

صاحبِ جوہر کی صحبت باعثِ زینت ہوئی — خوشنمائی تارِ رشتہ کو ملی گوہر کے ساتھ — ہر چند

کب خوش آئیگی صحبتِ ناجنس — دل دُکھائیگی صحبتِ ناجنس — رحمت

بے رنج ہیں جو صحبتِ اہلِ صفا میں ہیں — پڑتی نہیں گرہ کبھی چینی کے بال میں — رسا

قدرِ نعمت بعدِ زوال

قدرِ نعمت بعد نعمت کے ہی کرتا آدمی — عہدِ پیری میں جوانی کا مجھے افسوس ہے — آتش

بشر کو بعد نعمت کے ہی ہوتی قدر نعمت کی — غنیمت جانتا ہے لنگ اپنے پاے چوبیں کو — 〃

قدرِ نعمت ہوتی ہے بعدِ زوال — ہوئے جیسے لطفِ جوانی پیر سے — وزیر

زمانہ کے انقلاب

کوئی غنچہ ہے کوئی گل ہے کوئی پژمردہ ہے — دیکھتے ہیں ہم تماشا گلشنِ ایجاد کا — ناسخ

دنیا کو آتش ایک کے اوپر نہیں قرار — یہ آج کل وہ صاحبِ طبل و علم ہوا — آتش

بے اعتبار نقش و نگارِ زمانہ ہے — اک رنگ پر ہوا نہیں رہتی ہے باغ کی — 〃

کوئی زمانہ سے جاتا ہے کوئی آتا ہے — کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے — 〃

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا — بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے — 〃

کل چمن میں گل و سمن دیکھا — آج دیکھا تو باغ بن دیکھا — میر

میر
سہل مت جان یہ طلسم جہاں
ہر جگہ یہاں خیال ہی کچھ اور

نسیم
حادثات دہر سے کس شے نے پایا ہی فراغ
جامۂ آبی خطوط موج سے اٹھتا نہیں

وزیر
گل جو ہنستے ہیں تو گہہ روتی ہی شبنم باغ میں
گلشن عالم میں گر شادی و غم توام نہیں

درد
یارب یہ دل ہی یا کوئی مہمان سرائے ہی
غم رہ گیا کبھی کبھی آرام رہ گیا

آتش
اک حال پر کبھی نہیں اسکو قیام ہی
دنیا کا کارخانہ طلسمی مقام ہی

"
غم و شادی کی حالت دیکھ عالم کے مرقع میں
کوئی تصویر روتی ہی کوئی تصویر ہنستی ہی

میر
اہل زمانہ رہتے اک طور پر نہیں ہیں
ہر آن مرتبہ سے اپنے انھیں سفر ہی

نسیم
فصل بہار و وقت خزاں دونوں ساتھ ہیں
وہ ابتداے گل ہی تو یہ انتہاے گل

ناسخ
تنزل میں ترقی ہی ترقی میں تنزل ہی
تماشا دیکھ غافل ماہ نو کا ماہ کامل کا

"
بگڑتے جاتے ہیں لاکھوں ہزاروں بنتے جاتے ہیں
جہاں میں رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہی

میر
دیکھو نہ چشم کم سے معمورۂ جہاں کو
بنتا ہی ایک گھر یہاں سو صورتیں بگڑ کر

اسیر
پیری میں مو سفید جوانی میں ہیں سیاہ
رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک رنگ پر

انقلاب دہر ظاہر ہی عیاں تغیر حال
آج جو ہی کل نتھا جو آج ہی وہ کل نہیں

مانگنا

وزیر
سبکی نظروں سے گراتا ہی دلا دست سوال
ہاتھ میں یہاں اثر لغزش پا ہوتا ہی

اسیر
دے خدا دولت تو پھر سائل ہو انساں کسلیے
بے صدا ہی وہ لبالب جو پیمانہ ہی

سخت دلی اور بیرحمی

سخت دل ہیں جو انھیں محروم رکھتا ہی فلک
بیضۂ فولاد سے بچہ کہاں پیدا ہوا — ناسخ

کب بساطِ دہر میں آسودہ ہوں آہن دلاں
پائے سوزن کو رہے ہر دم سفر کی احتیاج — ہرچند

جس جگہہ دو سخت دل باہم ہوں شر کیونکر نہ ہو
سنگ و آہن جب ملیں پیدا شرر کیونکر نہ ہو — اسیر

سفلہ پن

سفلہ کو گو کہ پر لگیں لیکن ہی نارسا
پہنچے کبھی ہوا سے نہ کاہ آسمان تک — ناسخ

سفلہ ہو جاتا ہی وقتِ امتحاں بے آبرو
ہی دلیل اس بات پر پھوٹ جانا چاہ کا — "

کم بضاعت جتنے ہیں کرتے ہیں وہ جوش و خروش
شور ہوتا ہی کسی دریا میں کب سیلاب کا — ناسخ

سرکشی آخر فرومایہ کو دیتی ہی شکست
ٹوٹتا ہی نخل پر انجام خشتِ خام کا — آتش

ملتا ہی فرومایہ کو کب اوج کا رتبہ
رہتا ہی سرِ خاک سدا عکس شجر کا — ہرچند

سفلہ طینت لذتِ دنیا پہ مرتے ہیں اسیر
مور و مار آسا ہی انکو شیر و شکر کی طمع

دشمن کی چالیں اور اپنا اسکے ساتھ ہوشیاری اور نیکی کا چلن

کسی حالت میں نہیں فکر سے دشمن غافل
آفتِ مرغ ہی رنگین ہو یا دام سفید — آتش

دشمن کی نہ جا سیدھی لگا ہوں کہ یہ جوں تیغ
سیدھی ہی تو اک اسمیں ہی دم اور زیادہ — ذوق

دوستی دشمن کی مژدہ ہی اجل کے خوب کا
برہمن بننا غضب ہی گاؤ کو قصاب کا — آتش

ناسخ	ہی قوی دشمن تو غالب ہو بچے تدبیر سے	پیلباں میں کب ہی جو پیلِ دماں میں زور ہی
رند	دشمن سے بھی نہیں ہی عداوت فقیر کو	اے دوست یہاں بدی کا عوض بھی نکوئی ہی
ناسخ	رات دن غافل ہوں بدی سے بھی کیا کر نیکیاں	کیا برا ہی برے میں تجھہ ترا بھلا ہو جائیگا

متفرق مضمون

رند	در غضب سے بھی جو آمرزش کا ہی امیدوار	نام ہی قہار اور جبار بھی غفار کا
مستعان	عاجزوں کی دستگیری کر سدا	تا کرے لطف و کرم تجھہ پہ خدا
ذوق	دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب	کام چور اس کام پر کس موںہہ سے اجرت کی طلب
حسن	رکے آپ سے اس سے رک جائیے	جھکے آپ سے اس سے جھک جائیے
ناسخ	عاریت جو شی ہی حاجت اس سے بر آتی نہیں	پر تو ہیں پر کب اڑا جاتا ہی از خود تیر سے
رنگیں	پاک رکھہ اپنی تو نیت پاک رہ	جب ہوا تو پاک تب بیباک رہ
آتش	آدمی کیا وہ نہ سمجھے جو سخن کی قدر کو	نطق نے حیواں سے مشتِ خاک کو انساں کیا
"	زیادہ زخم سے انساں کو احساں اٹھاتا ہی	نہ ہونا خوب ہی ظلِ ہما سے بادشاہی کا
اسیر	کریں اظہار جو احساں کا اُن سے حاکی احساں	گرتے ہیں زیادہ جو وہی کمتر سے ہیں
"	ضایع نہ کیجیے سخن آبدار کو	یہ گوہرِ یگانہ سزاوارِ گوش ہی
آتش	جو نہ دے ایذا کوئی ایذا انہیں دیتا ہے	سایۂ دیوار کو اندیشۂ حامل کہاں
"	بکارِ اعلیٰ کو کرے ادنیٰ وہی بیقدر ہی	دیکھیے قیمت میں کم ہوتا ہی کمل تال سے
"	کام ہی اللہ سے عالم سے کچھہ مطلب نہیں	مشتری یوسف کے ہیں خواہاں نہیں بازار کے

بلبل سُنے نہ کیونکہ قفس میں چمن کی بات | آوارۂ وطن کو لگے خوش وطن کی بات — جرأت

مذہبِ بزم دلی لطفِ رفاقت کی دلیل | یعنی وہیں چین جو باش میں شمع پہ لگا کے ایک — ״

آدمِ خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ | آئینہ تھا یہ مگر قابلِ دیدار نہ تھا — میر

میر صاحب زمانہ نازک ہے | دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار — ״

غمِ موت سے بیٹھے آزردہ | خدا ہی تو کب غم ہے دلشادہ — ״

خاکساروں سے کھو غافل نہ ہو دل میں غبار | خاک بعدِ مرگ تیرا تن بدن ہو جائیگا — سحر

گھٹ نہیں سکتا گھٹانے سے بھی کامل کا کمال | بے الف معنی سے کب خالی ہے لفظ اللہ کا — نسیم

کرتے ہیں ہم وہی جو آتا ہے دہن میں | کب جانتے ہیں طاعتِ سنمِ زمانہ فرض — ״

صورتِ تقلید میں کب معنیِ تحقیق ہے | رنگ گو ہے پہ گلِ تصویر میں کب بو ہے — درد

کرے وقتِ مصیبت میں جو سامانِ شہری یاری | اُسی کے واسطے زیبا ہے دعوی شہریاری کا — اسیر

ہے خوشامد پیشۂ اہلِ دغا | اُنکی میٹھی بات مت سُن دل لگا — وصف

منعم نے بنا ظلم کی رکھ کر گھر تو بنایا | پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہیگا — میر

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا | آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا — ذوق

ہوتا کہ دشمنوں کو خلشگر سے کیا خطر | کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا — ״

جو پیٹ کے ہلکے ہیں پچے بات کب اُنسے | رکیں تو اپھر جاتے شکم اور زیادہ — ״

افراط سے نہ کام نہ تفریط سے غرض | وضع بہتر وہ چاہیے جسکا نباہ ہو — اسیر

سوائے ذاتِ خدا سب کے واسطے ہے فنا | ثباتِ ہستیِ ناپائیدار دیکھ چکے — رند

ناسخ — پاک ہیں آلودگی سے جو ہیں وارستہ مزاج / تر نہیں ہوتا کبھی گوہر کا دامن آب میں

ذوق — اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر / آرام سے ہے وہ جو تکلف نہیں کرتا

ناسخ — نہ داغِ یاس سے گھبرا کہ آئیگی امید / گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا

" — نرم طبیعت کو کیا پوچھے عدو سے گزند / سنگ ہی ہو جا غرق گر پڑے وہ آب میں

" — زندگی زندہ دلی کا ہے نام / مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

" — گر ترقی چاہتا ہے کر کسی کی پابوس / خاک سے فرقِ شجر پر جا ملی ہے آب کو

" — امتیازِ حق و باطل خود شناسائی کو کہاں / کیوں نہ فرعون ایک سمجھے سحر و اعجاز کو

تراب — یارو وہ فعل تم سمجھ کے کرو / جس میں نفع و ضرر تمہارا ہے

" — پشتارۂ گناہ نہ باندھ اپنی پیٹھ سے / کھٹکا ہے رستے میں گرانبار کے لیے

" — اپنے محسن کے نہ احسان فراموش کرو / وہ نہیں ہیں کہ نمک کھا کے نمکداں توڑو

جرأت — کیوں نہ شیطاں کو کریں جنت سے خارج / انتقامِ پدرِ خویش پسر لیتا ہے

" — ہو اپنی اصل کی جانب ہر ایک شے کی رجوع / بشر کا کیوں نہ مرے پر ہو جملہ تن مٹی

نسیم — بھلا وہ ہے طلسمِ زندگانی / وداعِ حبِّ عز و جاہ کر لے

ولی — کہتا ہوں ترے نام کو میں وردِ زباں کا / کہتا ہوں ترے شکر کو عنوانِ بیاں کا

سراج — نام تیرا ہے خدا فہرست ہے دیوان کا / ہے زباں کا ورد نامہ اور وظیفہ جان کا

اتیم — جو کہ دریائے محبت کا شناور ہو گا / بے بہا خلق کی آنکھوں میں وہ گوہر ہو گا

جوہر — کس زباں سے شکرِ لطفِ عام ہو یارب ادا / ہے فقیروں کو لقب تیرے کرم سے شاہ کا

خمیدہ کرتا ہی انسان کو جوہر شرافت کا
امانت جس میں ہوتی ہی وہی تلوار کستی ہی
قبول

جب خالق زبان و دہن کی صفت نہیں
اُس کام کی زبان ہی کس کام کا دہن
رشک

ای شمع عمر و سخاوت نہ بجھا دیجیے
دو ہاتھ ہیں ہمارے کے قدر نہ رہا ہاتھ
قبول

کیا کاسہ حباب کو ہاتھ آیا موج سے
پھیلا کسی کے آگے نہ تو بار بار ہاتھ
جوہر

بات وہ کر کہ جو دشمن بھی ثنا مند رہے
موہنہ پہ اچھا نہ کہیگا تو کہیگا دل میں
عاشق

سنتا ہی دلا اہل جہاں کی ہی یہ عادت
موہنہ پر تو خوشامد کریں تحقیر پس پشت
خسرو

بندھے ہوئے ہیں کروڑوں گنہ کے پشتارے
خمیدہ کیوں نہو پیری میں پھر ہماری پیٹھ
ہلالی

آگے دنیا سے یہ تحفہ لیچلے ہم روسیاہ
ہاتھ میں اعمالنامہ بارِ عصیاں پیٹھ پر
عشقی

مہیا جس کے کئے اسباب ملکی اور مالی تھے
وہ اسکندر گیا یہاں سے تو دونوں ہاتھ خالی تھے
امیر

نہ اسکندر نہ دارا ہی نہ کسری ہی نہ قیصر ہی
یہ بیت المال تک بیوفا بیوارثا گھر ہی
״

خواہ نماز خضوع سے ہو خواہ نیاز اک شغل
وقت تھا ہی بہت کم اب تو یار کچھ کر جاویں ہم
״

کر چلو نیکی اب تو جس تس سے
شاید اس ہی میں کچھ بھلائی ہی
״

رباعی کے چار مصرعے ہوتے ہیں جنمیں سے پہلے اور دوسرے اور چوتھے کا قافیہ موافق ہوتا ہی مگر تیسرے کا موافق ہونا ضرور نہیں ۔ اِسکے سوا رباعی کے لیئے چوبیس وزن خاص مقرر ہیں اُن وزنوں میں سے یا تو چاروں مصرعے ایک ہی وزن پر ہوتے ہیں (اِسکی مثالیں بہت ہیں) یا اُسکا ہر مصرع اُن میں سے الگ الگ وزن پر ہوتا ہی (اِسکی مثال اُردو میں دیکھی نہیں گئی)

رباعی کو چو مصرعی اور دوبیتی بھی کہتے ہیں ؛

رباعیاں

شکریہ

انیس

کیسا احساں ہی خلق عالم کرنا
پھر عالم ہستی میں مکرم کرنا
تھا کار کرم ہی ای کریم مطلق
ناچیز کف خاک کو آدم کرنا

ہر حال میں شکر

سودا

کتنوں کا جہاں میں زر و مال ہی شکر
اور کتنوں کا بادولت و اقبال ہی شکر
یوں شکر تو سب کرتے ہیں لیکن ناصح
شاکر ہی وہی جسکو بہر حال ہی شکر

رضا بالقضا

میر

راضی ٹک آپ کو رضا پر رکھیے
اہل دل کو تنک قضا پر رکھیے
بندوں سے تو کچھ کام نہ نکلا ای میر
سب کچھ موقوف اب خدا پر رکھیے

جیسا کروگے ویسا پاؤگے

خلق کی راہ میں جو کوئی بچھائیگا خار
ثمار ہو جاینگے آخر کو اُسیکے اشجار

جو عمل جس سے کہ ہوگا وہی پیش آئیگا
غیر نیکی نہ کرے چاہیئے کوئی ہشیار

ایضاً

بدکار کوئی ہو یا بد اندیش
پائیگا کبھی نہ نوش جز نیش

جیسا کہ کریگا کام کوئی
ویسا ہی آئیگا اُسے پیش

ایضاً

جو کوئی کسیکو یار کلپائیگا
یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پائیگا

اِس دیر مکافات میں سُن اے غافل
بد اُو کریگا آج کل پائیگا

دنیا کی آلایشوں سے بیداغ رہنا

ہستی نکراہی میں اگر ہی ادراک
دامانِ بلند اپنا بمطر رکھ تو پاک

ہی عاریتی جامۂ ہستی تیرا
ہشیار کہ اُسپر نپڑے گرد و خاک

امیر

مغرور ضرور ذلیل ہوتا ہی

یہ اَوج دو روزہ ہی تو کیا گاتا ہی
پھر سوئے حضیض آسماں لاتا ہی

تنکا جو ہوا سے اُڑکے ہوتا ہی بلند
آخر وہ زمین پر ضرور آتا ہی

ناسخ

دنیا کا غم نہ کھانا

دل اپنا غم دہر سے تو کر نہ اُچاٹ
جسطرح کٹیں گذر مصیبت کے تو کاٹ

ذوق

ای ذوقِ فلک ہی بارہ حصے — سودا ہو نہ کیوں زیرِ فلک بانٹ کے با

نفسِ امّارہ کو ملامت

سودا

ای نفسِ دَنی حرفت کو میرے کر گوش — دنیا کی طلب میں خوب تراہی ہمدوش
اِس جیفہ پہ تو غرّا نہ اُسے دیکھ کہ سگ — تیرا ہی تو ہمجنس ہی وہ بھی خاموش

اِس جہان کی زندگانی چند روزہ اور فانی ہی

ناسخ

اوّل عدم آخر عدم ای عرش جناب — کیا دو عدموں میں زندگی کا ہی حساب
کیوں بحرِ فنا میں ہوں نہ مانندِ حباب — ہیں واقعی اصل میں یہ سب نقشِ بر آب

لڑکپن اور جوانی کو خدا کی بندگی اور اچھے کاموں میں لگانا نہیں تو بڑھاپے میں پچھتانا ہی پچھتانا

غالب

ایامِ لڑکپن کے گئے غفلت میں — اوقات جوانی کی گئیں عشرت میں
پیری میں جز افسوس کیا کیا جائے — یکبار کمی ہی آ گئی طاقت میں

ایضاً

میر

رووے کوئی کیا گئی جوانی یوں کر — جاتی ہی نسیم و گل کی نکہت جیوں کر
پیری آندھی سی میر ناگہہ آئی — ہم برگِ خزاں اُسمیں ٹھہریں کیوں کر

بڑھاپا بھی غنیمت ہی اُسے بھی غفلت میں کھونا

بس حرص و ہوا سے میر اب تم بھاگو — غفلت کب تک کہے ہمارے لاگو

چلنے کی خبر دے ہی سفیدی مو کی		ہونے آئی ہی صبح اب تو جاگو

غرور کرنا اور کڑوی بات کہنا دانائی سے دور ہی

جو کہ عاقل ہیں کب کریں ہیں غرور	ق	رکھتے ہیں دل میں دلبری منظور	میر حسن
تلخگوئی نہ دے ثمر شیریں		شاخ حنظل پہ کب لگیں انگور	

قناعت

کر قناعت سے تو ذرا گذران	ق	دولت و مال کا نہ رکھ ارمان	ایضاً
یادِ حق ہی جو نعمتِ عظمیٰ		کرلے حاصل اسے تو کہنا مان	

دلِ غنی

مستغنی ذاتی نہ ہوس کے ہوں سخی	ق	معدن ہی جہاں سونے کی واں خاک کہی آپ	سودا
لبریز ہی کیسہ زرِ مکنون سے جنکا		کب شبہ فرد وشوں کو حضور انکے ہی توقیر	

آدمی کو اپنے عیب ہنر نظر آتے ہیں

کیا فایدہ گر باز ہی یہاں دیدہ سر	نت پردہ چشم دل ہی کوری دگر	درد
جوں آئینہ ہر چند کھلے آنکھ دلے	آتا ہی نظر میں عیب اپنا جو ہنر	

کامل کی صحبت غنیمت ہی

ملیے اس شخص سے جو آدم ہو وے	ناز اسکو کمال پہ بہت کم ہو وے	سید
ہو گرم سخن تو گرد آوے اک خلق	خاموش رہے تو ایک عالم ہو وے	

لاچار انسان کیا کر سکتا ہے جو کچھ ہوتا ہے خدا ہی کے فضل و کرم سے ہوتا ہے

ذوق

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا — ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے — جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

ترک دنیا دشوار ہے

ر

ای ذوق کریگا کوئی دنیا کیا ترک — دنیا ہی بڑی بلا ارے کیسا ترک
ممکن نہیں ترک ہو کسی سے دنیا — جبتک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

زور و ظلم نہ کرنا اور بُری بات نہ کہنا

ہرچند

پا کے ثروت سلوک کر سب سے — بد سخن آشنا نہ کر لب سے
کر کسی پر نہ زور و ظلم کبھی — خوف کر قہر ناگہاں رب سے

آرام طلبی اور عیاشی کے نتیجے

+

رغبت ہو بہت جسکو تن آسانی سے — کچھ کام نہیں ہے اُسے سلطانی سے
سمجھے جو کوئی بستر گل کو پُرخار — پائے وہ ثمر نخل جہانبانی سے

ایضاً

ناسخ

ہوتا ہے جو بادشاہ آرام طلب — رہتا ہے ہمیشہ مائل عیش و طرب
ملک اُسکا خراب سلطنت بھی ہے تباہ — افواج و رعایا ہیں گرفتار تعب

خوشامدیوں کا دستور

جبتک رہے گرہ میں احمقوں کے پیسے ۔ سب کہتے رہے آپ ایسے ایسے
مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے ای ذوق ۔ پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

ذوق

آدمی کا دل

ہر چند گرفتارِ غم و درد ہی دل ۔ لیکن رہِ کوشش میں جوانمرد ہی دل
پھرتا ہی زمانہ میں یہ چار طرف ۔ مخدومِ جہانیاں جہانگرد ہی دل

چپ رہنے کے فائدے

کرتی ہی فزوں قدرِ بشر خاموشی ۔ ہر عیب کو کرتی ہی ہنر خاموشی
ہو مردمِ چشم ساں سراپا بینا ۔ انسان سے ہو سکے اگر خاموشی

ناسخ

گناہ سے توبہ

مومن بہ شوق گناہگاری کبتک ۔ ای تیرہ درون سیاہکاری کبتک
مان اپنے خدا کو باز آ بہرِ خدا ۔ او دشمنِ دین بتو نکی یاری کبتک

مومن

برا گھر

رہنے کو عجب مکان ملا ہی ای یار ۔ ہر سمت سے خاک آتی ہی لیل و نہار
کرتا ہوں کسی خط میں میں نامہ تحریر ۔ ہو جاتا ہی بعد لکھنے کے خطِ غبار

ناسخ

ایضاً

ہی بیچ میں گھر چار طرف ہی جھرنا ۔ ڈالا ان چھاڑ نے سڑا ہی چھپرا

مومن

دروازوں میں زنجیر کی جا بار سیاہ
کھیریل میں کھیر اجو ہی سو سیکھیرا

قلم

ہی شمع شبستاں یہ گمان خامہ
پھیلا ہی تیرگی بسانِ خامہ
کالی راتوں کا حال کرتا ہی بیاں
کیونکر نہ سیاہ ہو زبانِ خامہ

گرمی کی شدت

ناظم

صرصر حادثہ اِس باغ میں کیا چلتی ہی
شاخ میووں کی جگہہ آبلوں سے پھلتی ہی
آتشِ گل سے گلستاں کی ہوا جلتی ہی
برقِ آفت شرر اشجار سے کب ٹلتی ہی

خشک سالی

رند

صاف بتلا گئی عالم کو صفائی برسات
یہ نہ ثابت ہوا آئی کہ نہ آئی برسات
ترسی پانی کے لیئے ساری خدائی برسات
تو نے کیا اب کی برس خاک اُڑائی برسات

بادل اور بجلی

میر

شب ابر کہ بیشتر وہ ہو دریا جسکا
آیا دل داغ کر گیا جس بن کا
اُس سے ناگاہ ایک بجلی چمکی
کیا جانیئے اُسنے گھر جلایا کس کا

غزل اکثر کے نزدیک کم سے کم پانچ شعر اور زیادہ سے زیادہ گیارہ شعر جو ایک وزن پر کہے جاتے ہیں اور جن میں سے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی شعروں کے اخیر مصرعے ایک قافیہ پر ہوتے ہیں باقی مصرعوں کا باقافیہ ہونا ضرور نہیں +

غزل کے ہر شعر کا اکثر مضمون جداگانہ ہوتا ہی۔ مگر جن دو شعروں یا زیادہ کا مضمون ایک دوسرے سے علاقہ رکھتا ہی انھیں قطعہ بند کہتے ہیں +

غزل کا اول شعر مطلع اور دوسرا زیب مطلع اور حسن مطلع اور سب سے آخر کا شعر مقطع کہلاتا ہی

متاخرین کا اکثر معمول ہی کہ مقطع میں اپنا فرضی نام جو تخلص کہلاتا ہی ضرور لاتے ہیں لیکن متقدمین کو اسکی قید نہ تھی +

+ بعضوں کے نزدیک کم سے کم تین شعر اور زیادہ سے زیادہ پچیس بلکہ اور بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اس مجموعہ میں بعض غزلیں ایسی بھی ہیں جن میں پانچ شعروں سے کم ہیں وجہ یہ ہی کہ انکے باقی شعروں کے مضمون اس کتاب کے مطالب سے مناسبت نہ رکھتے تھے اس لیے چھوڑ دیے ہیں +

غزلیں

حمد غائبانہ

سرِ دیواں پہ میرے تاج ہی حمدِ الٰہی کا — سخن کو کیوں نہو رتبہ میسر بادشاہی کا

اُسی کے مطبخِ انعام سے ہی پرورش سبکی — وہی رزّاق ہی انسان و مُور و مرغ و ماہی کا

ہوا سرسبز باغِ حسن سبزہ ابرِ رحمت سے — برنگِ خضر ہی جامہ بدن میں رنگ کاہی کا

ہجومِ فوجِ انجم سے نہ کیوں زیبِ سواری ہو — دیا مہتابِ تاباں کو فلک سے تختِ شاہی کا

عطا گلہائے گلشن کو ہوئی پوشاکِ عنابی — سرِ غنچہ پہ کیا سرپیچ باندھا کجکلاہی کا

ملائک جبہہ سا رہتے ہیں اُسکے آستانہ پر — کیا اُنکے لیے گردوں مکاں ہی سجدہ گاہی کا

اُسی نے کارواں بھیجا تو یوسف چاہ سے نکلا — عزیز وہ ہو نہ اُسکے فضل سے صد تباہی کا

زمیں سے آسماں تک ہی نمایاں جلوہ قدرت — نہیں ہی محضرِ تقدیر کچھ خواہاں گواہی کا

اُسی کے خامۂ قدرت کا یہ خورشید نقطہ ہی — فلک بھی اک ورق ہی دفترِ شانِ الٰہی کا

بیاں مکتوبِ قدرت کا نہو ہر چند کچھ احوال
قلم اِس جا سبق خواں ہی کتابِ عذر خواہی کا

ہرچند

قلم اپنا ہوا ساجد جنابِ کبریائی کا
کیا ہے تختۂ کاغذ مصلا جبہہ سائی کا

بنایا اُسنے کس خوبی سے معدن چرخ گردوں کو
دکھایا اُسکی حکمت نے عجب فن کیمیائی کا

کیے تیار داروی وصل جو ہیں دل شکستہ کی
نہو پھر کیونکر پھر تمہارا طالب مومیائی کا

الٰہی بید سے پایا کو ہمیں نے سرنگس یکسر
کہ کرتا پنجۂ شانہ ہے کارِ عقدہ کشائی کا

لیے خوبی جو ہے سے مثلِ موسٰی طور گردوں سے
دکھائے ہے وہ حسن اُسکی جو جلوہ نمائی کا

اُسی کے در کی دریوزہ گری ہے پیر گردوں کو
لیے ہے ہاتھ میں خورشید سے کاسہ گدائی کا

شہِ انجم کو ملکِ چرخ کی جاگیر بخشی ہے
خطِ خورشید سے فرماں لکھا فرمانروائی کا

رسائی کس طرح ہو ہمکو بامِ وصف تک اُسکے
کمندِ فکر کو جس جا ہے رتبہ نارسائی کا

بساطِ فیض سے اپنے جسے چاہا وہ خلعت دے
قدِ مریم کو پہنایا ہے جامہ پارسائی کا

کچھ انساں ہی نہیں ہیں صرف اُسکی یاد کے شاغل
کہ مرغانِ چمن کو بھی ہے نغمہ حق سرائی کا

ہوا روشن بصر خامہ بھی اُسکی عینِ حکمت سے
عطا اُسکو کیا ہرچند سرمہ روشنائی کا

اسیر

بے زبان وے بھی ہیں ہے نطق کام اللہ کا
سب کلاموں سے ہے بالاتر کلام اللہ کا

دھیان بندوں کو ہے لازم صبح و شام اللہ کا
دل میں یاد اللہ کی ہو لب پہ نام اللہ کا

تابعِ فرماں نجوم و چرخ و ذرّات زمیں
دونوں عالم میں ہے کیسا انتظام اللہ کا

آسماں پر بھی کوئی فارغ عبادت سے نہیں
مہر و مہ کرتے ہیں سجدہ صبح و شام اللہ کا

باغ میں ہلکر ہوا سے جو صدا دیتے ہیں برگ
فی الحقیقت ذکر کرتے ہیں تمام اللہ کا

مفلسی مفلس کی منعم کی بجا ہی منعمی
مصلحت سے کب کوئی خالی ہی کام اللہ کا

دیکھتا سنتا ہی سب لیکن نہیں ہی چشم و گوش
سب جگہہ ہی پر نہیں کوئی مقام اللہ کا

ہم بھی اپنے گوشۂ عزلت سے اٹھینگے اسیر
حشر کے دن ہوگا جب دربارِ عام اللہ کا

حمد مخاطبانہ

درد

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہی تو لوح و قلم کا

اس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہی
کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

ہی خوف اگر جی میں تو ہی تیرے غضب سے
اور دل میں بھروسا ہی تو ہی تیرے کرم کا

مانندِ حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

رند

تیرے سوا سنا ہی نہیں اس صفات کا
حقا شریک کوئی نہیں تیری ذات کا

مضمونِ آبدار کیئے یک قلم رقم
بھر بھر دیا ہی موتیوں سے منہہ دوات کا

تسبیح تیرے نام کی وردِ زباں رہے
ثابت ہی جب تلک کہ یہہ رشتہ حیات کا

یادِ الٰہی اور اسکے احسانِ نامتناہی

آتش

باغِ عالم میں نہیں کون ثنا خواں تیرا
ذکر کرتا ہی ہر اک مرغِ خوش الحان تیرا

کوئی تجھسا نہیں لاثانی ہی تو اے محبوب
حق تو یہ ہی کہ جو عاشق ہو تو انسان تیرا

تو ہی مطلوب اُسے دی ہی جو کہ اعلیٰ آئیں
دم بھرا کرتا ہی مور اور سلیمان تیرا

لالہ ہی ایک نہیں تیرا غلامِ داغی
سروِ آزاد بھی ہی بندۂ احسان تیرا

بات بے مصلحتِ وقت نہیں کی تو نے
عینِ حکمت ہی وہ جو کچھ کہ ہی فرمان تیرا

کون عالم میں ہی ایسا جو نہیں سر بسجود
کسکی گردن کو جھکاتا نہیں احسان تیرا

جسمِ خاکی سے ہی دشوار رسائی تجھ تک
گرد اُڑکر نہیں چھو سکتی ہی داماں تیرا

بانٹ چاہے جسے دولتِ دو جہاں کی ہی دوست
چاہتا تیرے سوا کچھ نہیں خواہاں تیرا

نعمتِ اہلِ توکل ہی کرم نے بھر دی
سیر نعمت سے دو عالم کے ہی مہمان تیرا

خدا ہر جگہہ حاضر و ناظر ہی

آتش

بیاباں کو بھی ہنگامِ جنوں میں سیر کر دیکھا
سرِ شوریدہ کو پایا ہی غزالاں میں بھی دھر دیکھا

تجھے موجود پایا یار تجھکو جلوہ گر دیکھا
ترا دیدار آنکھوں کو جو تھا مدِ نظر دیکھا

سمھارے روبرو دیکھا رخِ شمس و قمر دیکھا
وہ نانِ بے نمک پایا یہ شیرِ بے شکر دیکھا

مسافر ہی نظر آیا نظر آیا جو دنیا میں
جسے دیکھا اُسے آلودۂ گردِ سفر دیکھا

حلاوت سے نہیں اک ذرہ موجودات کا خالی
گرہ میں قند کو باندھے ہوے ہر نیشکر دیکھا

خدا کے انسان پر کیا کیا احسان اور اُسکے کیا کیا کفران

میر

بات کیا آدمی سے بن آئی
آسماں سے زمین نپوائی

چیز حزن اُسکے واسطے یہ مدام — ہو گیا دن تمام رات آئی
ماہ و خورشید و ابر و باد بھی سب — اُسکی خاطر ہوئے ہیں سودائی
کیسے کیسے کیئے تردُّد جب — رنگ رنگ اُسکو چیز دکھلائی
اُسکو ترجیح سب کے اُوپر دی — لطفِ حق نے کی عزت افزائی
حیرت آتی ہی اُسکی باتیں دیکھ — خود سری خود ستائی خود رائی
شکر کے سجدوں میں واجب تھا — یہ بھی کرتا سدا جبیں سائی
سو تو اُسکی طبیعتِ سرکش — سر نہ لائی فرو کہ ٹک لائی
میرنا چیز مشتِ خاک اللہ — اُن نے یہ کبریا کہاں پائی

دل کے حالات

دل دل لوگ کہا کرتے ہیں تمنے جانا کیا ہی دل — چشمِ بصیرت وا ہووے تو عجائب دیدنی جا ہی دل
اوج موج کا آشوب اسکا لیکے زمیں سے فلک تک ہی — صورت میں تو قطرہ خوں ہی معنی میں دریا ہی دل
جیسے صحرا کوہ کشادہ امن ہیں ہم تم سنتے آئے ہیں — بند اگر آنکھیں ٹک دیکھو تو ویسا ہی صحرا ہی دل
ہائے غیوری دل کی اپنے داغ کیا ہی خود سر نے — جی ہی جسکے لیئے جاتا ہی اُس سے بے پروا ہی دل

اہلِ غفلت کو نصیحت

اے دلِ غفلت زدہ بیدار ہو سوتا ہی کیا — عمر آخر ہو چکی اب دیکھیے ہوتا ہی کیا
اُس جہاں کے رنج پر البتہ رونا چاہیے — اِس جہاں کے درد و زحمت پر کوئی روتا ہی کیا
دم غنیمت ہی نہ ہو غافل خدا سے ایکدم — زندگی نعمت ہی غفلت میں اسے کھوتا ہی کیا

مزرعِ عقبیٰ ہے دنیا اسمیں کچھ شبہہ نہیں — کھیت ہے موجود اسمیں دیکھیے بوتا ہے کیا
صوفیوں کو تصفیہ دل کا مقدم ہے بنا — قلب ہے جسکا ملوث وہ بدن ہوتا ہے کیا

قناعت اور شکرانِ نعمت

تراب

نہیں کچھ ہمکو حرصِ خوانِ نعمت — ہے اپنی خشک روٹی نانِ نعمت
قناعت نے غنی ہمکو کیا ہے — نہوں شاکر تو ہے کفرانِ نعمت
ہمارے واسطے فضلِ خدا سے — کھلی ہے ہر طرف دکانِ نعمت
تصدق جائیے منعم کے اپنے — دیے کیا کیا ہمیں سامانِ نعمت
ہزاروں نعمتیں اسنے ہمیں دیں — کریں کس منہ سے ہم شکرانِ نعمت
عجب دولت ہے مایۂ گنجِ عرفاں — خدا کی معرفت ہے کانِ نعمت
تراب اسپر فدا کیونکر نہو جائے — ولی نعمت ہے وہ سلطانِ نعمت

جسم اور روح

نسیم

رکھتی ہے کب اعتبار اے جانِ روح — جسم میں ہے چار دن مہمانِ روح
فکرِ دنیا خواہشِ عیشِ بقا — کیا نہیں رکھتی بھلا ارمانِ روح
سینکڑوں آتے ہیں خاطر میں خیال — روز کرتی ہے نئے سامانِ روح
جسم کیا شے ہے کہ تا ہنگامِ مرگ — دوست رکھتی ہے اسے ہر آن روح
غور سے دیکھا جو ہمنے اے نسیم — تن میں رکھتی ہے نہایت شانِ روح

دنیا کے سب کاروبار سب بے اعتبار ہیں

سن لے یہ التماس مرا دوستانہ ہے — ہشیار ہو کہ تیرا اجل کا نشانہ ہے
کبتک رہیگی مسندِ کمخواب زیر پا — کاخِ خمیدہ یار ترا آستانہ ہے
اے عندلیب جان چمنِ جسم پر نہ پھول — ویرانہ ایک روز ترا آشیانہ ہے
انفاسِ مستعار پہ کیا اعتبارِ زیست — اک دم میں مثلِ موجِ صبا تو روانہ ہے
یہ جلوہائے بوقلموں بے ثبات ہیں — ہے زندگی طلسمِ جہاں اک فسانہ ہے
رکتی نہیں ہے باگ کسی شہسوار سے — ہر دم سمندِ عمر کو اک تازیانہ ہے
کیا سرکشانِ دہر کے قصے نہیں سنے — کیا ہو گئے وہ لوگ کہاں وہ زمانہ ہے

کہنا تھا جو نسیم تجھے سب سنا چکے
نزدیک اختتام ترا کارخانہ ہے

گذرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں — کہ جیسے چلائے کوئی کشتی پانی میں
رکاوٹ خوب نہیں طبع کی روانی میں — کہ بوئے فساد کی آتی ہے بند پانی میں
کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا — بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی میں

ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ بقا میں فنا
حباب وار ہوں میں آبِ زندگانی میں

اک روز اس سرائے سے ہے لا کلام کوچ — سن لو سبھی پکارتا ہے یہ مقامِ کوچ

حرص و ہوا الٰہی تہِ دل میں قرر رہے
میرے مقام خاص سے کر جائیں عام کوچ

بحرِ جہاں میں آبِ رواں سے کھُلا یہ حال
اِستادگی کی جا نہیں یہاں ہی دوام کوچ

جب دیکھو دہر میں ہیں ریگِ رواں کی طرح
میرا مقام وہ ہے کہ جسکا ہے نام کوچ

ذرات روز و شب ہے وطن میں سفر جنھیں
وہ پختہ مغز سمجھیں ہیں سودائے خام کوچ

شیدا

اجل کے کوچے میں تیرا گذار ہووے گا
ترا قرار بدار القرار ہووے گا

دھرینگے تجھکو جنازے میں تختِ شاہی سے
اگر خزانہ و لشکر ہزار ہووے گا

نہ کر تو فخر یہاں اپنی شہسواری کا
عمل سے پیادہ وہاں شہسوار ہووے گا

نڈر خدا سے تو ہو گر گناہ کرتا ہے
نجانوں کیا ترا انجام کار ہووے گا

نہ کر کسی پہ ستم سوچ یہ کہ آخر کو
خدا ہی سے ترا دار و مدار ہووے گا

اگر چھپائے کسی طرح سے تو اپنا کیا
تیرا ایک دن کو وہ سب آشکار ہووے گا

ہر اک حساب سے تیرے حساب لیوینگے
ہر اِک حرام کا تیرے شمار ہووے گا

تو اپنے کوچ کی کچھ فکر کر یہاں شیدا
کلامِ سعدی ترا یادگار ہووے گا

دو طرح کی موت

تراب

یارو مرنا ہے مسلم ایکدن آویگی موت
یک بیک یہاں سے عدم کو کھینچ لیجاویگی موت

دم نہ لینے دیگی تمکو ناک میں کر دیگی دم
ایک دم میں آ رہی کچھ تنگ دکھلاویگی موت

موت اندھیری رات ہی اور ہادم اللذات ہی — سب مزے اڑ جائینگے تشریف جب لاویگی موت

دولت و دنیا عزیز و اقربا فرزند و زن — چھوٹ جاوینگے سبھی جب جلوہ فرماویگی موت

فوج گھونگٹ کھائے سب آگے نہ کام آویگا تب — ننگی شمشیر اپنی جب بجلی سی چمکاویگی موت

جسطرح پھولوں کو کملا دیتی ہی باد خزاں — اُس طرح جسم تر و تازہ کو کمھلاویگی موت

جسکو ہوگی اس جہاں سے الفت و دلبستگی — بیطرح جان کندنی میں اسکو الجھاویگی موت

سامنے اسکے ادب سے جائیگی وہ ہاتھ باندھ — جسکو مرنے پر ہمیشہ مستعد پاویگی موت

جو خدا کی یاد میں مشغول ہوگا وقت مرگ — وہ تو ہی مشتاق اسکا اسکو خود بھاویگی موت

جو موا ہی جیتے ہی جی اپنی ہستی سے تراب — اُس موے کو کون مارے اسکو کیا کھاویگی موت

دنیا سے بیداغ جانا

کچھ لائے نہ لے گئے جہاں سے — آئے و چلے گئے جہاں سے

کیا صاف اٹھے جو پاکدامن — ننگے و کھلے گئے جہاں سے

دکھ سکھ میں خدا کو جو نہ بھولے — وہ اچھے بھلے گئے جہاں سے

باطن میں الگ تھے سب سے دانا — ظاہر میں ملے گئے جہاں سے

افسوس نہ کر کہ نخل بے بر — پھولے نہ پھلے گئے جہاں سے

ق

صرصر سے سبھی چمن کے بوٹے — تازے و کھلے گئے جہاں سے

ٹوٹی جو تراب جگ سے امید — شکوے و گلے گئے جہاں سے

موت اندھیری رات ہی اور ہادم اللذات ہی — سب مرنے اُٹھ جائینگے تشریف جب لاویگی موت

دولت و دنیا عزیز و اقربا فرزند و زن — چھوٹ جاوینگے سبھی جب آ جلوہ دکھاویگی موت

فوج گھونگٹ کھائے سب آگے نہ کام آویگا تب — ننگی شمشیر اپنی جب بجلی سی چمکاویگی موت

جسطرح پھولوں کو کملا دیتی ہی باد خزاں — اُس طرح جسم تر و تازہ کو کملاویگی موت

جسکو ہوگی اس جہاں سے الفت و وابستگی — بُریطرح جاں کندنی میں اُسکو اُلجھاویگی موت

سامنے اُسکے ادب سے جائیگی وہ ہاتھ باندھ — جسکو مرنے پر ہمیشہ مستعد پاویگی موت

جو خدا کی یاد میں مشغول ہوگا وقت مرگ — وہ تو ہی مشتاق اُسکا اُسکو خود بھاویگی موت

جو موا ہی جیتے ہی جی اپنی ہستی سے تراب — اُس موئے کو کون مارے اُسکو کیا کھاویگی موت

دنیا سے بیداغ جانا

تراب

کچھ لائے نہ لے گئے جہاں سے — آئے وے چلے گئے جہاں سے

کیا صاف اُٹھے جو پاکدامن — ننگے وے کھلے گئے جہاں سے

دکھ سکھ میں خدا کو جو نہ بھولے — وہ اچھے بھلے گئے جہاں سے

باطن میں الگ تھے سب سے دانا — ظاہر میں ملے گئے جہاں سے

افسوس نہ کر کہ نخل بے بر — پھولے نہ پھلے گئے جہاں سے

صرصر سے سبھی چمن کے بوٹے — ق — تازے وے کھلے گئے جہاں سے

ٹوٹی جو تراب جگ سے اُمید — شکوے وے گلے گئے جہاں سے

بیماروں اور ضعیفوں کو نصیحت

تراب

یارو پیری میں نہ رنج و فکر بیماری کرو
کوس رحلت بج گیا چلنے کی تیاری کرو

صبح سے تا شام دن بھر خواب غفلت میں کٹا
رات آئی اب تو جاگو کار بیداری کرو

اس جہاں کے عیش و عشرت پر بہت ہنستے ہو کیا
غم اُدھر کا جی میں لاؤ گریہ و زاری کرو

شامت اعمال سے ہاں حشر میں ہو سبک
یہاں گناہوں سے نہ میزان عمل بھاری کرو

نفس و شیطاں ہیں عدو دین و ایمان دوستو
مطمئن اُنسے نہ ہو تم اپنی خود داری کرو

آشنائی نا خدا سے کرتے ہیں ہر اک تراب
تم خدا والوں سے از بہر خدا یاری کرو

بھاری دشمن کون ہے اور بڑا پہلوان کون ہے

تراب

ہے دشمن سخت نفس پیارے
مرتا ہے یہ کم کسی کے مارے

کہتا ہوں اُسی کو پہلوان میں
شیطان کو اپنے جو پچھاڑے

نقصان ہو جس سے دین و دل کا
دشمن ہیں وہ یار و دوست سارے

یاد آتی ہے موت اُنکو بھی کم
بیٹھے ہیں جو گور کے کنارے

اچھی اور سچی بہادری

ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارہ کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا — نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یہاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا — کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

دلی کدورت اور محبت حرص و قناعت

ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے — اُن کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے

رہیں جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر دونوں — کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدرِ وسعت — تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش — دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشا ہے کہ مثلِ مہِ نو اپنا فروغ — جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

عشقِ مجازی کی خرابیاں

تراب

رسوائی اور خرابی ہے انجامِ عشق کا — زنہار کوئی زباں سے نہ لے نامِ عشق کا

جسکو پیالہ زہر کا پینا ضرور ہے — اُس سے کہو مزے سے پئے جامِ عشق کا

محمود کو ایاز کیا شاہ کو گدا — کیا برخلافِ عقل کے ہے کام عشق کا

ہرگز نہ ہو تمام کہاں تک کوئی سنے — قصہ کہوں میں صبح سے تا شام عشق کا

رشک اور حسد ناحق ہے

جو جسکے حق میں سمجھا وہ بہتر بنا دیا — مجھکو فقیر تجھکو تونگر بنا دیا

خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق — دارا کو ای کسی کو سکندر بنا دیا
غافل مقامِ رشک نہیں جائے شکر ہے — سو سے بُرا تو ایک سے بہتر بنا دیا

حرص کی بُرائی اور قناعت کی بھلائی

ناسخ

زنہار ہو جیو نہ دلا مبتلائے حرص — ذلّت بھی دوڑی آتی ہے نادان قفائے حرص
دنیا میں دربدر مجھے کبتک پھرائے حرص — یارب قناعت آئے انھیں جلد جائے حرص
دنیا کی ساری خاک اگر ہو غذائے حرص — ویسی ہی ای حریص رہے اشتہائے حرص
توڑوں جو اسے پائے طلب فائدہ نہیں — تدبیر وہ کروں کہ شکستہ ہو پائے حرص
ہے کشتیِ نجات قناعت ہی غافلو — ڈوبینگے بحرِ غم میں جو ہیں آشنائے حرص

صبر اور تحمل

تراب

یار دشمن کی بدی پہ منہہ نکھولو چپ رہو — عیب اُسکو کرنے دو کچھ تم نہ بولو چپ رہو
کہے جو چاہے مخالف حرفِ ناموزوں تمھیں — سُنکے دل کو صبر کی میزان میں تولو چپ رہو
راہ چلتے تم پہ گر چھینٹیں نجس ڈالے کوئی — فورًا اپنے گھر پہ آؤ داغ دھولو چپ رہو
گر چمن میں باغباں تمکو نہ جانے دے تراب — باز آؤ دور سے پھولوں کی بو لو چپ رہو

حرص کی مذمت

سوز

آسودہ زیرِ چرخ نہیں آشنائے حرص — دن میں ہزار در پہ پھرائے گدائے حرص
انساں نہو ذلیل زمانہ کے ہاتھ سے — ذلت کسی کو کوئی نہ دیوے سوائے حرص

اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص حیف — کی قطع روزگار نے مجھ پر قبائے حرص

اوقات ہر طرح سے بخوبی بسر ہو سوز — پر درمیاں نہ ہووے بشرطیکہ پائے حرص

ایضاً

ہرجہ

اپنی قسمت پر ہو شاکر نہ ہرگز نام حرص — جز پریشانی و ذلت کے نہیں انجام حرص

ہو گیا مشہور بدنامی سے ہر جا نام حرص — کس طرح ناقص نہ ہو آغاز اور انجام حرص

تیرگی غم سے اسکے نور فرحت ہو کہاں — صبح ماتم سے گویا پیدا ہوئی ہی شام حرص

دشمن جاں ہی نہ اسکی دوستی پر کر خیال — کرتی ہی انساں کو بے عزت و بدنام حرص

اسکے چھوڑے بن نہیں ملتی تمنائے دلی — کامیابی سے کرے ہی ہر طرح ناکام حرص

پردہ عزت جلا کر دل کرے ہی پر غبار — خاک کر دے آبروئے آتش اندام حرص

کاخ عشرت کو گرائے بار غم سے توڑ کر — رتبہ بالا رہی رکھتا نہیں ہی بام حرص

کاٹ دیتی ہی سر مہر و وفا کو بے دھڑک — خنجر جلاد ساں خونریز ہی صمصام حرص

صبح عشرت کی نہ ہو اسکی شب دیجور کو — رات دن گردش میں رہتے ہیں و لا ایام حرص

کیفیت اس بادہ کا لاتا ہی خمار رنج و غم — دانا تو پیتے نہیں ہر چند جرعہ جام حرص

نئے نئے حال

رند

کیونکر نہ لائے رنگ گلستاں نئے نئے — گاتے ہیں راگ مرغ خوش الحاں نئے نئے

شاعر نئے نئے ہیں سخنداں نئے نئے — پیدا ہوئے ہیں اب تو غزلخواں نئے نئے

ہر روز ایک وادی نو سیر گاہ ہی — وحشت دکھا رہی ہی بیاباں نئے نئے

غم کا گذر ہے گاہ سے گہ خرمی کا دخل
آتے ہیں روز گھر مرے مہماں نئے نئے

ہر مرتبہ زمانہ کو ہوتا ہے انقلاب
لاتی ہے سوانگ گردشِ دوراں نئے نئے

ملکِ عدم ہے یا کوئی ناگوں کا شہر ہے
ہر روز واں سے آتے ہیں غم یاں نئے نئے

پابندِ اک مقام کے ہوتے نہیں ہیں مرد
شیروں کے واسطے ہیں نیستاں نئے نئے

گر سیرِ چشم غور سے جو ذوقِ شعر ہے
مضموں دکھائیگا مرا دیواں نئے نئے

بادشاہِ وقت کی سالگرہ کی تہنیت

ناسخ

طرب فزا ہو صد و بست سال سالگرہ
دکھائے ہر برس اپنا جمال سالگرہ

بسانِ کاہکشاں ہو دراز رشتۂ عمر
کہ ہے نجومِ فلک کی مثال سالگرہ

جلو میں سالگرہ کے جو آئی فصلِ بہار
کریگی باغِ جہاں کو نہال سالگرہ

فقط ہوئے ہیں بشر کیا خوشی سے بالیدہ
ابھی ہو بدر جو دیکھے ہلال سالگرہ

جہاں کو صدقۂ نوشیروانِ عادل سے
کریگی صاحبِ مال و منال سالگرہ

قوی ہمیشہ تن و جانِ بادشاہ رہے
طرب فزا ہو صد و بست سال سالگرہ

نئے سال کی خوشی

جوہر

خدا کے فضل سے جو ہر نیا یہ سال آیا
وہ سال پار ہوا اور سالِ حال آیا

چلی بشارتِ نوروز لیکے بادِ بہار
شگفتگی کا ہر اک طبع سے سوال آیا

کمالِ فضلِ الٰہی سے ماہِ نو دیکھا
اشارہ عید کا دیتا ہوا ہلال آیا

کیا معزز کونین ربِ عزت نے
خدا کے فضل سے اقبالِ بے زوال آیا

برنگِ گل نہ کبھی زر پہ آدمی پھولے
وہ پایمال بھی ہوگا جو ہاتھ مال آیا

سیاہ نامۂ اعمال تا کجا جوہر
نگاہ کیجیے خط میں سفید بال آیا

موسمِ بہار یعنی بسنت

چمن میں آیا ہی اب موسمِ بہارِ بسنت
قبا بسنتی پہنتا ہی گلعذارِ بسنت

لگا ی موہنہ سے جو شہنائی گلِ شبّو
ترانہ سنج ہی با شوقِ دل پکارِ بسنت

بنا بنا قلمِ نرگسوں سے پچکاری
چمن میں کھیلتا ہولی ہی طفل وارِ بسنت

خزانہ کھول گل اشرفی سے خوش ہوکر
کرے مبارکبادی ہیں نثارِ بسنت

نہ کیوں ہوا بر بہار ہی کی آبرو برباد
کہ دل میں ہولی کے رکھے ہو غبارِ بسنت

جو بیٹھا تختِ خیاباں پہ خسرِ گل ہی
ہوا ہی کشورِ گلشن کا تاجدارِ بسنت

چمن میں غنچے ہوا سے جو پھول پھول کھلے
کرے ہی خندہ خوشی ہو کے نو بہارِ بسنت

ہوئی زمانہ میں عیش و نشاط اس سے عیاں
سوا خوشی کے نرکھتا ہی کاروبارِ بسنت

چمن میں ابر کی جبتک کہ آبپاشی ہی
رہے شگفتہ یہ ہر چند نو بہارِ بسنت

باغِ دنیا میں بہار آئی ہی کیا بھاگن کی
غنچۂ دل کو کھلاتی ہی ہوا بھاگن کی

ہر چند

جوہر

ارغنونِ عیش و طرب ہی یہ گویا ہو بسنت
جسکے ہر تار سے نکلی ہی صدا بھاگن کی

رنگ چھڑکے ہوئے جاموں تہ پڑا ہی جو گلال
کب ہی گلزار سے کم سیر دلا بھاگن کی

بانسری شاخِ قلم مونہہ سے بجائے نرگس
ہی زباں برگِ درختاں میں صدا بھاگن کی

گیت گاتی ہی بجاتی ہی دفِ گل خوش ہو
تیلگی ڈومنی کیا بادِ صبا بھاگن کی

کیا ہی انداز نیا تو نے نکالا جوہر
کب کہی کسنے غزل تیرے سوا بھاگن کی

ایضاً

خورشید

مطرب سے کہہ شروع کرے گانا بسنت کا
فرخندہ ساقیا ہی یہ آیا بسنت کا

تیغِ بہار چل گئی ملکِ خزاں پہ جب
بیٹھا ہی شاخسار پہ تھانا بسنت کا

گل کھولے کان سنتا ہی دیتا ہی غنچہ تال
گاتی ہی عندلیب ترانہ بسنت کا

خورشید نے لباس کیا تجھ بغیر زرد
کرتا ہی جس سبب سے ترانہ بسنت کا

بہاریہ

نسیم

بہار آئی کھلے ہیں غنچہ زمرّدیں ہی چمن کا ساماں
وظیفۂ گل ہی ان دنوں میں ترانۂ عندلیبِ نالاں

فسانۂ غم نے بعدِ مدّت اثر دکھایا ہی غفلتوں کا
ہوے ہیں مصروف چارہ سازی دلِ طپاں خاطرِ پریشاں

صدا یہ دیتا ہی کوسِ گردوں ترانۂ صبحِ عید سنیے
جگا رہا ہی خیالِ تازہ کو خوابِ غفلت سے ہر غزلخواں

نسیمِ خستہ جگر بھی ہمیں سُنا رہا ہی نویدِ مضموں

نہیں بھروسا ہی زندگی کا رہینگے یہ یادگارِ دوراں

مزاجِ مشتاقِ گفتگو ہی خیال مصروفِ جستجو ہی

پڑھوں وہ مطلع کہ جسکی عظمت میں سر جھکائے ہر اک سخنداں

غنچہ نے تاجِ گل سے کیا پیرہن درست
شادی بہار کی ہی ہوا ہی چمن درست

پیغامِ رستخیز ہی آمد بہار کی
مرکر ہوئی ہی نرگسِ بیمار تندرست

گُل جلوہ گر ہیں آمدِ فصلِ بہار ہی
کرتا باغباں نشیب و فرازِ چمن درست

پیوندِ مہر و ماہ لگاتا ہی روز و شب
کرتا ہی چرخِ پیر دلقِ کہن درست

کرتی ہی جمع بادِ صبا خاکِ منتشر
ہوتا ہی پھر نشانِ مزارِ کہن درست

خزاں

بلبل نے باغباں سے کہا گل پکار کے
آئی خزاں چمن میں گئے دن بہار کے

مُرجھا گئے ہیں غنچے کُمھلا گئے ہیں گل
نرگس یہ دیکھ رہ گئی آنکھیں پسار کے

اب سیرِ باغ دیکھنے آتا نہیں کوئی
چمنوں میں ڈھیر لگ گئے خاشاک و خار کے

صورت یہی ہی حُسنِ مجازی و عشق کی
کوئی نہیں جہان میں قابل پیار کے

واں حُسن عارضی ہی یہاں عشقِ عارضی
باہم ہیں وہ اِسی سے سبب اعتبار کے

جسنے یہ سب بنایا رہیگا وہی بنا
قربان جائیے غرض اُس کردگار کے

ادھر سے جی اُٹھائے خدا کے لئے تراب
دل کو اُدھر بزور لگا مار مار کے

برسات

رند

جھوم جھوم آئی ہی گھنگھور گھٹا ساون کی — ٹھنڈی ٹھنڈی چلی آتی ہی ہوا ساون کی

کوکے اک سمت پپیہا کہیں کوئل کریں شور — مور چلاتے ہیں ت آتی ہی گھٹا ساون کی

لہلہانے لگے جنگل ہوئے پھر کھیت ہرے — روپ دکھلانے لگی نشو و نما ساون کی

اس سے بالیدہ ہوں اشجار کھلائے جو یہ گل — کم نہیں باد بہاری سے ہوا ساون کی

مینہ اور بادل

ناسخ

جھومتی آتی ہی متوالی گھٹا — ہی سیہ مست آج کی کالی گھٹا

روتے روتے اشک آنکھوں میں نہیں — ایسی برسی ہو گئی خالی گھٹا

زور ناسخ کا تو نقشہ ہو چکا — اب شفق کی بھی تو کھا لالی گھٹا

ہریالی

غالب

پھر اس انداز سے بہار آئی — کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

ق

دیکھو ای ساکنانِ خطۂ خاک — اسکو کہتے ہیں عالم آرائی

کہ زمیں ہو گئی ہی سر تا سر — روکشِ سطحِ چرخِ مینائی

سبزہ کو جب کہیں جگہ نہ ملی — بن گیا روئے آب پر کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے — چشمِ نرگس کو دی ہی بینائی

سورج کا نکلنا اور ستاروں کا چھپنا

غالب

صبح دم دروازۂ خاور کھلا — مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا

خسرو انجم کے آیا صرف میں | شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود | صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ | دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا
سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو | موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا

سچی اور جھوٹی دوستی میں فرق کرنا

تراب

آپس میں ہے جو سب سے روادارِ دوستی | کہیے اسی کو یار و مددگارِ دوستی
جو رنج و غم میں حاضر و غائب ہو اک طرح | ملئے اسی سے ہے وہ سزاوارِ دوستی
جو دوستی کے پردہ میں کرتا ہو دشمنی | اس سے عبث ہو کوئی طلبگارِ دوستی
آدم کا دوستدار ہو شیطاں کی طرح جو | ہمکو تو ایسے شخص سے ہے عارِ دوستی

کھانے کے میت

تراب

جو نہ متواضع کسی سے ہو سکیں اک نان کے | آئے کوئی نزدیک انکے دور سے کیا جان کے
خود وہ ڈر کھاتے ہیں اب مہمان کی تکلیف سے | ایک دن کھانا نہ کھاتے تھے جو بن مہمان کے
مفلسِ قلاش کے پاس آ کے جاتے بھی نہیں | جو دو وقتہ بیٹھتے تھے گرد دسترخوان کے
ایک فاقہ کی ہوا میں اڑ گئے مکھی کی طرح | سب رکابی مذہب و حرصی پلاؤ نان کے
حاکمِ معزول سے پوچھو کدھر جاتے ہے | جو مصاحب تھے تمھارے کابل و ملتان کے
فقر میں صبر و قناعت جنکو حاصل ہے تراب | رہتے ہیں شاکر وہی مقدر کے احسان کے

شمع اور پروانہ

تراب

شمع سے ہو کے مات پروانہ — مر گیا جل کے رات پروانہ

اُسکا منھ دیکھتے ہی لگ گئی آگ — کہنے پایا نہ بات پروانہ

جب تلک بال و پر ہیں اُڑتا ہے — پا دے کیونکر نجات پروانہ

خیر جایا ہے تو پھر کبھی اُسطرف — نہ کرے التفات پروانہ

جس جگہہ پر چراغ جلتا ہے — جلتا ہے اُسکے ساتھ پروانہ

اپنی شمعِ مرادِ دل ہے تراب — ہے یہ سب کائنات پروانہ

گل و بلبل

رند

دیدِ گل کے تجھے پڑ جائینگے لالے بلبل — پڑ گئی گر کسی صیاد کے پالے بلبل

کان کھولے ہوئے گل گوش بر آواز ہے آج — دردِ دل جو تجھے کہنا ہے سُنا لے بلبل

پھر وہی کنجِ قفس ہے وہی صیاد کا گھر — چار دن اور ہوا باغ کی کھا لے بلبل

پہلے گلشن کی ہوا دیکھ لے ہاں چندے — آشیاں کا تو ابھی طرح نہ ڈالے بلبل

دست انداز نہ ہو گل پہ ابھی اے گلچیں — صبر کر صبر ذرا باغ سے جا لے بلبل

بے اجازت میں قدم باغ میں دھرنیکا نہیں — منتظر ہوں درِ گلزار پہ آ لے بلبل

ہاتھ اوراقِ گل آویں تو بنا کر اجزا — لکھوں رنگیں مضامیں کے رسالے بلبل

کوئی ارمان نہیں لیکے چلے باغ سے ہم — دل کے جو حوصلے تھے خوب نکالے بلبل

کس طرف جائیگی سر داشتہ خاطر ہو کر — باغ کیوں کرتی ہے گلچیں کے حوالے بلبل

باغ تک خانۂ صیاد سے آئی اُڑ کر
بارے پھر تو نے پر و بال نکالے بلبل

دعویٔ ملک تو اثبات کرے گلچیں پر
لا کے دکھلائے گلستاں کے قبالے بلبل

دام میں پھنس کے نکلنا ترا ناممکن ہے
تا بمقدور پر و بال ہلالے بلبل

درد آمیز پہونچتی نہیں کانوں میں صدا
بے اثر ہو گئے کیسے ترے نالے بلبل

دمبدم سینۂ سوزاں سے نہ کر نالۂ گرم
پڑ نہ جائیں تری منقار میں چھالے بلبل

ایک دو گل سے جو تسکین نہ ہو اُسکی
باغ کا باغ ہی سر پر نہ اُٹھالے بلبل

جس شجر پر ترا جی چاہے نشیمن کر لے
پھٹ پڑینگے نہ ترے بوجھ سے ڈالے بلبل

مانگ خالق سے بعد بقائے گل کی
پہلے صیاد سے خیر اپنی منالے بلبل

نہ رہے گل ہی گلستاں میں جو رشتہ شناس تھے
اُٹھ گئے سب ترے پہچاننے والے بلبل

کسی غنچہ کو چھوا اور نہ کوئی گل توڑا
گھورتی کیوں ہے مجھے آنکھ نکالے بلبل

چھیڑے رند کریگا تو یہ ہو جائیگا بند
کہدے گلچیں کہ زباں اپنی سنبھالے بلبل

رند

غیر ہی حسرت گلزار میں حال بلبل
دیکھوں کن آنکھوں سے صیاد ملال بلبل

گوش دل سے شنوا ہو سُنے حال بلبل
گل پہ ثابت ہوا گر صدق مقال بلبل

باغباں کون ہے بیجا ہے خیال بلبل
لائے مصرف میں زر گل تو ہے مال بلبل

موسم گل میں اکھیڑے پر و بال بلبل
جان صیاد یہ پڑ جائے وبال بلبل

باغ تاراج ہوا لوٹ گئی باد خزاں
آ گئے آ گئے ایام زوال بلبل

سرو دیکھا تو تصوّر مجھے قمری کا بندھا — گل کو دیکھا تو بندھا مجھکو خیالِ بلبل

میں چلا جاؤں تو گل توڑیو تو اے گلچیں — مجھسے دیکھا نہیں جانیکا ملالِ بلبل

شاخِ گل ہاتھ لگیگی تو تراشونگا قلم — آج لکھنی ہی مجھے صورتِ حالِ بلبل

فصلِ گل آئی ہی کیا بھولی ہوئی بیٹھی ہی — دیکھنا دبدبہ و جاہ و جلالِ بلبل

شاد و دو دن ہی و دن ہی غمگین و ملول — کٹ گئے یوں شب و روز و مہ و سالِ بلبل

گل ہیں مصروفِ عزاداریوں میں پھول ہیں آج — ہوگیا سنتے ہیں گلشن میں وصالِ بلبل

بعدِ مردن ہوئی مدفون شجرِ گل کے تلے — کسکو معلوم تھا یہ ہوگا مآلِ بلبل

کچھ خبر ہی تجھے صیّادِ ستمگر کہ نہیں — جھڑ گئے کنجِ قفس میں پر و بالِ بلبل

ایضاً

رند

منظور جو لکھنا ہی مجھے صرفِ زرِ گل — ہی جائے قلم ہاتھ میں شاخِ شجرِ گل

پھڑکا دیا صیّاد کو انصاف نے میرے — بلبل جو لیا مول دیا میں نے زرِ گل

دی بادِ بہاری نے شکست آکے خزاں کو — گلشن میں کھلے رایتِ فتح و ظفرِ گل

ہاتھ آئی ہی بیرحم کو کیا مفت کی دولت — گلشن میں صبا زور لٹاتی ہی زرِ گل

کرتا ہی زبس حد سے سوا سمع خراشی — ہی نالۂ بلبل سببِ دردِ سرِ گل

آنکلے ہیں مانندِ صبا سیرِ چمن کو — نقصان ہی بلبل کا نہ ہمسے ضررِ گل

لے قیمتِ بلبل میں اگر دے کوئی صیّاد — بٹّا نہ لگا قلب نہ ٹھہرا تو زرِ گل

بلبل کے قفس کے لیے لاؤنگا چمن سے — کاٹی کسی گلچیں نے جو شاخِ شجرِ گل

ق

افسوس ہے کیا خاک اڑائی ہے خزاں نے — یہ باغ وہ ہے جسمیں کہ تھا فرشِ زرِ گل
گو نام و نشاں مٹ گیا پر یاد ہے مجھکو — یہاں سرو کے تھے پیڑ یہاں تھے شجرِ گل
گلگشتِ چمن تمکو مبارک رہے ای رند — سودا سے گلستاں بسرِ من نہ سرِ گل

صیاد کی بیداد اور مرغانِ چمن کی فریاد

رند

کھلی ہے کنجِ قفس میں مری زباں صیاد — میں ماجرائے چمن کیا کروں بیاں صیاد
دکھائیگا نہ اگر سیرِ بوستاں صیاد — پھڑک پھڑک کے قفس ہی میں دونگا جاں صیاد
جہاں گیا میں گیا دام لیکے واں صیاد — پھر التلاش ہیں میری کہاں کہاں صیاد
دکھایا کنجِ قفس مجکو آب و دانہ نے — وگرنہ دام کہاں میں کہاں کہاں صیاد
میں کھینچوں دام میں بلبل تو آشیانہ جلا — بہم یہ مشورہ کرتے ہیں باغباں صیاد
عجب قصہ ہے دلچسپ اک حکایت ہے — سناؤنگا گل و بلبل کی داستاں صیاد
نہ گل کھلینگے نہ چہکاریگا کوئی بلبل — بہارِ باغ کو ہونے تو دے خزاں صیاد
خبر نہیں کسے کہتے ہیں گل چمن کیسا — قفس کو جانتے ہیں ہم تو آشیاں صیاد
اداس دیکھ کے مجھکو چمن دکھاتا ہے — کئی برس میں ہوا ہے مزاجداں صیاد
رہے نہ قابلِ پرواز بال و پر میرے — قفس سے اڑکے میں اب جاؤنگا کہاں صیاد
قفس کو شام سے لٹکا کے فرشِ خواب کے پاس — سنا کیا مری تا صبح داستاں صیاد
کریگا یاد مرے زمزموں کو بعد مرے — ہوں چند روز ترے گھر میں میہماں صیاد
سناؤں واقعہ اپنا تجھے تمام و کمال — جو گوشِ دل سے سنے میری داستاں صیاد

ستم زیادہ نہ کر حکم دے رہائی کا
پکارتے ہیں گرفتار الاماں صیاد

ہزار مرغ خوش الحاں چہکتے ہیں ہر سو
بہ از چمن ہوا ابتو ترا مکاں صیاد

میں جھانکتا نہیں جا کے قفس سے بھی گل کو
نہووے تا مری جانب سے بدگماں صیاد

پروں کو کھول دے ظالم جو بند کرتا ہے
قفس کو لیکے میں اڑ جاؤنگا کہاں صیاد

نہونگا بند قفس میں بھی میں وہ بلبل ہوں
ہزار تجھکو سناؤنگا داستاں صیاد

در قفس بھی کھلیگا تو اب نجاؤنگا
یقیں نہووے تو کر میرا امتحاں صیاد

رہا بھی ہوکے نہ بھولونگا حق خدمت کو
ادا سے شکر کرونگا میں ہر زماں صیاد

چمن میں بلبل و قمری کا پر نہ چھوڑیگا
رہا جب آ کے پھر گھات میں نہاں صیاد

قفس پہ رکھنے لگا ابتو بار پھولوں کے
ہزار شکر ہوا مجھپہ مہرباں صیاد

عزیز رکھتا ہے کرتا ہے خاطریں میری
ملا ہے خوبی قسمت سے قدرداں صیاد

نکالیو نہ قدم آشیاں سے اے بلبل
لگائے بیٹھے ہیں پھندے جہاں تہاں صیاد

وہ عندلیب ہوں چلکے کروں جو نالہ گرم
قفس کے چاکوں سے اٹھنے لگے دھواں صیاد

مرے بیاں کو سن سنکے کانپ اٹھا
غضب یہ ہے کہ سمجھتا نہیں زباں صیاد

الٰہی دیکھیے کیونکر نباہ ہوتا ہے
زباں دراز ہوں میں اور بد زباں صیاد

سوائے شکر شکایت اگر کبھی کی ہو
الٰہی قطع ہو منقار سے زباں صیاد

فریب دانہ نہ کھاتا میں زینہار اے رند
نکرتا دام اگر خاک میں نہاں صیاد

ترک

تو جال لیکے بچا سو ہی بوستاں صیاد
اُجاڑ مت کسی بلبل کا آشیاں صیاد

زبسکہ جال ترا چاروں طرف پھیلا ہے
چمن میں ہے ترے ہاتھوں سے الاماں صیاد

فریب بلبلِ سکیں نہ کس طرح کھاوے
جو باغ سبز دکھاتا ہو باغباں صیاد

بھلا نہ کس طرح بلبل اسیر ہو اڑکے
جو لیکے پھولوں کی بدھی پھرے وہاں صیاد

خدا سے ڈر نہ بہت عرصہ زمیں کر تنگ
پڑے نہ ٹوٹ کہیں تجھ پہ آسماں صیاد

بہت نہ مرغِ چمن کے گلے میں پھانسی ڈال
پڑینگی پانوں میں تیرے بھی بیڑیاں صیاد

یقیں ہے رنجِ قفس بھول جائے بلبل سے
اگر بہار میں ہو اُس پہ مہرباں صیاد

چمن کا لطف تو ہی چھپے سے بلبل کے
وہ باغ کیوں نہ ہو سونا بسے جہاں صیاد

نہ زور اڑنے کا رکھتا ہوں نے پھڑکنے کا
نہ ہوگا مجھ سا کوئی صیدِ ناتواں صیاد

طمع سے دانہ کے پھنستے ہیں صید بیچارے
جو اہلِ حرص ہیں انکو ہے اک جہاں صیاد

ایک گھوڑے کی تعریف

ناسخ

رفتار میں اورنگِ سلیماں ہے یہ گھوڑا
پر سیرت و خلقت میں تو انساں ہے یہ گھوڑا

چمکاتے ہی جاتا ہے زمیں سے جو فلک پر
سب کہتے ہیں خورشیدِ درخشاں ہے یہ گھوڑا

ہے جلوہ تماشا ہی جہاں چاند کی مانند
رتبہ میں فلک سے بھی دو چنداں ہے یہ گھوڑا

گردن یہ بلند اسکی ہے گلشن میں جو گذرا
قمری نے کہا سرو خراماں ہے یہ گھوڑا

آتا ہے پسینا جو اُسے آبِ بقا ہے
حیواں ہے کیا چشمۂ حیواں ہے یہ گھوڑا

ایسا ہی بدن صاف کہ ٹوٹا جو زمیں پر
کہیے جو اسے برق تجلی تو بجا ہی
پرے جمے ہیں اگر اسکی جلو میں تو بجا ہی
سب کہنے لگے گوہر غلطاں ہی یہ گھوڑا
نعلوں سے ہمیشہ شرر افشاں ہی یہ گھوڑا
کچھ شبہہ نہیں شیر نیستاں ہی یہ گھوڑا

کس کس میں کیا کیا نہیں اور کس کس سے کیا کیا بہتر نہیں

آتش

فقیر کو دل اہل صفا میں راہ نہیں
وہ دشت ہی یہ جہاں آب زیر کاہ نہیں

بدن سا شہر نہیں دل سا بادشاہ نہیں
حواس خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہیں

صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہی
عمل جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں

غضب خدا کا ہی عادل جو بادشاہ نہیں
وہ کون ہی کہ خدا سے جو داد خواہ نہیں

عذاب حشر ہی دنیا کے رنج سے بدتر
سوا خدا کے کرم کے کہیں پناہ نہیں

اصلی وطن اور سفر

ناسخ

اے ہمسفر نہ پوچھہ عبث ہی کہاں سرا
ہم ہیں مسافر اور جہاں کارواں سرا

جسمیں کہ ہمنے تمنے کیا ہی بہم مقام
عشرت سرا ہوئی ہی وہ اے جان جاں سرا

دنیا میں اکل و شرب ہی حاضر مسافرو
اللہ نے بنائی ہی کیا میہماں سرا

غافل رہو نہ کوچ سے گھر جانکر اسے | ارمان کا مقام ہے یہ دیرماں سرا

ناسخ وطن میں دیکھیے دیکھینگے گھر کو کب | غربت میں مدتوں سے ہے اپنا مکاں سرا

جدا جدا مضمون

آتش

لگا دے پھر وہی اے گنجِ ثمر شاخ | ہوا ہے دستِ خالی بے ثمر شاخ

قدم سے تیرے اے ابرِ کرامت | پھلے پھولے برابر خشک و تر شاخ

تماشا نخل ہے نخلِ توکل | ہر اک میوہ ہے رکھتی اسکی ہر شاخ

جوانی کو غنیمت جان غافل | ہری ہوتی نہیں پھر سوکھ کر شاخ

مقدر میں اگر ہے میوہ چکھنا
ملیگی جھک کے آتش بارور شاخ

غالب

یک ذرہ زمیں نہیں بیکار باغ کا | یہاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہاے گل | کہتے ہیں جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے | تریاکیِ قدیم ہوں دودِ چراغ کا

باغِ شگفتہ تیرا بساطِ نشاطِ دل | ابرِ بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

ایضاً

گلشن میں بندوبست برنگِ دگر ہے آج | قمری کا طوق حلقۂ بیرونِ در ہے آج

آتا ہے ایک پارۂ دل ہر نفس کے ساتھ | تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہے آج

اے عافیت کنارہ کر اے انتظام چل | سیلابِ گریہ درپئے دیوار و در ہے آج

غالب

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں — خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

یاد تھیں ہمکو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں — لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہو گئیں

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا — بلبلیں سنکر مرے نالے غزلخواں ہو گئیں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہی رنج — مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

یوں ہی گر روتا رہا غالب تو ای اہل جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

نسیم

دکھا نہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھکر — گئے جہان میں دریا بہت اتر چڑھکر

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبی زر — اگر کھلے ہی تو صراف کی نظر چڑھکر

جو مارے غصے کو اور کرلے اپنے نفس کو زیر
بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھکر

ذوق

زمیں پہ نور قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے
کہ ہی جو روشن ضمیر انکا فروغ انکی فروتنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہش زر وہ مفلسی میں بھی ہے توانگر
جہاں میں مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

تکلف منزل محبت نکر چلا چل تو بے تکلف
کہ جابجا خارزار وحشت سے زیر پا فرش سوزنی ہے

میر

الگ تا ہو نہ کچھ کھچکر مرا ہر تار دامن سے — نہ دامن خار سے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

عزیز اصلا نہیں سرمایۂ ہمت کو کہ دریا نے
گرہ دیگر نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے

مربی بھی نہیں دیتے خلش گر کو ہیں آں اشتر
کہ صحرا نے یہ کھینچا ہی کب بستان خار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جانماز اپنی
اگر دھو ڈالے تو داغِ مئے بیدار دامن سے

ناسخ

کیا کہیں مرگ احبا میں جو ہمکو غم ہوا
گر ہوا دشمن کوئی اوسکا بھی اک ماتم ہوا

بخل جتنا ہی زیادہ جود اوتنا کم ہوا
آج تک پیدا نہ کوئی دوسرا حاتم ہوا

خاکساروں سے ملا کرتے ہیں جھک کر اہل کبر
آسماں پیش زمیں پھر تو اضع خم ہوا

زندگی چشم جہاں میں خوار رکھتی ہی دلا
دوش پر سب نے لیا جب آدمی بیدم ہوا

"

خضر کو اوسنے یا مردی کے آگے لنگ ٹھہرایا
کہ جسنے ہر نفس کو قاطع فرسنگ ٹھہرایا

ملاقات دو روزہ کو یہاں آئے تھے ہم لیکن
سرائے دہر کو سب نے مقام جنگ ٹھہرایا

کدورت اپنے چہروں کی نظر آتی ہی لوگوں کو
تماشا ہی کہ اولٹے آئینہ میں زنگ ٹھہرایا

وہ بیرنگی کہ بیرنگی بھی جسکو کہہ نہیں سکتے
اوسے بھی سب نے اپنے وہم میں اک رنگ ٹھہرایا

"

تن پروری کے شغل میں کھوتا ہی جاں عبث
فکر مکیں ضرور ہی فکر مکاں عبث

یہ رمز ہی کہ جائے سکونت جہاں نہیں
گردش میں کب ہی آٹھ پہر آسماں عبث

ہی یہ بھی ایک رنگ گلستان دہر کا
اے عندلیب شور ہی رنگ خزاں عبث

آخر غذائے مور ہی ہر جثۂ قوی
اظہار زور کرتے ہیں پیل دماں عبث

ناسخ

دل سنگ صفوں سے اپنا آشنا ہوتا نہیں — سنگ مقناطیس ہر گز کہربا ہوتا نہیں
ہیں جوانی میں جو ظالم ہو گئے اظلم پیری میں — کوئی جز مار کہن سال اژدہا ہوتا نہیں
فقر کو ایسی مری خاطر سے ہی چسپیدگی — محو اعضا سے نشان بوریا ہوتا نہیں

ہو سریر سلطنت یا تختۂ تابوت فقر
پر دماغ و دل مرا شاہ و گدا ہوتا نہیں

ایضاً

سوائے فکر زمانہ میں رسم و راہ نہیں — وہ کون جا ہی جہاں آب زیر کاہ نہیں
ہیں گو کہ حسن سے ظاہر میں مثل ماہ نہیں — ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہیں
ہوئی ہی مجکو جرس سے یہ بات اب ثابت — شکستہ دل جو ہوا اسکے لب پہ آہ نہیں

ہمیشہ کام میں غیروں کے ہیں سعادتمند
ہما کو اپنے لئے فکر عزت و جاہ نہیں

ء

رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہیں — جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں
دو دن رہا ایک وضع پہ رنگ جہاں نہیں — وہ کونسا چمن ہی کہ جسکو خزاں نہیں
عبرت کی جا ہی لاکھوں ہی طفل و جواں نہیں — پیری میں بھی خیال اجل کا یہاں نہیں
ہر گل ہی اس چمن سے گریزاں برنگ بو — سرو چمن ہی کون جو سرو رواں نہیں

پژمردہ ایک ہی تو شگفتہ ہی دوسرا | باغِ جہاں میں فصلِ بہار و خزاں نہیں

زردار جو ہیں کھلتے ہیں غنچوں خنداں برنگِ گل
باغِ جہاں میں زر بھی کم از زعفراں نہیں

تراب

چاہیے بیمار کو ہر دم خدا کی یاد ہو | وقت آ پہنچا سفر کا پاس کچھ تو زادِ راہ ہو
مردِ غافل اُسکو کہیے جسکو ہی طولِ امل | الاماں غفلت میں جسکی عمر سب برباد ہو
دشمنوں کو بد دعا ہرگز نہ دو ای دوستو | جو کہ تیرا گھر اُجاڑے گھر اُسے آباد ہو

راہ چل سکتا نہیں سیدھی کوئی بے راہبر
پیر ہو ظاہر میں یا باطن میں کوئی استاد ہو

〃

رشکِ حاسد سے ہمکو کیا غم ہی | تو ہی اور ہم ہیں جبتلک دم ہی
جس میں انسانیت نہ ہو کچھ بھی | وہ تو حیوانِ بشکلِ آدم ہی
ق
چشمِ عبرت سے ہمنے دیکھا خوب | اِس جہاں کا عجیب عالم ہی
اِک طرف شور و غل عیش و خوشی | اک طرف آہ و درد و ماتم ہی
پھول ہنستا ہی اور کلی چپ ہی | موہنہ پہ غنچوں کے روتی شبنم ہی

کس سے کہیے تراب اسکا بھید
اِس حقیقت سے کون محرم ہی

〃

بلبلوں پر کر دے ای صیاد احساں چھوڑ دے | فصلِ گل آئی ہی ظالم چھوڑ دے ہاں چھوڑ دے
اِک طرف پھولے ہیں غنچے اک طرف ہیں گل کھلے | دیکھ لے بلبل تماشائے گلستاں چھوڑ دے

بھر کے دامن وہ لیجاتا ہی وہ بھر بھر کے پھول | کیوں بکڑ کے باغباں گلچیں کا داماں چھوڑ دے
آدمیت جسمیں ہو کہتے ہیں اُسکو آدمی | اُسکو حیواں کہیے جو اخلاق انساں چھوڑ دے

[illegible]

جو کوئی خوش وضع خوش اخلاق ہی | اُس سے گرویدہ تمام آفاق ہی
کیوں نہو درویش سبکا خیر خواہ | کان لطف و معدنِ اشفاق ہی
ہمکو دنیا ساز کی صحبت ہی شاق | صحبت اہل اللہ کی تریاق ہی

باپ کی فرمانبری جس سے نہو
ناخلف کہیئے وہ بیٹا عاق ہی

اسیر

عاجز ہیں سب غرور کسیکا بجا نہیں | آفاق میں خدا کا کوئی دوسرا نہیں
عمرِ رواں رواں ہی کوئی جانتا نہیں | یہ طرفہ کارواں ہی کہ جس میں درا نہیں
یارو غریب کا کوئی اُسکے سوا نہیں | وہ آشنا ہی جسکا کوئی آشنا نہیں
دار العمل سے دارِ جزا کا ثبوت ہی | ظاہر ہی یہ کہ شرط کوئی بے جزا نہیں
ذرّے ہیں کس شمار میں خورشید کے حضور | اُسکے سوا ہمیں طلب ماسوا نہیں
سجدہ خدا کو کیجیے کیا خلق کے حضور | مقبول وہ نماز ہی جس میں ریا نہیں

دولت وہی ہی جسکو کہتے ہیں ترکِ حرص
دل ہی غنی تو حاجتِ سیم و طلا نہیں

شیر

فکرِ معاد یہاں جسے شام و سحر نہیں | حیواں سمجھتے ہیں ہم اُسے وہ بشر نہیں

سرکش کو باغ دہر میں نیکی کا پھل کہاں | دیکھو کہ سرو میں کبھی ہوتا ثمر نہیں

انساں گہر ہی علم و فن اسمیں ہی آب و تاب | بے آبرو ہی آدمی کو علم گر نہیں

کیوں سب خریدتے ہیں در آبدار کو | بے آب کا خریدتا کوئی گہر نہیں

دل صاف ہی وہ جسمیں کہ ایماں کا نور ہی | اندھا ہی جسکی آنکھہ میں نور بصر نہیں

علم و تواضع و ہنر و داد و یادِ حق | جس شخص میں یہ صفت نہیں وہ بشر نہیں

ہر شی میں یارو جوہر ذاتی کو ہی قیام | دیکھو فروغ بخش ہمیشہ قمر نہیں

ظالم جو ہی کبھی نہ کبھی نامراد ہو | ہوتا نہالِ ظلم کبھی بار ور نہیں

غفلت سے باز آ ہوس سیم و زر کو چھوڑ
دارِ فنا ہی شیر یہ سونے کا گھر نہیں

اُسکا ہی کون جسکی مدد پر خدا نہو | ڈوبے وہ ناو جسکا خدا ناخدا نہو

اوج و حضیض لازم و ملزوم ہیں یہاں | کوئی بھلا بڑھا ہی کہ آخر گھٹا نہو

اُس بوریا نشیں کا دلا میں مرید ہوں | جسکے ریاض زہد میں بوریا نہو

گذرے ہی ہفت و شش افلاک سے یہ صاف | تیر دعا ہی بارِ نگاہِ جفا نہو

محراب زہ سپہر ہی قائم جہان میں | جبتک کہ آبدیدہ کوئی دل جلا نہو

پل میں بہائیگا یہ پل آسماں تلک | سیلِ سرشک ہی یہ ہوا کی گھٹا نہو

کوسے ہیں اب اسے کہ جو باطن کا ہو برا | دیتے اسے دعا ہیں کہ جس میں دغا نہو

راحت مزا نہیں ہی برائی میں تو یہاں | سب کا بھلا ہو اور کسیکا برا نہو

راحت

فضیلت رحم

راحت

سنیے یہ بات گوش جاں سے		کہتا ہوں میں انگلشی زباں سے
برسے ہی رحمت الٰہی		باراں جیسے کہ آسماں سے
سن رحمت مثل پرتو نور		اُترے ہی زمیں پہ لا مکاں سے
نازل ہوئی ہی رحمت حق		جس طرح کہ شبنم آسماں سے
نیکوں کے نمیوں میں ہی رحمت		چون زہ کہ جدا نہیں کماں سے
جس سے ہو ظہور اُسکا خوش ہی		خوشتر ہی وُلے جو ہو شہاں سے
جیسے رکھتا ہی چشم رحمت	ق	تو خالق ارض و آسماں سے
ہرگز مت رکھہ دریغ اُسکو		تو بھی ہر پیر و ناتواں سے
رحمٰن و رحیم ہی صفت یہ		حق کی سن رکھہ مری زباں سے
پس ہی یہ وصف جس کسی میں		بڑھکر ہی تمام انس و جاں سے
انساں ہی نہیں ہی جو نہ ڈھانکے		تعزیر کی آنکھہ عاصیاں سے
ہی کون ایسا جو صاف نکلے		وقت انصاف امتحاں سے

راحت بامید رحمت حق
رخصت ہوتا ہی اس جہاں سے

متفرق مضمون

اسیر

جستجو ہمتی ہی دولت کا پتا ملتا نہیں | سر پہ پھرا کرتا ہی پر ظل ہما ملتا نہیں

ہی تجسس شرط یہاں ملنے کو کیا ملتا نہیں — پر کہیں دنیا میں صادق آشنا ملتا نہیں

دے جو محتاجوں کو دنیا ہو کہ فرصت ہی ابھی — ڈھونڈھتا ہی خاک میں قارون گدا ملتا نہیں

المدد موقع مدد کا ہی یہ ای باد مراد — ڈوبتی ہی اپنی کشتی ناخدا ملتا نہیں

ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ہم صحرا میں مثل گردباد — منزلوں یاران رفتہ کا پتا ملتا نہیں

آدمی کیوں طالب راحت ہی دور چرخ میں — چین دانے کو بزیر آسیا ملتا نہیں

گلشن ہستی میں یہ آب مروت کا ہی قحط — نخل کو پانی پئے نشو و نما ملتا نہیں

شکل آئینہ نہ پوچھو میری حیرت کا سبب — خلق صورت میں ہی معنی آشنا ملتا نہیں

حق اگر پوچھو تو یہ بھی نسخہ اکسیر ہی — چھانتے ہیں خاک سب مضمون نیا ملتا نہیں

رو کے مانگ اللہ سے ہے جا جو وسعت رزق کی — شیر دایہ طفل کو بھی بے بکا ملتا نہیں

شاعران حال کیا مضمون تو پائیں اسیر — ڈھونڈھتے ہیں پر تخلص بھی نیا ملتا نہیں

بطور حمد

تقریر کرے وصف کو خلاق جہاں کا — مقدور کہاں نطق کو کیا منہ ہی زباں کا

خارج ہی تخیل سے تو ہم سے گماں سے — ذات اسکی جو واقف ہی سب اسرار نہاں کا

حامد ہیں سبھی ذرہ سے خورشید تلک اسکے — حقا کہ خداوند ہی وہ کون و مکاں کا

ادراک کو درگاہ تلک اسکی نہیں بار — قاصر ہی یہاں مدرکہ ہر خرد و کلاں کا

ممکن نہیں ٹک اسکی تجلی کا بیاں ہو — اس جا ہی تعقل کا گذارا نہ گماں کا

رہتا نہیں دائم کبھو اک طرز پہ عالم — گذرے جو بہاراں وہی موسم ہی خزاں کا

حضورِ ملکہ معظمہ دام اقبالہا کے لیئے دِلی دعا

مؤلف

خداوندا تو ملکہ کی حمایت اور حفاظت کر
رہے وہ شاد اور آباد الٰہی سر ہمارے پر

تو اپنے فضل و رحمت سے اُسے معمور کر یارب
کہ ہے وہ رحمدل ہم پر ہو جیسے مہرباں مادر

رکھا وکٹوریا نام مظفر جیسا اُسکا ہے
تو دے فتح و ظفر بھی اُسکو سارے اُسکے اعدا پر

تو ہندستان و انگلستان کو امن و اماں سے رکھ
ہمارے علم و دولت میں ترقی بخش اعلیٰ تر

پانچویں فصل

قصیدوں میں

قصیدہ کے بھی غزل کی مانند سب شعر ایک وزن پر ہوتے ہیں اور پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی شعروں کے اخیر مصرعے ایک قافیہ پر ضرور ہوتے ہیں مگر اُسکے شعر تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں یعنی اکثر کے نزدیک کم سے کم پندرہ+ اور زیادہ جتنے چاہے ہوں اور یہ بھی کہ قصیدہ میں اکثر کسی شخص یا چیز کی تعریف یا ہجو بیان کیجاتی یا اُنکا بیان مذکور ہوتا ہی + اسکا بھی پہلا شعر مطلع اور دوسرا زیب مطلع اور حسن مطلع اور آخر شعر کا مقطع کہلاتا ہی اور ایک مطلع کے دو یا تین یا زیادہ مطلعے بھی ہوتے ہیں + قصیدہ بہاریہ کہلاتا ہی جسکی تشبیب یعنی تمہید میں جو اصل مقصد سے پہلے

+ اس مجموعہ میں بعضے قصیدے ایسے بھی ہیں جنمیں تعداد شعروں کی کم ہی کیونکہ انکے باقی شعر چھوڑ دیئے گئے ہیں اسلیئے کہ انکے مضامین اس کتاب کے مطالب سے مناسبت نرکھتے تھے +

مذکور ہو یا سارے قصیدہ میں بہار کی تعریف و توصیف ہو۔ رزمیہ کہلاتا اگر اُسمیں کسی لڑائی کا ذکر ہو۔ حالیہ کہلاتا اگر زمانہ کے انقلابات یا لوگونکا حال مذکور ہو۔ فخریہ اگر شاعر اپنی یا اپنے شعروں کی تعریف کرتا ہو۔ الفیہ کہلاتا اگر شعروں کا آخر حرف الف ہو۔ اسی طرح لامیہ و میمیہ سمجھو۔ مجرد کہلاتا اگر اُس میں تشبیب نہو۔ مقتضب کہلاتا اگر تشبیب کے بعد اصل مقصد کیطرف رجوع کرنے کا اشارہ نہو جسکو گریز اور تخلیص اور حسن تخلص کہتے ہیں +

قصیدے

حمد

مومن

الحمد لواہب العطایا — اِس شور نے کیا مزا چکھایا

والشکر لصانع الشرافت — جسنے ہمیں آدمی بنایا

احسان ہیں اُسکے کیا گنائیں — سر سبع شداد کا جھکایا

سبحانک یا الٰہ عالم — عالم ترا عجز نے دکھایا

ہر جائی ہے جلوہ تیرا لیکن — دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا

یہاں عقل ہے گم کہ بس کبھی کو — پایا ہر شے میں پہ نہ پایا

تجھکو ہی سزا ہے کبریائی — کرسی نہ عرش کا یہ پایا

مومن کو بقا ہے بعد دیدار — کیا مژدہ جانفزا سنایا

تو واحد بے نظیر و ہمتا — تو حاکم و خالق برایا

آوے تری حمد کا تو ہم — یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا

ہوں بندۂ شور عجز ادراک — ناکام کو کام سے لگایا

کیا جانیے ایسے بے زبان نے — کس طرح یہ شور و غل مچایا
معلوم خرد کی نکتہ یابی — یہاں علم نے عقل کو گنوایا
کیا صعب گذار ہے رہ حمد — جبریل کا پانو لڑکھڑایا
مرغان دراز جنحہ کو — اس اوج نے خاک پر گرایا
مومن ہے زبان عرض احوال — مین نے تجھے بیخبر جتایا
رو رو کے دعا کر اک ذرا دیکھ — کیا ابر کرم ہے سر پہ چھایا
اللہ رے گناہ بے حد — وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا
ہے عام خطاب یا عبادی — اسنے تو کچھ اور بڑھایا
کیونکر نہو تیری آس تو نے — افلاک کو بے ستون تھمایا
مجھکو بھی بچا لے جیسے تو نے — یوسف کو گناہ سے بچایا

مومن سے کہے کس سے حال آخر
ہے کون ترے سوا خدایا

بادشاہ وقت کو نوروز کی مبارکبادی

ذوق

طرب افزا ہے وہ نوروز کا نارنجی رنگ — دیکھکر بھول گئے جیسے ہزاروں فرسنگ
واہ کیا گلشن آفاق میں ہے جوش بہار — چہچہے کرنے لگی بلبل تصویر فرنگ
کلک نقاشی قدرت سے گلستاں میں آج — تختۂ لالہ و گل صفحہ نقش ارژنگ

خسروا تو نے کیا آج وہ جشنِ نوروز / دیکھ کر جسکے تجمل کو ہو جمشید بھی دنگ

ہے تری بزمِ طرب میں پئے رسمِ نوروز / صورتِ بیضۂ رنگیں فلکِ مینا رنگ

مشک افشاں ہو جہاں میں جو تری نکہتِ خلق / نافِ آہوی ختن سے ہو کم داغِ پلنگ

بلکہ ہو جوشِ بہاراں کرم سے تیرے / کیا عجب شاخ میں آہو کے گلِ رنگا رنگ

گلشنِ دہر میں ہر سال مبارک تجھکو / جشنِ نوروز بصد رنگ بتاج و اورنگ

اور ترے حاسدِ بد بیں کو دکھائیں لاکھو / خسروا ہر نئے رنگ فلک کے نیرنگ

بہاریہ

برنگِ گل جسے اب دیکھیے وہ خنداں ہے / بہارِ عیش سے ہندوستاں گلستاں ہے

بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا / کہ شوق سیر میں سروِ چمن خراماں ہے

بہار باغ میں کیا کیا کھلا رہی ہے گل / شگفتہ غنچۂ منقارِ عندلیباں ہے

چمن میں کیجے اشارہ جو سوئے نخلِ حنا / تو ساتھ اشارہ کے انگلی برنگِ مرجاں ہے

چمن میں بات جو کیجے تو مونہہ سے جھڑیں پھول / اب ان دنوں میں یہ فیضِ بہارِ بستاں ہے

زمیں پہ دانہ جو پھینکا تو گر کے نخل ہوا / نمو کی سعی سے صیاد سخت حیراں ہے

گرا زمیں پہ اگر کوئی موتیے کا پھول / صفا سے گوہرِ غلطاں کی طرح غلطاں ہے

کہیں ہے آینے سے صاف تر زمینِ چمن / کہ اس سے سبزۂ نارستہ تک نمایاں ہے

نہالِ گلشنِ تصویر تک ثمر لائیں / بہار کا چمنِ دہر میں یہ فیضاں ہے

لگا ہی جو شجر بارور میں اگر سنگ — نگیں کی طرح سے اسمیں شجر نمایاں ہی

ہی شوق گل میں عجب رنگ آج گلچیں کا — جو دیکھیے تو گریباں بھی شکل داماں ہی

ق

زبان حال سے کہتی ہی موج نکہت گل — اب ان دنوں یہ ہجوم گل گلستاں ہی

جگہ نہیں ہی کہ گردش ہو چشم نرگس کو — جو کہیے بیحرکت ہیں یہ عین بہتاں ہی

ہوا ہی قمری سے نالہ اگر کوئی موزوں — چمن کے فیض سے وہ رشک مرغ بستاں ہی

فروغ آتش گل سے ہی شاخ گلبن شمع — ہوئی پتنگ جو بلبل ہزار دستاں ہی

کہاں تلک بھرے دامن میں پھول اب گلچیں — چمن میں خرمن گل اسکے تا گریباں ہی

حروف سے خط مسطر ہوں جیسے پوشیدہ — اسی روش سے روش زیر سبزہ پنہاں ہی

قلم میں لپٹے ہی بالیدگی سے وقت رقم — ہر ایک سطر مگر شاخ عشق پیچاں ہی

زمیں پہ دھوکے سے دوڑے اٹھانے گلچیں — کہ اپنے سایہ پہ اسکو خیال ریحاں ہی

ہوا کے جھوکے سے اڑ کر گرا جو یوسف گل — تو چاہ باغ عنادل کو چاہ کنعاں ہی

بجا ہی کہیے ہر اک گھر کو خانہ باغ اگر — ستون خانہ و شمشاد باغ یکساں ہی

یقیں ہی سیر کو اب آئے بلبل شیراز
گل نشاط سے ہندوستاں گلستاں ہی

گویا

بہار نے یہ کیا گلشن جہاں میں اثر — کہ کھلگئے غنچۂ تصویر ہو گئے گل تر

خوشی سے پھول تو پھولے نہیں سماتے ہیں — نہاں ہو گئے ہیں گلشن جہاں کے شجر

ہر ایک خار ہو سوزن برائے بخیہ گری — بغیر لطف گریبان گل ہو چاک اگر

زمیں پہ گر کے نزاکت سے ہو گیا ہی کبود
وگرنہ سایۂ گل تھا برنگِ گلِ احمر

پڑا ہی عکس جو پتلی کا وقتِ نظارہ
ہوا ہی لالہ کو وہ نازکی سے داغِ جگر

صفا روش کی نہیں کچھ بیان ہو سکتی
نظر کرو تو پھسلنے لگے ہی پلے نظر

عجب نہیں ہی جو ہوں آہوؤں کی شاخیں
کہ اب نہالِ تصاویر میں لگے ہیں ثمر

زیادہ آینہ سے ہی صفائے ہر دیوار
اِدھر سے صاف نظر آئے جو اُدھر ہو

کمال جوش پہ گلزار کی ہی رنگینی
پڑے جو عکسِ گلِ تر تو لعل ہو پتھر

سیاہی دیکھ کے سنبل کی شام کا ہو گماں
سمن کی دیکھو سپیدی جو جیسے صافِ سحر

غلط ہی یہ جو مجھے ہی گمان شبنم کا
کہ یہ اُترتے ہیں گلگشت کے لیے اختر

ہر ایک رنگ سے یہ ہو ہی ہی نیرنگی
کہ صاف بنگئے طاؤس طایرانِ نظر

ہر ایک مرغ نوا سنج ہی جو نغمہ سرا
تو تال دیتے ہیں کھڑکا برگ سے بھی شجر

ہوا ہی آتشِ گل سے یہ عالمِ گلزار
کہ نخلِ طور ہیں گلشن میں اک قلم اشجار

خروشِ خندۂ گل اسقدر ہی عالم میں
کہ کان تک نہیں آتی نوائے بلبلِ زار

گذر جو زاغ کا ہو تو برنگِ طوطی ہو
عجب نہیں ہی جو زنگی بھی ہووے گلرخسار

جو گرد باد اُٹھے خاک سے بنے وہ سرو
چلے جو بادِ خزاں بھی تو ہو نسیمِ بہار

زمیں تو غیرتِ آئینہ ہی عجب کیا ہی
لگے جو بو سے لنے طوطی سبزۂ گلزار

اُگا ہی خندۂ گل تخمِ اشکِ بلبل سے
کہ کچھ تلف نہیں کرتی بہارِ فیض آثار

خمیدہ شاخ ہر اک گل کی ہی نزاکت سے
ہوا ہی رنگ بھی اپنا گلوں کے اوپر بار

چمن میں پھرتی ہی مستی سے لڑکھڑاتی ہوئی
کسی روش پہ صبا اور کہیں نسیم بہار

یہ عندلیبوں نے گائے ہیں نغمہ رنگیں
کہ رشکِ غنچۂ گل ہی ہر ایک کی منقار

برنگِ شمع ہیں گلچیں کی انگلیاں روشن
زبس فروغ پہ ہی آتشِ گلِ گلزار

برنگِ شاخِ گلِ تر ہی گردنِ طاؤس
چمن میں تو قلموں چلتی ہی نسیم بہار

دماغ سب کا فلک پر ہی اب عجب کیا ہی
اڑیں جو کرمکِ شبتاب ساں حجر سے شرار

قلم بنا کے اگر کوئی شاخِ گلبن کا
خطِ غبار سے لکھے تو بنے خطِ گلزار

برنگِ شمع ہر اک نخل ہی عیاں اس سے
مگر ہی غیرتِ فانوس باغ کی دیوار

چمن کے سبزہ پہ آ کر گرا جو شاخ سے پھول
سُنا نہ تھا کبھی ہوتے گلِ پیادہ سوار

برنگِ تیر بنے شاخِ برگِ گل میں پر
مثالِ مرغ خزاں کو کیا چمن نے شکار

ہر ایک شی میں رطوبت نے یہ کیا ہی اثر
بنا ہی کاغذ ابری برنگِ ابر بہار

بہار دیکھی جو یہ میں نے باغ باغ ہوا
بسانِ غنچۂ گل کھل گیا مرا دلِ زار

گلِ طرب سے ہوئی شاد بسکہ بلبلِ طبع
خیال آیا کہ رنگیں سے کہیے کچھ اشعار

صبا سے کہدو کہ اب برگِ گل کے لائے اوراق
ہی اب مجھے نئے نرگس قلم کی جا درکار

عوض دوات کے لازم ہی غنچۂ سوسن
عوض میں آب کے شایاں ہی شبنم گلزار

میر

جب سے خورشید ہوا ہی چمن افروز حمل
رنگِ گل جھمکے ہی ہر پات سے گر اوجھل

وقت وہ ہی کہ زبس شوق سے چشم بلبل
خوبی دلکش گل دیکھنے کو ہوا حول

جوش گل یہ ہی جہانتک کرے ہی کام نظر
لالہ و نرگس و گل سے ہیں بھرے دشت وجبل

لطف و سیزگی مت پوچھیہ کہ میں شبہیہ ہی جوں
سبزہ غلطاں ہی لب جو یہ کہ خواب مخمل

سیر کر تازگی و خرمی و شادابی
خشک بھی شاخ نے اب سبز نکالی کونپل

برگ گل فیض ہوا کرتی ہی براخگر کو
آگ کی گر کہیں سلگا کے رکھے ہیں منقل

بیت بحثی کے لیے مرغ چمن آئے دنہار
کسی گلبن کے تلے آپ بھی اب پڑھے غزل

نکلے ہی لالہ زبس چاک کر اب سینہ تل
آتش گل سے جلا کرتا ہی سارا جنگل

اٹھہ گیا بہمن و دی کا چمنستان سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاصل

سجدہ شکر میں ہی شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھکر باغ جہاں میں کرم عز و جل

قوت نامیہ لیتی ہی نباتات کی غرض
ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ
ابجو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

بخشتی ہی گل خورستہ کی رنگ آمیزی
پوشش چھینٹ قلمکار بہ دشت وجبل

عکس گلشن نے زمیں پر ہی کہ جسکے آگے
کار نقاشی مانی ہی دو دم یہ اول

تار بارش میں پروئے ہیں گہر ہائے تگرگ
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل

بارسے آب رواں عکس ہجوم گل کے
لوٹے ہی سبزہ پہ از بسکہ ہوا ہی بیکل

شاخ میں گل کی نزاکت یہ ہم پہونچی ہی
شمع ساں گرمی نظارہ سے جاتی ہی پگھل

سبز ہوتا ہے فصیحی کے سخن پہ ہر بار
جو زباں سے سخنِ آبِ طوطی کے آتا ہے نکل

دست گلچورہ و شاخِ گلِ گلزار بہم
بجہاں نشو و نما کرنے میں ہیں ضرب المثل

غنچہ پر کچھ نہیں موقوف عجب فصل ہے یہ
گل بہم ہوتے ہیں عقدہ ہو کسی طرح جو حل

آتے ہیں ایسے نظر لاکھ طرح کا وہ گل
ان گلوں چھوٹ جو نکلے ہیں سدا مستقل

یاسمیں رنگ جو رکھتی ہے چمن سے مانا
چاہتی ہے یہ سماجت کرے سبزہ بدل

چشمِ نرگس کی بصارت کے زبس ہے درپے
غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھری ہے مکحل

اسقدر محوِ تماشا ہے کہ نرگس کی طرح
چشمِ سیارِ گلستاں سے جھپکتی نہیں پل

انجمِ گردِ چمن لمعۂ خورشید سے ہے
خطِ گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر
ساغرِ لعل میں جس طرح زمرد ہو حل

سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا
تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل

برگ برگِ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے
گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل

لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیاباں میں نسیم
پاؤں رکھتی ہے صبا صحن میں گلشن کے سنبھل

اتنی ہے لغزشِ کثرت زمینِ ہر باغ
جو ثمر شاخ سے اترا سو گرا سر کے بل

فیضِ تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے
شہد ٹپکے جو لگے نشترِ زنبورِ عسل

کشت کرنے میں ہر اک تخم کے از فیضِ ہوا
گرتے گرتے ز زمیں برگ و بر آتا ہے نکل

سبز فام اندنوں آتا ہے نظر ہر گلرو
خواہ ہو شیخ پسر خواہ وہ فرزندِ مغل

جوہری کو چمنستانِ جہاں میں اس فصل
آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے میں خلل

تا کجا شرح کروں میں کہ بقولِ عرفی
اخگر از فیضِ ہوا سبز شود در منقل

حسن سے اسکے یہ کچھ عارضِ گل ہی معمور | رنگِ رخسارِ بتاں سبز ہو جسکے حضور
فیض سے بادِ بہاری کے کریگا امسال | آہ بلبل کی شجر سے گلِ تاثیر ثمر
قوتِ نامیہ کی نشو و نما کے باعث | دانۂ اشک بھی سرسبز اگر ہو کیا دور
پشتِ طاؤس بنا روی ہوا ایسکہ ہوا | دامنِ بادِ صبا سبزہ و گل سے معمور
جو بھی جوشِ نظارت کا زمانہ میں رہا | کیا عجب زخم کا بھی سبز اگر ہو انگور
لعل نے رنگ زمرد کا کیا ہی پیدا | سبز زنگار کی مانند ہوا ہی کافور
باغ میں جو گیا گلگشت کو اسنے یہ کہا | فصلِ گل آئی ہی ہرگز نہ کبھی اس شعور
گر چھوے برگِ حنا کو تو اثر سے اسکے | سرخ ہو جائے اگر ہاتھ نہ سمجھو کچھ دور
گرد پھرتی ہی خیاباں میں نسیمِ سحری | گل سے دامن کو صبا اپنے کئے ہی معمور
چھو کے لیتا ہی ہر اک نخلِ گلستاں اسطرح | جس طرح کھاتا ہو لغزش کہیں ہی مخمور
غنچہ کرتا ہی تبسم کہیں گل ہنستا ہی | آبجو ایک طرف دیکھو تو ہی پر شور
جوششِ ابرِ بہاری سے تعجب کیا ہی | روغنِ گل عوضِ شہد اگر دے زنبور
گرم بازاریِ گل پہونچی ہی اس رتبہ کو | اہلِ دنیا کی بھی گل ہو گئی ہی شمعِ شعور

یہ زمیں خوب شگفتہ ہی تو اسمیں اے رند
تازہ مضمون کی اک تازہ غزل کر مسطور

غالب

سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار
سایۂ لالۂ بیداغ سویدائے بہار

سبز ہے جامِ زمرد کی طرح داغِ پلنگ
تازہ ہے ریشۂ نارنج صفت روئے شرار

کوہ و صحرا ہمہ معموریٔ شوقِ بلبل
راہِ خوابیدہ ہوئی خندۂ گل سے بیدار

سونپے ہے فیضِ ہوا صورتِ مژگانِ یتیم
سرنوشتِ دو جہاں ابر بیک سطرِ غبار

کاٹ کر پھینکیے ناخن تو باندازِ ہلال
قوتِ نامیہ اُسکو بھی نہ چھوڑے بیکار

کفِ ہر خاک بگردوں شدہ قمری پرواز
دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ طاؤس شکار

موجِ گل ڈھونڈھ بخلوتکدۂ غنچۂ باغ
گم کرے گوشۂ میخانہ میں گر تو دستار

کھینچے گر مانیِ اندیشہ چمن کی تصویر
سبز مثلِ خطِ نوخیز ہو خطِ پرکار

ذوق

نہ ہے نشاط اگر کیجیے اُسے تحریر
عیاں ہو خامہ سے تحریرِ نغمہ جائے صریر

زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آوازِ خوشتر از بم و زیر

ہوا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش
ق
کلیدِ قفلِ دلِ تنگ و خاطرِ دلگیر

کرے ہے وا لبِ غنچہ در ہزار سخن
چمن میں موجِ تبسم کی کھولکر زنجیر

کچھ انبساطِ ہوائے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر

اثر سے بادِ بہاری کے کھلانے میں
زمیں یہ ہمسرِ سنبل ہے موجِ نقشِ حصیر

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم فشاں
تو سبز فیضِ ہوا سے ہو وہ بہ رنگِ شعیر

ہوا یہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر

نہ خارِ دشت ہی حمی مین خواب مخمل ہی — ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہی تارِ حریر

ہوا مین یہ ہی طراوت کہ دودِ گلخن بھی — برستا اُٹھی ہی آتش سے مثلِ ابرِ مطیر

یہ آیا جوش مین بارانِ رحمتِ باری — کہ سنگِ سنگ مین سبزہ کی ہی تاثیر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کیطرح خوشاب — ہر اک گہر گہرِ شبچراغ پر تنویر

کرے ہی صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ — کہ جسطرح بہم آمیختہ ہو شکر و شیر

سنوارتی ہی جو شام اپنی زلفِ مشکین کو — سوادِ مشکِ ختن یہ ہی لا کہہ آہوگیر

نہالِ شمع سے ہر شب جو چنے گلِ شبو — بہارِ عیش مین گلچین کیطرح سے گلگیر

ہنسے چراغ تو ایسی ہنسی مین پھول جھڑین — حیا سے رنگِ گلِ آفتاب ہو تغیر

عجب نہین ہی کہ آرایشِ زمانہ سے — خدائی سجے ہون تاک و چنار بید انجیر

نہ کیونکہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھون مطلع — کہ آئے ہی نظر اک قدرتِ خدائے قدیر

ظہورِ نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر — نسیمِ نکہتِ گل اطہر و لطیف و خبیر

شمیمِ عیش سے ہی یہ زمانہ عطر آگین — کہ قرصِ عنبر اگر ہی زمین تو گرد عبیر

حمل سے حوت تلک جا بجا ہین تصویرین — بنا ہی عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر

جہاتِ ستہ سے بزمِ جہان ہی وسعت خواہ — کہ ہی ہجومِ نشاط و سرورِ جمِ غفیر

زمزمۂ بہار

سودا

برجِ حمل مین بیٹھکے خاور کا تاجدار — کھنچے ہی اب خزان پہ صفِ لشکرِ بہار

کہتے ہین یون زبانِ پیکِ صبا یہ حکم — پہونچا حضور سے طرفِ باغِ روزگار

مرکب جو شاخسار کے ہیں انپہ آب شتاب
پونہچیں سوار ہوکے جوانانِ برگ و بار

ق

ہیں بخشی و وزیر جو مریخ و ماہتاب
انکو یہ حکم ہی کہ امیرانِ نامدار

مونہہ کھول دو خزائنِ گل اشرفی کے تم
پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار

چہرہ لکھا کے سرخ نگہداشت اب کرو
تعداد پوچھتے ہو تو بیحد و بے شمار

کردو یہ حکم سیرِ فلک کو کہ ای دبیر
ہووے محرروں کا تغافل اگر شعار

اہلِ قلم جو دفترِ بخشیگری کے ہیں
اُسنے کہیں بر لے تقید یہ بار بار

گلگونہ لالہ گر کہیں بیداغ رہ گیا
چیرینگے پیٹ ہر متصدی کا غنچہ وار

لینا ہی کام مجکو جوانانِ باغ سے
بھر بھر سپر گلوں سے کے تئیں دو زرعیار

ابلاغ خانساماں کو ہووے اس امر کا
تا یہ کہے بلاکے وہ اپنے بھی پیشکار

معمول سے زیادہ مقید ہوں اِکی سال
جس طرح چاہیئے کریں اس فوج کا سنگار

پس اہلکار لالۂ خودرو سے یوں کہے
رنگیں شتاب مستکِ پیلانِ کوہسار

و سگلے ہزار رنگ کے پہناویں ابر کو
موجِ ہوا تلک ہو زرہ پوش اِکی بار

تقسیم کردیں فرقۂ غنچہ کو چلتہیں
دین دو دوپٹے رسالۂ گل ہو امیدوار

کہدیں کہ چار نہر سے گلشن کے صحن باغ
چار آئینہ کو سبج کے رہیں مستعدِ کار

دار و گلی پیرِ مغاں میکدے کے بیچ
رکھیں نہ اب سو لے کمر کیسہ زینہار

بندوقیں لے بند شیشے کے بھر بھر کے مغبچے
اگر شتاب غنچۂ چمن مین کریں گذار

جتنے ہیں نی نوازِ جہاں بیچ اب کریں
پیشہ وہ کرنا کے بجلانے کا اختیار

باور اگر نہیں تو اِسی آن دیکھ لو
پایا ہے اِمر مطلعِ ثانی نے اِشتہار

ترکش لگا کے دینے کو تصحیحِ بہار
گلگوں پہ اپنے تُرکِ ہزارا ہوا سوار

اِک گلزمیں نہیں کہ جہاں آ کے سبزے نے
کرتا نہووے کھینچ کے شمشیرِ آبدار

غصّے سے اک دگر کٹے مرتے ہیں یہ کہ موج
گرداب ڈھال رُو کے ہے مارے ہے جب کنار

یہن خود اک دن نہیں رہتا سرِ حباب
ڈٹے رہے ہیں مونہہ پہ جھلم سنگ آبشار

اندامِ جویبار پہ اب عکسِ آب سے
بکتر سجا ہے دیکھیو تو ہوں کیا لیل کیا نہار

جاتا ہے نیستاں کی خورو بید کی یہ وہم ق
ہوتا ہے اِس یقین کا دل میں ہیں لیل و نہار

نکلے ہیں باندھ باندھ کمر ہو کے مستعد
لیکن سپہر ہر باؤں کے سر پے بار بار

رنجک ہی بھر مشق اُڑایا کرے ہے برق ق
گولی ہی ڈھالتا ہے سحابِ تگرگ بار

آوازِ توپ در ہلکہ رعد روز و شب
کرتے ہیں نہ سپہر سے جا وُف اسطر گذار

گرباریجہ بھی ابرِ سیہ کا ہوا ہیں ہے
گجتاں کی طرح سے چنگاڑے ہے بار بار

تھا جسقدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہہ صدا
سُنکر زمیں سے چونک اُٹھا ہو کے بیقرار

آسودگانِ خوابِ عدم بھی ہے عنقریب
اُٹھکر کے خاکداں سے کرینگے حشر آشکار

کرتے ہیں طائرانِ چمن آپ یہہ زمزمہ
یارب یہہ اُلکے سال قیامت ہے یا بہار

طاؤس نام وہ جو ہیں اِس فوج کے نقیب
کرتے ہیں یہہ صدا کہ جوانانِ لالہ زار

باہم سے دست بستہ جدا ہو کھڑے رہو
جلدی سے باندھکر کمرِ کینہ استوار

میدانِ صاف کرتی ہے جاروبِ بادِ تند
تا وقتِ کارزار من گل سے نہ اُلجھے خار

صد برگ و جعفری و گلِ اشرفی نے اب
کیسر نے بل نے کر کے یہ باہم کیا قرار

سنمکھہ صفِ قشونِ خزاں آئے جسگھڑی
ہو کر اُتارے کیجیے میداں میں کارزار

ق
استادہ ہے جہاں علفِ سبزہ خاک پر
پانی کی جسطرف کو زمیں پر چلے ہے دھار

بھالا ہے اور برچھی ہے بلم ہے اور سیل
خنجر ہے اور تیغ ہے دشنہ ہے اور کٹار

ق
ہر آن میں ترانۂ بلبل کے واسطے
ہے اندنوں یہ شعرِ تجلّی کا رو بکار

از سایہائے بید مولّہ بھر طرف
دارد زمیں کمانِ سیہ توز در کنار

ترکِ صبا کہے ہے مرا تیر بازگشت
ہو پشت پر حریف تو نکلے جگر کے پار

خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایک دم
مانگے ہے برگِ بید سے خنجر کو ہر چنار

ق
دامن کو باندھ باندھ ہوئے مستعد جو سرو
قمری ہر ایک کہتی ہے یوں نعرہ مار مار

ایسا نہو کہ طعن کریں ہمکو بلبلیں
لڑ یو قدم کو گاڑ جوانانِ طرحدار

نرگس کو باوجود ہے بیماری شدید
بستر چمن میں آن کے وہ ناتوان نزار

للکارتی ہے یوں کہ دو بہیا ہے جو کوئی
ٹالے تو بارے آنکے میرے عصا کا وار

ق
ثمرکھہ کے ہر درخت سے یوں سنگترے کا خار
کہتا ہے گرچہ ہاتھ میں شیشہ ہے تیرے یار

لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے
کتنوں کا سر میں توڑوں ہوں پتھر ہی بار بار

دل ہیچ حرص ہر ایک کے میں کیا بیاں کروں
پایا ہے آتشِ غضب نے کہیں سے یہ قرار

سنگلین بجای دانہ ستر کچھ عجب نہیں
دیجے اگر انار کو پنجہ میں لے فشار

موسم فرحت افزا اور عمدہ آب و ہوا

واہ وا کیا معتدل ہی باغ عالم میں ہوا
مثل نبض صاحب صحت ہی ہر موج صبا

ہی گلوں کے حق میں شبنم مرہم زخم جگر
شاخ بشکستہ کو ہی باران کا قطرہ مومیا

ہوگیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ بے داغ سیہ پانے لگا نشو و نما

ہوگیا زائل مزاج دہر سے یہانتک جنون
بید مجنوں کا بھی صحرا میں نہیں باقی پتا

ہوتا ہی لطف ہوا سے اسقدر پیدا لہو
برگ میں ہر نخل کے سرخی ہی جوں برگ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا میں کہیں
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہی [illegible]

ہر مزاج بلغمی میں ہوتی ہی تولید خون
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہی بجا

نام کو اشیا میں نہ تلخی رہی نہ سمیت
بنگئی تریاک افیون زہر میٹھا ہو گیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
کیا عجب گر آب حنظل دے تو شربت کا مزا

نیش کی جا نوش ہو دنیا نہ زنبور میں
کام میں افعی کے ہو مہرہ بجای آبلا

راحت و آرام کا اس دور میں ہی دور دور
چاہیئے وقف نمو ویران سر سے آسیا

موتیا بند آنکھ میں اپنی جو رکھتی ہی صدف
اب رکھے ہی روشنی مثل دل اہل صفا

آگیا اصلاح پر ایسا زمانہ کا مزاج
تا زبان خامہ بھی آتا نہیں حرف دوا

فرق جایا یہانتک اعضا سے ان درد نے
درد کے جو حرف ہیں وہ آپ بھی ہیں سب جدا

لاغروں کو ہو کمال تاب و طاقت یہ شتاب
کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب میں ہو بدر الدجی

صبح صادق کی ہی گو سر میں سفیدی آگئی
لیکن اس پیری میں بھی صادق ہی اشتہا

بھوک کی شدت سے اسکو اک نفس جمعیت نہ ہو
قرص سے خورشید کے جبتک نہ کر لے ناشتا

رات بھر ٹوٹا کیا انجم کے دانے چرخ پر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلاً شکم میں کچھ نہ تھا

ہضم کامل اسقدر معدہ نے پہونچایا بہم
جیسے الکیموس ہے جو حلق سے اُتری غذا

اسقدر جاتی رہی عالم سے بیماری ہجم
نام گلشن میں نہیں ہے نرگس بیمار کا

کسی گھوڑے کی تعریف

سودا

حسن و لطف آشفتگی کاکل جسکے کانوں کا بیان
باغ میں سوسن نہیں کر سکتی با چندیں زبان

اُسکے پٹھے کو سمجھ کے قہقہہ کہتی ہے خلق
کیا یہ چرتا ہے بجائے کشت زعفران

خوش کمر اتنا کہ جوں پیوستہ ابرو میں ہو خال
جا نہیں ہے یہ گریبان و بغل کے درمیان

خوش بدن اسکا ہے جوں اختر برج کبود
جلد کے نیچے سے ہر قطرہ لہو کا ہو عیان

نقش سم جس دشت پر اُسکے ہو جست و خیز کا
دیں غزالانِ حرم بھی نعلبندی کے وہان

گرم ہووے وہ پری پیکر تو اُسکا حسن و لطف
دیکھے سو جانے غنچے سے کسکی ہو عطر فشان

ہر گل رنگ حنا پر یوں عرق دے ہے بہا
لالہ کے اوپر ہو شبنم جس طرح گوہر فشان

ہے جلاوے میں اس گلگوں کی مرادی کا لطف
جوں پون پھینے سے لہراتا ہو سرو بوستان

جب قدم رکھتا ہے وہ محبوب تا ہنگام تگ
صدقے کرتے ہیں خرام ناز اپنا دلبران

تنگ چاک جاوے عنان اسمیں جو قاش زین سے
اسطرح اڑ جاے جوں چہرہ سے رنگ عاشقان

گر صفِ اعدا پہ سیدھا ہو تو جوں تیرِ خدنگ
ڈالدیوے اُسکو تو پہونچے بغل آواز وہاں

پہونچنے پاوے ہوا بھی نہ وہاں سے منہ تاب
پہونچے ہی یہ یاد دیتا یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں

ایک ہاتھی کی تعریف

اُسکی گجگاہ کی ابدرے چہرہ پہ لٹک
کہکشاں جیسے شبِ یلدا میں نمایاں بفلک

بیٹھنے میں ہے وہ کوہ اُٹھنے میں ہے ابرِ سیاہ
عرش رفعت میں ہے چلنے میں ہے جوں چرخ جھلک

سنجرِ طور کا چہرہ پہ ہو اُسکے جلوہ
رنگیں تزئیں کے لیے جسبگھڑی اسکا مستک

جھول پر اُسکی ستاروں کا کہوں کیا میں حسن
تارے جسطرح ہیں رات اندھیری میں چھٹک

ق

لیکے خرطوم میں زنجیر پھراوے وہ اگر
اُسکے دانتوں کو یہ سمجھے جو کوئی ہو ہمہ تن

لیلیٰ نے ہاتھ نکالے ہیں سیہ خیمے سے
ملنے کو مجنوں سے سن سلسلہ پا کی جھنک

روزِ میداں اُسے دیکھو تو دلاور اتنا
سر کرے وہاں سے نہ جہاں سے کہ زمیں جائے سرک

سامھنے اُسکے وہ چھوٹے ہی بنا خوک کی گرد
داغ میں اک مرتبہ ہو تو بجو ہم سنگ اٹک

جیسے جی کیا جیری لاوے وہ جسے خاطر میں
بات بجلی کی کڑک کا کبھی پہونچے اُس تک

چلے وہ توڑ کے جوں لشکر اُسکی چھیڑ کو
پانو کھجلانے لگے سونڈ میں لیکر تو لٹک

سب نے نکالے اِسقدر اُسکا ہی چلاوا جیسے
مہر میں ابر کے سایہ سے ہو سایہ کی جھلک

اِسقدر ہے وہ سبک رو کہ کبھی چلتے وقت
پانو کی اُسکے دلِ مور کو پہنچے نہ دھمک

علمِ طب اور اچھے طبیب کی صفت

علمِ طبی ہے طبابت تو یہ سُن کچھ ہم
قاعدہ فنِ طبابت کا بیاں تجھسے کریں
کام اِس فن میں رکھے سب ہے تشخیصِ مرض
فی الحقیقت ہے اطبا میں وہی شخص طبیب
جنبشِ نبض سے اور لونِ قارورہ کے
ادویہ میں کرے تنقیحِ خواصِ مفرد
سنِ بیمار پہ کر غورِ مداوا وہ کرے
چار چیزوں سے مرکب بدن انساں کا ہے
حد سے اِن چاروں میں ہے جا بڑھے جو چیز
ہے یہ لازم کہ کسل کا سبب اسمیں ڈھونڈ پڑے
بعدِ تشخیص دوا کیجے مرض کی بالضد
غورِ اخلاط کی کیفیت و کمیت پر
زیادتی چاروں میں جسکی ہو مرض کا موجب
رکھے منظور طبیعت کی مرض پر قوت
قاعدہ یوں ہی پھر آگے ہے شفا اُسکے ہاتھ

متفق ایسے اطبا ہیں جہاں میں باہم
فہم کے گوش جو تو اپنے نہ رکھتا ہو صم
یہ نہ ہو جس میں تو پھر سیف سمجھ اُسکی قلم
جو کما ینبغی اِن چیزوں کا ہووے اعلم
ہووے فی الفور جسے اصلِ مرض مستفہم
ہووے ترکیبِ مرکب کے وزن سے محرم
اور ملحوظ رکھے آب و ہوا اور موسم
خون و سودا ہی ہر اک جسم میں صفرا بلغم
حکما کہتے ہیں انساں کا مزاج اس سے ضم
ٹھہرے جو خلط کریں اُسکا تدارک پیہم
حفظِ صحت کے لیئے نسخہ ہو بالمثل نعم
ہو نہ منظور جسے اُسکی دوا ہوتی ہے سم
عقل کی رو سے تدبیر ہے اُسکی اُس دم
تنقیہ کرکے مناسب ہیں اُس خلط کو کم
جسکے ہے قبضۂ قدرت میں علاجِ عالم

سودا کے وقت ملک کی تباہی

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے — دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زباں ہے

میں حضرت سودا کو سنا بولتے یارو — اللہ رے اللہ وہ کیا نظم بیاں ہے

آتا میں کیا عرض کہ فرمائیے حضرت — آرام سے کٹنے کی کوئی طرح یہاں ہے

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی ہو جا — اس امر میں قاصر تو فرشتوں کی زباں ہے

کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانہ کی کیسی شکل — ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیاں ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسیکی — تنخواہ کا پھر عالم بالا یہ نشاں ہے

گذرے ہے سدا یوں علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر میں تو سپر بنیے کے یاں ہے

ثابت ہے جو دگلا تو نہیں موزوں میں کچھ حال — تیروں میں ہے پر گر ہی تو بے چلہ کماں ہے

کہتا ہے نفر غرہ کو صراف سے جا کر — بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقہ میں میاں ہے

یہ سنکے دیا کچھ تو ہوئی عید و گرنہ — شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضاں ہے

اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے — تنخواہ کا پھر بٹنا اس شکل سے یاں ہے

لیتے ہیں بڑی دسیں وہ تو دو ماہا — ٹک دھونس و دھڑلے کی جنھیں تاب و تواں ہے

ملا جو اذاں دے ہے تو منہ باندھ کے اسکا — کہتے ہیں کہ خاموش مسلمانی کہاں ہے

سنکے ہی گدھا اٹھ پھر گھر میں جدا کے — نہ ذکر صلوٰۃ اور نہ سجدہ نہ اذاں ہے

اور وہ جو ہیں کمزور وہاں آ لگتے بیٹھیں — ریتی کی جو آگے کی یہ ہر ایک دکاں ہے

اُٹھوا اُٹھانے کو لگاتے ہیں اُنھیں جان و اپنا — دربار رواس عہد میں جو خرد و کلاں ہے

(ق)

یوں بھی نہ ملا کچھ تو پھر اک پالکی آگے — اِس سج سے سالہ کا رسالہ ہے رواں ہے

کوئی سر پہ کیئے خاک کوئی چاک گریباں — کوئی رووے ہے مونہہ پیٹ کوئی نعرہ زناں ہے

ہندو و مسلماں کو پھر اُس پالکی اوپر — ارتھی کا توہم ہے جنازہ کا گماں ہے

یہ مسخرگی دیکھ کے جب صاحب ارتھی — کرتے ہیں وہاں عرض تو فرمان یہی ہاں ہے

گر ہو جیئے جا کسی عمدہ کے مصاحب — اُسکی تو اذیت ہی نئی آفت جاں ہے

وہ جاگے ہے جو راتوں کو تو بیٹھے ہیں دو زانو — کیسا ہی اگر اپنے تئیں خواب گراں ہے

بے وقت خورش اُسکی جو ہو اپنے تئیں بھوکھ — سو کیا کہوں تجھ سے کہ مصیبت کا بیاں ہے

گھڑیال کی چھت بیٹھے ہوئے گنتے ہیں گھڑیاں — اور ریح خلا رودوں میں جو اُن سب دواں ہے

خمیازہ یہ خمیازہ ہے اور حیرت اوپر حیرت — مونہہ صورت سوفار کمر شکل کماں ہے

صیغہ یہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر — سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یاں ہے

صحت ہے یہ اُس سے اگر آقا کی تئیں چھینک — آوے تو وہ اُسکو بخشونت نگراں ہے

دیتے ہیں منگا تیر و کماں ہاتھ میں اُسکے — ٹھنڈی ہوا آنے کا اگر اسوقت گماں ہے

اور ما حضر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے — کھانا تو یہ کھاتے ہیں پر اُسکو خفقاں ہے

مطبوخ میں ہے خربزہ اور خربزہ پر دودھ — ہے دودھ پہ مچھلی تس اوپر گاوزباں ہے

یہ بھی تو نہیں ہے کہ اسی سے ہو تسلی — اِس سب پہ تفنن کے لیئے بینگناں ہے

اِس میں جو کہیں درد اُٹھا پیٹ میں آ کے — گر بو علی سینا ہے تو پھر ہیچمداں ہے

سب کہتے ہیں غرض موت سے اٹرنکی سپاہی
گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی اماں ہے

سوداگری کیجے تو یہ ہے بسمیں مشقت
دکھن میں بکے وہ جو خرید صفہاں ہے

ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل
ہر شام یہ دل سوختہ سود و زیاں ہے

لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار میں جنس
یہ درد جو سنئے تو عجب طرفہ بیاں ہے

قیمت جو چکاتے ہیں تو اسطرح کہ تا ایک
سمجھے ہے فروشندہ یہ دمڑی کا گراں ہے

جب مول مشخص ہوا مرضی کے موافق
پھر بیسیوں کا جاگیر کے عامل پہ نشاں ہے

پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جس وقت
کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہاں ہے

اور واں سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لیجاو
دیوان ہو تو بات یہ کہتے ہیں گراں ہے

آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہیں نہ وہ جنس
ہر اک متصدی سے میاں دو رٹیاں ہے

ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے آگے
جو پالکی نکلی تو یہ فریاد کناں ہے

دو بیل کی جا کر جو کہیں کیجیے کھیتی
اور مینہ بھی موافق ہی پڑے تو تو سماں ہے

ہیں خشکی و غرقی کے تفکر میں شب و روز
نہ امن ہے دل کی تپش جی کو اماں ہے

گر خان خوانین کی سے کوئی وکالت
اسکا تو بیاں کیا کروں تجھسے کہ عیاں ہے

ہر عمدہ کے دروازہ پہ بس پوش بیٹھا
پوچھے ہے ہر اک شخص سے نواب کہاں ہے

ہر گھر میں وہ جاتا ہے کہ میں فوارہ سا چھوڑوں
ہر کوچہ میں جوں آب چکا یو وہ رواں ہے

دیوان کے بخشی کے تو اثبات کے حاضر
مانند کنھیا کے جہاں دیکھو تہاں ہے

ہر بات پہ لٹھا ہی رہے صبح سے تا شام
بلبل کے سے طوطے کی طرح مونہہ میں زباں ہے

لاوے با کچہری سے وہ ٹھوں کا سیاہا ملجائے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہے
سو ماہے یہ بیٹھے ہی وے پانسو ہی خرچ اور زر کے اجارہ کی بھی اردو میں دکان ہے
بتا دے غرض جیسے اٹھا کر ہے تے روپوش گھر جا کے پکارے جو کوئی لاؤ کہاں ہے
جس وقت سنا یہ وہیں آواز بدل کر آہی کہا گھر میں سے کے کشن چند یہاں ہے
پھر ہو جو موکل سے کہیں آ کے دمیں جھگڑا استاد کا جاگیر یہ اُس سے یہ بیاں ہے
عرضی یہ ہوا ایم سیاہہ یہ ہوا ایجیم پروانہ میں تم پر ہوں تصدق یہی جاں ہے
کاہے کی غرض عرضی ہے اور کسکا سیاہا کیدھر ہے وہ پروانہ وہ جاگیر کہاں ہے
انصاف جو کیجے تو نہیں اسکی بھی تقصیر سب حاصل ان باتوں کا اک پارچہ نان ہے
شاعر جو سنے جاتے ہیں مستغنی الاحوال دیکھے جو کوئی فکر و تردد تو یہاں ہے
مشتاق ملاقات انھوں کا کسو نا کس ملنا انھیں اُنسے جو فلاں ابن فلاں ہے
گر عید کا مسجد میں پڑھیں جا کے دوگانہ نیت قطعہ تہنیت خان زماں ہے
تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر گر رحم میں بیگم کے ابھی نطفہ خاں ہے
اسقاط حمل ہو تو کہیں مرثیہ ایسا پھر کوئی نہ پوچھے میاں مسکین کہاں ہے
ملائی اگر کیجے تو ملا کی ہے یہ قدر ہوں دو روپیہ اُسکے جو کوئی مثنوی خواں ہے
اور ما حضر اخوند کا اب کیا میں بتاؤں یک کاسہ دال عدس و جو کی وہ نان ہے
دن کو تو بچارہ وہ پڑھایا کرے لڑکے ست خرچ لکھے گھر کا اگر ہندسہ داں ہے
تسپر یہ ستم ہے کہ تنہا اٹھے اوسکے لڑکوں کی شرارت سے سدا خانہ نہاں ہے

بھاگے یہ عمل کرکے جو شیطان کا شگوفہ ۔ کو سیئے انکے تعاقب میں رواں ہے
اب کیجیے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات ۔ آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہاں ہے
جس سوز سے کاتب کا لکھا حال ہے سب سے ۔ ہر صفحہ کاغذ یہ قلم اشک فشاں ہے
وہ بیت ٹکے سینکڑے لکھنے کو ہی محتاج ۔ خوبی میں خط اب جسکا یہ خط بتاں ہے
یہہ بھی میں تکلف ہی سے کہتا ہوں وگرنہ ۔ آفاق میں ان چیزوں کی اب قدر کہاں ہے
اچھا ہو جو موسے کا زمانہ میں سے پھر ۔ خطاط کی اتنی ہی رہے قدر جو یہاں ہے
ہدیہ ہو سوا پانچ ٹکے گذری ہیں آکر ۔ یاقوت پکارے جو بکا و قرآں ہے
دمڑی کو کتابت لکھیں دھیلے کو قبالہ ۔ بیٹھے ہوئے واں میر علی جو کہ جہاں ہے
چاہے جو کوئی شیخ سے بہر فراغت ۔ چھٹے ہی تو شعرا کا وہ مطعون زباں ہے
اسکا جو کوئی دیکھے تو وہ بہر معیشت ۔ اس فکر و تردد ہی میں ہر ایک زماں ہے
پوچھے ہے مریدوں سے یہ ہر صبح کو اٹھکر ۔ ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہاں ہے
تحقیق ہوا عرس تو کر داڑھی میں کنگھی ۔ لے خیل مریداں سے گئے وہ بزم جہاں ہے
اور ماحصل اس رنج و مصیبت کا جو پوچھو ۔ ڈالا ہوا واں دال نخود قلیہ و ناں ہے
سب پیشوں کو تج کر جو کوئی ہو متوکل ۔ جورو تو یہ سمجھے نکھٹو یہ میاں ہے
اور بیٹے کے دل کو ہی خرافت کا تیقن ۔ بیٹی کو جنوں ہوئے کا بابا یہ گماں ہے
بالغرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری ۔ یہ شکل بھی مت سمجھیو کہ راحت جاں ہے
ٹک دیکھنا منصور علیخان کا احوال ۔ چھاتی پہ کڑک بجلی ہے بورشتہ ہے

صدق اور کذب یہ ہر نکتے کی ہی شرط نظر — گو ر کیا جانے یہ سچا ہی کہ جھوٹا گوہر

ہوئی غربت میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی
تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

تہنیت نوروز

مصحفی

کرے نہ کیونکہ زمین رشک گلستان نوروز — کہ ہی بہار ربیعی سے گلفشان نوروز
برنگ دانۂ خشخاش سبز کرتا ہی — زمین خشک میں پوسیدہ استخوان نوروز
یہ آب جو میں نہ عکس شگوفہ کی ہی بہار — زمیں پہ چرخ سے لایا ہی کہکشان نوروز
ہر اک جگہ ہی جو تقویم سال نو کی طلب — ہوا ہی خود سبب رزق کاتبان نوروز
زبسکہ زائچے کھینچے ہیں صاف کرتا ہی — میان خانۂ تال تختیان نوروز
کہیں ہی چہرہ کشا لوح اہل فارس کا — کہیں ہی آئینۂ زیچ ہندیان نوروز
کہیں طریقۂ تحت الشعاع ہی مرقوم — کہیں ہی نقش کش ساعت و زمان نوروز
فلک کرائے ہی بیضے وہاں کواکب کے — یہاں ہی دستخوش دست کودکان نوروز
وے قطار لڑے یہ کہکشان ہی جو غش — ہوا ہی بیضۂ آخر یہ شادمان نوروز
ہزار شکر کہ تیرے قدم کی برکت سے — نہ باغ دہر میں دی کا رہا نشان نوروز
یہ پوڑیاں تیرے نیزوں کی اسکو آئیں نظر — کہ ڈر کے بھاگ گیا لشکر خزان نوروز
مبادا اسمیں ہو عیش ... عشرت ہم — نہ آفتاب کو جانے دے تا کجا نوروز
یہ دن ہی وہ کہ شہان عجم جشن کرتے ہیں — نقیض کھانوں کے لا کرکے ہی خوان نوروز

یہ دن وہ ہے کہ سمجھا کر بساطِ یکرنگی
کرے ہے رنگ یہ اپنے تنِ شہاں نوروز

جو زرد ہووے تو زردی ہے کا کرے احکام
بنا ہے مجلسِ شہ کشتِ زعفراں نوروز

جو سرخ ہو تو زمانہ کو سرخ پوش کرے
برنگتِ قرمزی رنگِ ارغواں نوروز

جو صندلی ہو تو پہنائے صندلی جامہ
برنگ سے رائحہ بخشی مغزِ جاں نوروز

وگر ہو رنگ کسی سال اسکا بادامی
دکھاوے اُسمیں شگوفہ کا پھر سماں نوروز

غرض ہمیشہ سے الواں ہیں مختلف اسکے
ملا ہے بسکہ یہ نیرنگ آسماں نوروز

پر ایکی سال یہ گردش نے ماہ کی چاہا
کہ جلوہ گر ہو بہ پیراہنِ کتاں نوروز

لے آوے باغ سے گلدستہ ہا کے داؤدی
برائے پیشکشِ شاہِ کامراں نوروز

جو سازِ جشن میں ایسا نکر گیا ہرگز
جم اپنے عہد میں ایسا نہ ارسلاں نوروز

ہر اک کے نام میں یہانتک بھرا ہے عیش و نشاط
کہ یہاں کا خواجہ سرا جو ہے ہے میاں نوروز

دعاے شاہ پڑھ اب اور یہ دم غنیمت جان
کہ مصحفی تو کہاں اور پھر کہاں نوروز

شہزادہ ڈیوک آو اڈنبرا کے تشریف لانیکی شادمانی

واسطی

آمد شہزادہ ہے گلشن ہے سارا لکھنؤ
سبز ہے بارانِ رحمت سے نہالِ آرزو

مثلِ گل خنداں ہے شادی سے ہر اک پیر و جواں
عید ہے ملتے ہیں سب باجے ہیں بجتے کو بکو

ہیں جوانانِ چمن بھی بادۂ عشرت سے مست
جھومتے ہیں سرو گلشن میں کنارِ آبجو

جو سڑک ہے روشنی میں کہکشاں سے کم نہیں
منزلِ مہتاب تاباں ہیں دکانیں چار سو

کیا چمک ہی کیا صفائی ہی در و دیوار میں ۔ ہر قدم پر آئینے ہیں ہر وہاں کے رو برو

ہی رعایا شاد آیا مالکِ اقلیم ہند ۔ کرتے ہیں ہر وقت یہ خوش ہو ہو کے باہم گفتگو

واہ کیا اقبال ہی کیا جاہ ہی کیا عز و شان ۔ کیا حقیقت قیصر و خاقان کی اسکے روبرو

ہو وہ در دولت کا دربان ہی یہ دارا گر ہو بس ۔ آئینہ داری کی رکھتا ہی سکندر آرزو

تخت سے اُسکے جواہر کا ہوا پایہ بلند ۔ تاج سے اُسکے دُرِ یکتا نے پائی آبرو

عدل میں نوشیرواں کیا اُس سے ہمسر ہو سکے ۔ غیر ممکن ہی کہ ہو ہمچشمِ دریا آب جو

علم اس درجہ کیا ہی حق تعالی نے عطا ۔ عالم و فاضل کی کیا طاقت کریں جو گفتگو

زندہ ہوتے ان دنوں بقراط و افلاطون اگر ۔ بے تکلف دل سے شاگردی کی کرتے آرزو

بحث حکمت میں کرے اُس سے ارسطو کیا مجال ۔ بند وہ باتوں میں ہو جائے زباں بے گفتگو

موشگافی پر اگر آئے کبھی فکرِ دقیق ۔ کاسۂ خورشیدِ تاباں میں نکل سکتے ہیں مو

کیا اولوالعزمی ہی راہ بحر و بر دو گام ہی ۔ ملک دیکھے ہیں پھرے ہیں شش جہت میں چار سو

ہر جگہ ہر ملک میں جا جا کے کھیلا ہی شکار ۔ دشت و دریا کا تماشا ہی نگہ کے روبرو

کی سکندر نے سیاحت پر نہ ایسی دہر میں ۔ محو سیاحانِ عالم ہیں یہی بے گفتگو

حکم ہی عاجزنوازی کا کہ باغِ دہر میں ۔ تا جیبِ گل ہو تارِ اشکِ بلبل سے رفو

اسقدر عالم میں دستِ فیض ہی گوہر فشاں ۔ پانی پانی ابرِ نیساں بھی ہی جسکے روبرو

ذکر قمری نے اگر اسکی سخاوت کا کیا ۔ واہ رے تاثیر زریں ہو گیا طوقِ گلو

خلق عالی آشکارا ہی تمام آفاق پر ۔ مشک نافے کے چھپائے سے نہیں چھپتی ہی بو

دیکھکر آئینہ الطاف مخلص رو سفید
خون دشمن سے ہی تیغ قہر اُسکی سُرخرو

کیا شجاعت ہی تمام آفاق پہ چھایا ہی رعب
کانپتے ہیں خواب میں بھی بید کی صورت عدو

توسنِ چالاک میں وہ تیز رفتاری کہ برق
ٹھوکریں کھاتی ہوئی پھرتی ہی جسکے روبرو

فیل کا رتبہ کہیں ہی آسماں سے بھی بلند
مہر ہی زریں عماری کیا ہی اسمیں گفتگو

گفتگو سے کر سکے کیا کوئی تعریفوں کا حصر
کس طرح گنجایشِ دریا ہو ما بین سبو

واسطے وقتِ دعا ہی کر یہ خالق سے دعا
سامنے ممدوح ہی استادہ ہی تو روبرو

رنگ و بوی گلشنِ حشمت ترقی پر رہے
جب تلک ہی گلشنِ عالم میں جوشِ رنگ و بو

کالعدم ہو جائیں جو بدخواہ ہیں سرکار کے
خیرخواہوں کو ملے ہر دم زیادہ آبرو

مصرعِ تاریخ آمد فارسی میں یوں ہوا
کردہ فیضِ مقدم شہزادہ لندن لکھنو

سنہ ۱۸۷۶ء

قطعہ کے کم سے کم دو شعر ہوتے اور زیادہ کے لیے حد نہیں جسقدر چاہے ہون — وہ سب ایک ایک وزن اور قافیہ پر ہوتے مگر غزل اور قصیدہ کی مانند اسمین مطلع نہین ہوتا۔ اسکے شعرون کا مضمون بھی ایک دوسرے سے علاقہ رکھتا ہے۔ ایسے شعر کبھی کبھی غزل و قصیدہ کے درمیان بھی ہوتے ہین اور قطعہ بند کہلاتے ہین ٭

قطعے

شکرِ نعمت

تراب

قدرِ نعمت مریض سے پوچھو — تندرستی ہزار نعمت ہے
دُکھ میں سُکھ ہو جو یار ہو وے ساتھ — صحبتِ یارِ غار نعمت ہے
واقعی اس جہانِ فانی میں — یادِ حق پایدار نعمت ہے
شکرِ نعمت جو کوئی لانے بجا — اُس کے تئیں سازگار نعمت ہے
کیوں نہ ہر دم تراب شکر کرے — شکرِ پروردگار نعمت ہے

خدا ہی مددگار ہے

کوئی ہم سے سروکار رکھے نہ رکھے — دن رات رہے حق سے سروکار ہمارا
کاہے کو تراب اور سے ہم چاہتے امداد — ہر آن ہے اللہ مددگار ہمارا

مخالفوں کی برداشت کرنا

گو مخالف ہو لائقِ تنبیہ — صبر کر اُس کو مار نہ کوٹ

صبر دارو ہی تلخ ہی تو تراب
مونہ کے آنکھہ پی لے کڑوے گھونٹ

مفلسی میں تسلی

میر

بے زری کا گلہ نکر غافل
رکھہ تسلی کہ یوں مقدر تھا

اے تونے منعم جہان میں گذرے
وقت رحلت کے کس کنے زر تھا

صاحب جاہ و شوکت و اقبال
کہ از انجملہ اک سکندر تھا

تھی یہہ سب کائنات زیر نگیں
ساتھہ مور و ملخ سا لشکر تھا

لعل و یاقوت وہم زر و گوہر
چاہیے جس قدر میسر تھا

آخر کار جب جہان سے گیا
ہاتھہ خالی کفن سے باہر تھا

عیب طول کلام مت کریو
کیا کروں میں سخن سے خوگر تھا

خوش رہا جبتلک رہا جیتا
میر معلوم ہی قلندر تھا

مہوسّی اور دولتمندوں کو

تراب

گدا سے زیادہ تر محتاج ہیں اُس تونگر کے
کہ ہر صاحب دل کو مبتلای کیمیا پایا

طمعدار ایک انہ کے لیئے سو مرتبہ کھوئے
ہمیشہ اُسکو گردش میں جو سنگ آسیا پایا

اہل نخوت کو عبرت

میر

آئی نظر جو گور سلیماں کی ایک روز
پتھر پر اُس مزار کے تھا یہ رقم ہوا

ای سرکشو جہاں میں جو کھینچا تھا ہے سر	پایان کار مور کے خاک قدم ہوا

کیا توڑنا اور کیا جوڑنا

سودا

کسیکی دل شکنی سے جو خوش کریں ہیں دل	وہ کون لوگ ہیں کیسے ہیں کیا ہیں مجھکو بتا
یقین جان گیا ٹوٹ دل مرا دوں ہی	جو خار چبھکے مرے پانوں میں ہی ٹوٹا
وے شکست ہی اس فقیر کو بھلی	قدح طمع کا اگر ٹوٹے سنگ استغنا

تواضع

ذوق

ہے باغ جہاں میں تجھے گر ہمت عالی	کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ
لیتے ہیں ثمر شاخ ثمرور کو جھکا کر	جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ

کسی کے برا کہنے سے برا نہ ماننا

ے

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق	ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے	کیوں برا کہنے سے تو اسکے برا مانتا ہے

دنیا کے جھگڑوں سے چھٹکارا معلوم

کل ایک تارک دنیا سے میں نے پوچھا ذوق	کہ تو الگ ہے کہ ادھر سے دو دھر ہوا بست
گذرتی ہوگی بآرام زندگی تیری	کہ تجھکو اب نہ غم نیست ہے نہ شادی ہست
کہا یہ اُسنے کہ قید حیات میں انساں	کبھی نہ ہوگا ولے آسودہ گو ہو مست الست

اٹھائیے ہاتھ جہاں سے ولیک کیا امکاں | کہ بافراغ کرے کنج عافیت میں نشست
نہیں ہے دام علائق سے مطلق آزادی | مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کر کے جست

انقلاب روزگار

خوش نہ بہار سے پھولا | وہ ہی پھر صرصر خزاں سے گرا
رنگ یہ دیکھکر چمن کا آب | دل تماشائی بوستاں سے گرا
(آزاد)

ایضاً

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط | دامان باغبان و کف گلفروش ہے
یا صبح دم جو دیکھیے آکر تو بزم میں | نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
(غالب)

اس زندگی کا بھروسا نہیں

کیا ہماری اصل اور بنیاد و استحکام کیا | ایک دن ڈھجائینگے آخر گلی دیوار تن
کون سی صورت ہماری زیست کی بتلاؤ | ایک جان ناتواں ہے سینکڑوں آزار ہیں
(رند)

ایضاً

بحر جہاں میں زیست ہماری | شکل حباب ہوا گذری
کس سے کہیے کون سنیگا | کیا کیا گذرا کیا کیا گذری
(//)

ایضاً

اسقدر نازاں نہ ہو یہ رنگ گل ہے بے ثبات | چار دن کیواسطے بلبل ہے گلشن کی بہار
(نسیم ۲)

کون دیکھے بے ثباتی عالمِ ایجاد کی	عارضِ گل کی طرح مہماں ہی گلشن کی بہار

اگلے ناموں کے حال پر عبرت کی نظم

ذوق

گذر ناگاہ جو میرا ہوا شہر خموشاں میں	عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہانِ عالم کا
کہیں آئینہ پڑا تو سکندر کا شکستہ تھا	کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک میں جم کا

ایضاً

آباد

اِس خرابہ سے گیا کب طاق بھی کسری کے ساتھ	دہر سے گذرا فریدوں قصر و ایواں چھوڑ کر
جم نے چھوڑا جام آئینہ سکندر نے یہاں	اُٹھ گیا دنیا سے تخت اپنا سلیماں چھوڑ کر

محبت کس سے چاہیئے

سوز

ناقصوں کی دوستی دے ہیں دنیا کو اُجاڑ	پوچھ تو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط
خاک سے جس نے بنایا حضرتِ انساں کو	فیض گر چاہے تو کر اُس باغباں کا اختلاط

ایضاً

انشا

معلق نہ آشنائیِ دنیا پہ کر گھمنڈ	ظاہر پرست ہوتے ہیں سب آشنا غرض
انشا خیال محض ہی اسیر نہ بھولیو	ہر گز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض

بہاریہ

ذوق

بارک اللہ کہ دُرافشاں ہی تو اے ابرِ بہار	خیر مقدم کہ خراماں ہی تو اے بادِ شمال

للہ الحمد لبالب ہی مے عیش سے جام
شکر یہ تر زر گل سے ہی چمن مالا مال

شہر تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوئے گل
بلبلیں جوش گل خودرو سے ہیں پا بہ جبال

کیا عجب رحمت باری سے کہ وقت بارش
ابر مردہ سے بھی ہو قطرہ فشاں گوہر لال

ذوق مستی سے ہی طاؤس چمن مست
شوق آہنگ سے ہی سر بہ ہوا قمری لال

شور بلبل بھی یہ کہتا ہی نمک آج کہ گل
بن گیا کثرت شبنم سے نمکداں کی مثال

ہوں قلم ہاتھ اگر کوئی سے لکھے خط غبار
صفحۂ دہر کیا دخل کہ ہو گرد ملال

شعر و سخن

سودا

میں ایک فارسی داں سے کہا کہ اب مجھکو
ہوئی ہی بندش اشعار قرین ذہن نشین

جو آپ کیجیے اصلاح شعر کی میرے
بتا سے غلطی تو محاورہ میں کہیں

ہی لطف زیر فلک ذات میرزا فاخر
سلامت انکو رکھے حق بہ آسمان و زمین

سو کب اُنھوں کو ہی اصلاح کا کسیکے دماغ
قبول کب کرے اُنکی متانت و تمکین

کہا یہ بعد تامل کہ دوں جواب تجھے
جو میری بات کا ای یار تجھکو ہووے یقین

جو چاہیے یہ کہ سے کہے ہند کا زباندان شعر
تو بہتر اُسکے لیے ریختہ کا ہی آئین

وگرنہ کہکے وہ کیوں شعر فارسی ناحق
ہمیشہ فارسی داں کا ہو مورد نفرین

کوئی زبان ہو لازم ہی خوبی مضمون
زبان فرس پہ کچھ منحصر سخن تو نہیں

اگر فہیم ہی تو چشم دل سے کر تو نظر
زباں کا مرتبہ سعدی سے لیکے تا بہ نجم

کہاں تک انکی زباں تو درست بولیگا
زبان اپنی میں تو باندھ معنئ رنگیں

دیارِ ہند میں دو چار ایسے ہو گذرے
جنھوں نے باز رکھا مضحکہ سے اپنے تئیں

چنانچہ خسرو و فیضی و آرزو و قتیل
سخن انھوں کا مغل کے ہی قایلِ تحسین

سوا انکے کوئی اور بھی ہو پر شاعر
سوادِ ہند میں وہ ہی ہیں بامزہ نمکیں

آتش

کھینچ لیتا ہے شبیہ شعر کا نقشہ خیال
فکرِ رنگیں کام اُس کرتی ہے پرداز کا

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

"

بلند و پستِ عالم کا بیاں تحریر کرتا ہے
قلم ہے شاعروں کا یا کوئی رہرو ہے بیہڑ کا

خزاں کے جور سے ایمن بہارِ فکرِ رنگیں ہے
چمن کا اپنے صرصر سے کبھی پتا نہیں کھڑکا

متفرق مضمون

سودا

ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہیں کہ نہیں
چنار کو تہیدستی سے نقص جوہر کا

فتادگی میں یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش
کہ نیک و بد نے کیا نقشِ پا کو رہنما

نہیں ہے کام مجھے شعر و شاعری سے لے
خرد نے مجھکو نصائح سے بارہا یہ کہا

زباں پہ لا سخنِ خوب تو نہ رکھ دل میں
کہ اُس گہر کی نہیں قدر جو صدف میں رہا

بہ رنگِ عکس سبکبار بحرِ دنیا میں
تو رہ کہ موجِ حوادث نہ لیوے تجھکو بہا

ایضاً

تاب

ہنسی میں جسکی گذری عمر ساری
وہی دنیا سے چلتے وقت رویا

یہان جو کچھ کیا پایا وہان سب | وہی دانا جما آخر جو بویا

جناب شہزادہ پرنس آف ویلز بہادر

ولیعہد سلطنت انگلستان و ہندستان کی صحت کی تہنیت اور شکرانہ

بافضالِ الٰہی غسلِ صحت | مبارک اے خداوندا مبارک
گیا دکھ درد آئی تندرستی | طفیلِ حضرتِ عیسیٰ مبارک
مبارکباد کا غل جا بجا ہے | رعایا کی خوشی شاہا مبارک
وہ شاد ہیں دل جو غمگین تھے | نہالِ مدعا پھولا مبارک
خوشی کو بسکہ تھا دل ہر کا | ہوا تکیہ کلام اپنا مبارک

اگر تاریخ کی ہے فکر تسلیم
لکھو تم غسل صحت کا مبارک

ساتویں فصل

مثنویوں میں

مثنوی کے کم سے کم دو شعر ہوتے ہیں زیادہ کے لیئے کوئی حد مقرر نہیں۔ ان شعروں میں ہر ایک کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے مگر ایک شعر کے قافیہ کا دوسرے سے ملنا ضرور نہیں اور سارے شعر ایک ہی وزن پر ہوتے۔ اکثر بڑی بڑی کتابیں مثنوی میں ہی لکھی جاتیں ہیں ؛

مثنویاں

خدا کی حمد و ثنا میں انسان عاجز ہے

رسا

لکھوں میں کس طرح توحید یزداں — قلم ہے بید کی مانند لرزاں

گذر اُس راہ میں اسکا ہے دشوار — کہ ہے وہ رشتہ پا میں گرفتار

کہے کیا دو زباں حمد یگانہ — لکھے کیونکر ستایش کا فسانہ

کہے اک پانو کا کب راہ یہ طے — کہ میدان حمد کا لا انتہا ہے

بیاں کیا حمد حق میں مثل یخ ہے — کہ خود خامہ ستون زیر زنخ ہے

عبث ہے دعوی حمد و ثنایش — کرے کیا نور کی خاکی ستایش

ایضاً

محمد علی

کروں کس منہ سے میں حمد الہی — کہاں طاقت زباں نے میری پائی

کہ تو ہے بادشاہ اور میں گدا ہوں — تو ہے رزاق اور میں بینوا ہوں

مری پیشانی کس لائق ہی یارب — کروں سجدہ جو تیرا ہو مؤدب

زباں جو دست تیرے ہیں بیکار — برا نا شکر کا تیرے ہی دشوار

اگرچہ ہوں میں عصیاں میں گرفتار — تو مالک ہی مرا ستار و غفار

میں ڈوبا ہوں گنہ میں گو سراپا — تو اپنے فضل و رحمت پر نگہ کر

میں بندہ ہوں تو میرا خالق — میں ہوں محتاج اور تو میرا رازق

الہی مجکو تیرا آسرا ہی — میں بندہ اور تو میرا خدا ہی

الہی تو مجھے دے صبر کا تاج — اور ہمیشوں کا اپنے کر نہ محتاج

الہی دے مجھے توفیق نیکو — کہاں تک روؤں میں اپنے کیے کو

الہی دے مجھے اپنی محبت — سوا تیرے کسی سے ہو نہ الفت

الہی مجکو سیدھی رہ بتا دے — مجھے تو نیک رستہ کا پتا دے

حمد غائبانہ

حمد بیحد اُس خدای پاک کو — نور ایماں جسنے بخشا خاک کو

خاک کو جسنے نور سرتاپا کیا — قطرۂ ناچیز کو دریا کیا

ایضاً

چاہیئے نام اُسی کا ای خامہ — زینتِ نامہ زیبِ سرنامہ

فلک اُسکی نمونہ قدرت کا — اک قلمداں ہنر صنعت کا

رخِ قرطاس کو صفائی دی — اور سیاہی کو روشنائی دی

دیا قمری کو مصرع ثانی الا	مصرع تاریخ سر بالا

ایضاً

کروں پہلے توحید یزداں رقم
جھکا جسکے سجدے کو اوّل قلم

سرِ لوح پر رکھہ بیاض جبیں
کہا دوسرا کوئی تجھہ سا نہیں

قلم سر شہادت کی انگلی اُٹھا
ہوا حرف زن یوں کہ ربّ العلا

نہیں کوئی تیرا نہوگا شریک
تری ذات ہی وحدہٗ لاشریک

پرستش کے قابل ہی تو ای کریم
کہ ہی ذات تیری غفور الرحیم

رہِ حمد میں تیری ای ربِّ جلّ
تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہی
قلم جو لکھے اُس سے افزود ہی

سبھوں کا وہی دین و ایمان ہی
مرا جان و دل اُسپہ قربان ہی

تر و تازہ ہی اُس سے گلزارِ خلق
وہ ابرِ کرم ہی ہوادارِ خلق

اگرچہ وہ بےفکر و غیور ہی
ولے پرورش سبکی منظور ہی

کسی سے بر آوے نہ کچھہ کام جاں
جو وہ مہرباں ہو تو کل مہرباں

اگرچہ یہاں کیا ہی اور کیا نہیں
پر اُس بن تو کوئی کسی کا نہیں

ہوے پر نہیں اُس سے رفت و گذشت
اُسی کی طرف سبکی ہی بازگشت

رہا کون اور کسکی بات رہی
ہوئے اور جیتے ہی ہی وہی

وہی مالکِ ملکِ دنیا و دیں
ہی قبضے میں اُسکے زمان و زمیں

سدا بینوائیوں کی اُس سے نمود | دل بستگاں کو ہی اُس سے کشود
قلم کو زباں لاؤ اپنی ہزار | لکھے کس طرح حمدِ پروردگار
کہ عاجز ہی یہاں انبیا کی زباں | زبانِ قلم کو یہہ قدرت کہاں
وہ معبودِ یکتا خدائے جہاں | کہ جسنے کیا کن میں کون و مکاں
دیا عقل و ادراک اُسنے ہمیں | کیا خاک سے پاک اُسنے ہمیں

ایضاً

حمد بیحد اُس خدا کو ہی سزا | جسنے برپا کر دئیے ارض و سما
جسنے دی افلاک کو یہ برتری | خاک میں جسنے یہ کی صورتگری
جسنے مشتِ خاک کو گویا کیا | مخزنِ اسرار سرتاپا کیا
جسنے آدم کو بنایا خاک سے | اور کیا ممتاز روحِ پاک سے

بہرامِ فلک ہی اس سے تاباں | گلچہرے سے رونقِ گلستاں
روشن ہی کیا چراغ گل کا | جز اُسکے نہیں ہی کوئی گل کا
بینا ہو جو دیدہ آدمی کا | ہر پتے میں ہی پتا اُسی کا
بوئی گلِ تر ہی اُسکی جویا | بلبل کو کیا ہی اُسنے گویا
دریا میں جو دُر کو آبرو دی | ہر گل کو بھی باغ میں ہی بو دی
تاباں اُس سے ہی مہ سے تا ماہی | ہی مہر سے اُسکی ذرہ خورشید

حمد اُسکی ہی ہر صفیرِ بلبل — روشن اُس سے ہی مشعلِ گل

ہر ایک زباں پہ نام اُسکا — ہر دل میں ہوا مقام اُسکا

یارا کِسے اُسکی حمد کا ہی — یاں سینۂ خامہ شق ہوا ہی

بھید اُسکا کھلا نہیں کسی پر — یہاں مرغِ خرد کے جلتے ہیں پر

خلاقِ زمین و آسماں ہی — رزاقِ طیور و انس و جاں ہی

طاقت نہیں حمد کی کسیکو — یہاں دخل نہیں سخنوری کو

ہر موی بدن اگر زباں ہو — اک شمّہ نہ حمد کا بیاں ہو

حکم اُسکا ہی شش جہت میں یکسر — کانوں سے ہی خلق اُسکے ششدر

اُڑنے سے ہارا ہی وہاں تلک باز — مرغِ خردِ بلند پرواز

صوفی یہ مقام ہی ادب کا — تو ہرزہ درائی میں ہی کب کا

ای خستہ جگر درست کر ہوش — خاموش ہو اسجگہ پہ خاموش

آساں نہیں اُسکی بات پانی — ہو مثلِ حباب پانی پانی

حمد بطریق خطاب

وحید

ای خداوند مالکِ دو جہاں — ہی تو ہی خالقِ زمین و زماں

حکم سے تیرے سب ہوئے پیدا — آسمان و زمین و ما فیہا

رونقِ آسماں ہوئے انجم — زیبِ روی زمیں ہوئے مردم

جو نظر آتی ہی جہاں میں شی — ہیں وہ موجود تیرے حکم سے ہی

گفتگو تھی المجملہ التفات ہوئی | ایک کن میں یہ کائنات ہوئی
احکم الحاکمین ہی تو لاریب | ارحم الراحمین ہی تو لاریب

ایضاً مع مناجات

ای خداوند کارساز کریم | مالک و صانع و قدیم و حکیم
خیمہ برپا کنِ سپہر بلند | آسماں ساز اور زمیں پیوند
نقش پرداز کارگاہِ جہان | کاتب نسخۂ زمین و زمان
تونے برپا کیے ہیں یہ افلاک | خاک کو تونے دی یہ صورت پاک
تیری صناعی کا ہی سب یہ اثر | نخل میں شاخ شاخ میں ہی ثمر
تجھسے گوہر نے یہ چمک پائی | تونے انساں میں دی یہ رعنائی
سبکو تجھسے ملی وجود کی راہ | تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ
تو انیس دلِ غریباں ہی | مرہم زخم سینہ ریشاں ہی
مغفرت پر ہی تیری سبکو ناز | ای مرے کارساز بندہ نواز
عرض مطلب میں ہوں بہت حیراں | شرم سے بند ہو رہی ہی زباں
رو سیہ شرمسار پر تقصیر | روز و شب بندِ معصیت میں اسیر
مبتلای بلای حرص و ہوا | پای بندِ ہای جرم و خطا
ہی عیاں تجھپہ حالِ دل مولا | تیرے آگے بھلا کہوں میں کیا

ہیں سزاوارِ نار تُو ہی نُور | مَیں گنہگار تُو خدائے غفور
میرے ہر حال سے ہی تجھکو خبر | تجھپہ روشن مرا ہی خیر و شر
تُو رحیم اور گناہ گار ہوں میں | مغفرت کا امیدوار ہوں میں

خدا کی نعمتیں اور اُنکے لیئے شکرگزاری

خاک

حمد ہی زیبِ زینتِ عنوان | حمد ہی مہرِ آسمانِ بیاں
حمد سے ہی زباں کو زیبائش | حمد سے ہی سخن کو آرائش
حمد سے غنچۂ دہن تازہ | حمد ہی ہر محل کا دروازہ
لائقِ حمد ہی وہ ربِّ قدیر | کوئی جسکا نہیں عدیل و نظیر
اُسنے کیا کیا نہیں کیا پیدا | آب و کہسار گلشن و صحرا

مشرق و مغرب و جنوب و شمال
مہر و خورشید و نجم و چرخ و ہلال

سودا

ہی خدا کا یہ ایک شمۂ نور | جس سے روشن ہی آسماں کا تنور
کیا اُسنے بعینہٖ اک آن | نُقل اختر سے پُر سپہر کا خوان
وہ کروڑوں نعم کو لذت دے | ذائقہ میں زبانِ انساں کے
کس زباں سے ہو شکر اُسکا ادا | نعمتیں کیا کیا اُسنے کیں پیدا
میوے کیا باغ میں بنائے | واسطے کھانے اور کھلانے کے

فضل سے اُسکے کچھ نہین ہی کمی
لیک وہ کیا کرے جو ہم ہون دنی

نار

کیا ہی تدبیر کی ہی خالق نے
کیا ہی تقدیر کی ہی رازق نے

کھانے سے ہی زیادہ حاجت آب
بھوکھ سے پیاس کا بڑا ہی عذاب

طلب آب بہرِ غسل و وضو
کپڑے دھونے کو احتیاج سبو

چارپایون کو پانی ہی درکار
کھیت ہوتے ہین پانی سے تیار

اِس لیئے کی ہی پانی کی کثرت
کہ نہ دے رنج پانی کی قلت

روٹی مین ہی یہ حکم ربِ جلیل
حرکت سے بشر کرین تحصیل

اگر اِس مین بشر نہو شاغل
ارتکابِ امور ہو باطل

غور سے دیکھ حالت اطفال
فہم و درک اُنکو ہی ہنوز محال

سونپ دیتے ہین بر معلم کو
کہ کبھی کھیل مین فساد نہو

لہو و بازی مین بیہدہ ہون آپ
ہون گرفتہ [illegible] مین مان باپ

یون ہی بے شغل ہو اگر انسان
بیگمان ہو اُسے بہت نقصان

بدلائل ہوا ہی ثابت یون
متضرر ہو آپ غیر بھی ہون

ہو جو کوئی رفاہ و نعمت مین
حسنِ افعال و نیک حالت مین

ہو مسرت مین اُسکو نشو و نما
ہو فراغت مین اُسکو نشو و نما

حال کیا ہو فسادِ و طغیان کا
مفسدہ ہو ہزار عنوان کا

خدا کی عبادت

مستعان

بندگی کر بندگی میں ہی حصول	تو خداوندی نکر ای بوالفضول
بندگی میں ہی ابد کی زندگی	بندگی کر بندگی کر بندگی

خدا کا عشق اور محبت برقرار اور دنیا اور اہل دنیا کا فانی اور ناپایدار ہی

عشق مردہ کا یقیں بے سود ہی	کیونکہ اسکو بہر نہیں بہبود ہی
عشق اس زندہ کا کر تو اختیار	جو شراب جاں کرے تجھپر نثار
عشق اسکا کر کہ جس سے انبیا	مرتبہ پاتے ہیں دنیا دین کا
خاک سے کیوں دل لگایا ای سلیم	ڈھونڈھ لے اسکو جو ہی اصلِ قدیم
دیکھتا ظاہر جو یہ نقش و نگار	ہی سراسر پردۂ پروردگار
یہ ملمع سر بسر اڑ جائیگا	خال و خط کا کچھ اثر نہ پائیگا
ہی کمالِ دل جمالِ جاوداں	چشمۂ آبِ حیات اسمیں رواں
ترک کر فانی بقا کا لے سبق	چھوڑ دے شیطاں کو کر تو ذکرِ حق

ایضاً

حسن

دل لگا ایسے سے ای شوریدہ سر	جسکی الفت دے سدا تجھکو ثمر

بات پر دونوں کی مت مغرور ہو — اُس سے نزدیک اور اس سے دُور ہو
اور سب بوڈوں کے ہیں پیئے دوستدار — اول و آخر وہی ہی تیرا یار
دل لگا اپنے خدا سے میری جان — اُس سوا ہی کون تیرا مہربان
اَی حسن تو جان یہ غیر از خدا — یہاں نہیں کوئی کسیکا آشنا

حرص کا رشتہ توڑنا اور قناعت کا ناتا جوڑنا

حرص کو دشمن اگر رکھیگا تو — دوستانِ حق میں ہوگا سرخرو
حق سے ملکر مردِ کامل ہوئیگا — ورنہ بالکل فردِ باطل ہوئیگا
سالکوں سے یہ سخن ہی مجکو یاد — سچ کہا ہی حرص کا دامن کشاد
سالکوں کون وہ پیغمبر اول — حکم سے جو حق کے کرتے ہیں عمل
پیروی میں اُنکی رہتا بوت ہو — فتح یا جالوت پر طالوت ہو
نہرِ دنیا سے زیادہ پی نہ آب — موج کی مانند مت کھا پیچ و تاب
نفس بد کو قتل کر ای دیندار — تیرا ہی جالوت تجھ میں برقرار
جہد کر دشمن کو اپنے تو نکال — ورنہ ذلت تجکو یہ دیگا کمال
بات گر رکھے حسن کی یاد تو — دین و دنیا میں رہے پھر شاد تو

حسن

غرور دور کرنا ضروری ہی

ہی جو رنگیں تجکو پندار و غرور | کر اُسے اک دم میں اپنے دل سے دور
سبکو بہتر آپ سے تو جان رکھ | آپ کو سب سے کم پہچان رکھ
نخوت و پندار کو اب چھوڑ دے | شیشۂ کبر و منی کو توڑ دے
پہلے تو انسان کے سے کرنے کام | بعد اُسکے آدمی رکھ اپنا نام
آدمی ہونا بہت مشکل ہی یار | آپ کو انسان مت گن زینہار
گر تجھے انسان بننے کا ہی دھیان | تو کسی کو مت ستا ای مہربان

کسی سے برائی نکرنا اور اپنی بھلائی کا دم نہ بھرنا

گر بدی ہرگز نہ خلق اللہ سے | نکتہ یہہ پہونچا ہی اک آگاہ سے
ہی کئی دن کی یہ تیری زندگی | لے نہ اپنے واسطے شرمندگی
سبکو بیلن کی طرح سے بیل مت | صاف یہ سب سے ہی بہتر کھیل مت
ہی یہ لائق آپ کو پہچانیئے | چاہیئے بد سب سے خود کو جانیئے
آپکو جو نیک بد سمجھے مدام | جانیئے اُسکو کہ ہی مرد تمام
اور جو بد آپکو سمجھے بھلا | سمجھیئے اُسکو کہ ہی سب سے برا

وصیت خدا یار خان

بھائی میرا جس گھڑی مرنے لگا | یوں وصیت مجکو وہ کرنے لگا

اپنے خالق سے ڈرا کر تو مدام | تا نہ بگڑیں دو جہاں میں تیرے کام
اور محتاجوں کی خاطر کیجیو | دسترس تک جو بنے سو تو کیجیو
حال دنیا پر نہ کیجو کچھ غرور | موت کو مت جانیو اپنے سے دور
گو ہوا دو سو برس کا تیرا سن | گور میں جانا ہی آخر ایک دن
بات پر اک ذرہ میری دھیان رکھ | نیست اس ہستی کو اپنی جان رکھ

راستی

شائق

جو ہی بحر راستی کا آشنا | اسکا بیڑا پار ہی شائق سدا
ہو الٰہی راستی ہمکو نصیب | حرص دنیا کی نہو ہمسے قریب

کرم

زائر

ہوتا ہی کرم کا حال تحریر | ہو جسکو بخیل سنکے دلگیر
دنیا میں ہی زر سبب کرم کا | مفلس کے ہی دل پہ بیکہ غم کا
کہتا ہی بخیل اٹھانا اسکا | دل پر بیٹھا ہی نقش اسکا
گر اپنا عیار یہ دکھائے | مس کو اکسیر زر بنائے
انساں کے لیئے الم ہو مال | جسنے پایا رہا وہ پامال
بے مال کے دل پہ گو وہ غم ہی | گر قلب اسے کیجیئے الم ہی
ہی طول امل اسی سے حاصل | کر دیتا ہی سبکو سست و کاہل
جو اسپہ فریفتہ ہوا ہی | مایوس جہاں سے وہ گیا ہی

ہے دوست اسی سے اور دشمن — گلشن اس سے اسی سے گلخن
دنیا ہر حال میں بھلا ہے — رکھنا اسکا بہت برا ہے

ایضاً

انعام حق بیان کریں تاب و تواں نہیں — اُسکے اداے شکر کے قابل زباں نہیں
مطلوب عافیت ہے تو کچھ خیر کیجیے — یہاں سے نکل کے خلد کی پھر سیر کیجیے
دنیا خدا کی راہ میں کار معاد ہے — امیر کسی کا قول مجھے خوب یاد ہے
دنیا عجب مقام ہے اور جاے سیر ہے — ہے خیریت اسی کو جسے دست خیر ہے

اوروں کی نیکیاں دیکھکر اپنی بدیوں پر افسوس

سچ تو یہ انسان انھیں کا نام ہے — رحم کھانا جنکا دائم کام ہے
جان پر اپنی ہی دکھ لیتے ہیں وہ — کب اذیت اوروں کو دیتے ہیں وہ
اور اک انسان ہیں ہم روسیاہ — دمبدم کرتے ہیں جو بیحد گناہ
رحم آتا ہی نہیں اصلا کبھی — اپنی خاطر مارتے ہیں لاکھ جی
رات دن تن پروری کی فکر ہے — اوروں کا غم کھائیں ہم کیا ذکر ہے
ہمسے روز و شب میں ہی لاکھوں کو دکھ — کچھ نہیں پایا کسی نے ہمسے سکھ
شرم ان افعال بد سے ای عزیز — کون سے دن تجکو آویگی تمیز
ایک دن آخر کو مرنا ہوویگا — باغ دنیا سے گذرنا ہوویگا

یہاں سے جانا ہی پڑیگا خالی ہاتھ
کچھ نہیں جانیکا مطلق تیرے ساتھ

کرلے نیکی جتنی تجھسے ہوسکے
بیج اچھا ہی یہ تو جو بو سکے

وہ جو ہیں انساں یہی ہی انکا کام
یاد رکھ رنگین یہ نکتہ والسلام

دنیا کی بے ثباتی

امیر

سنو اے عزیزانِ ذی ہوش و عقل
کہ اس کار گہہ سے یہی کرنا ہی نقل

پیمبر ہی شہ ہی کہ درویش ہی
سبھوں کو یہی راہ درپیش ہی

کہو گے کہ آگے تھا کہتا کوئی
نہیں اس سرا بیچ رہتا کوئی

یہ بیٹھے جو ہیں سلسلے ہیں کہاں
یہاں جملہ ہی ایک بزمِ رواں

جسے دیکھو چلنے کا گرمِ تلاش
یہ منزل نہیں جلسے بود و باش

گدا ہو کہ ہو شاہِ عالی تبار
تہِ خاک سبکا ہی دار القرار

نہ اک بو ہی خوش ہی ہوا ہو گئی
وہ رنگینیِ باغ کیا ہو گئی

نہ جدول ہا ہیگی نہ سرو رواں
گلستاں کو یا و بنگے ہو کا مکان

سکوں یہاں کا دیکھا سرسر شتاب
چلے جاتے ہیں کوہ جیسے سحاب

بھلا جی سے جانیکا کیا ہی بیاں
عیاں ہی کہ کہتے ہیں جاں کو رواں

غفلت چھوڑو بیدار ہو

حسرت

کر اپنے بخت خوابیدہ کو بیدار
تغافل چھوڑ دے اور ہو تو ہشیار

بہت غفلت میں سوئے اٹھو جاگو
فریب اور مکر سے دنیا کے بھاگو

ہوئی آخر شبِ تارِ جوانی
کوئی دن کی ہے باقی زندگانی

جوانی تھی شبِ دیجورِ ظلمت
گر اُسمیں ہو گئی کچھ تجھ سے غفلت

عیاں اب تو ہوئی ظالم صبحِ پیری
تدارک اُسکا کرلے گوشہ گیری

پھنسا ہے سخت حبِ جاہ میں تو
گرا ہے دین سے کے اندھ چاہ میں تو

پیامِ یاس ہے مو کی سفیدی
پڑھیں ہیں داستانِ ناامیدی

ہر اک موئی سفیدِ تن زباں ہے
پیامِ مرگ کو کرتا عیاں ہے

نہ سمجھا گر تو یہ روشن بیانی
زبانِ حال کی گوہر فشانی

تو بھائی سمجھ تیری فہمید کیا ہے
ذہانت کیا ہے عقل و دید کیا ہے

نہ کی پیری میں بھی گر کچھ عبادت
قیامت ہے قیامت ہے قیامت

پچھلے بادشاہوں اور اُمراؤں پر عبرت کی نظر

مظہر

ایک دن آخر کو سب اُٹھ جاینگے
کچھ نہ نیک و بد سوا لیجاینگے

مال و منصب کے تئیں جاینگے چھوڑ
رشتۂ الفت کو سب جاینگے توڑ

خویش و بیگانہ کوئی جاوے نہ ساتھ
یک بیک ہو جاویں سب کے خالی ہاتھ

چشمِ عبرت سے ذرہ دیکھو یہاں
حضرتِ آدم سے لیتا این زماں

کیا ہوئے وہ بادشاہِ نامور
کیا ہوئے وہ اہلِ جاہ و اہلِ زر

کیا ہوا اسکندرِ صاحبقراں
کیا ہوا جمشید و دارائے جہاں

کیا ہوئے قارون و کسریٰ کیقباد
کیا ہوئے نمرود و اور شداد و عاد

کیا ہوا رستم ہو کیا پیر زال
کیا ہوا وہ کرّ و فرّ و جاہ و مال

کیا ہوئے حضرت سلیمان نامدار
کیا ہوا وہ ملک و مال بیشمار

کیا ہوئے یوسف عزیز دو جہاں
کیا ہوئے یعقوب پیر ناتواں

چھوڑنا دنیا کا اکدن ہی ضرور
چار دن کو رنج ہو یا ہو سرور

رنج دنیا کا تحمل کیجیے
عیش باقی کو عوض میں لیجیے

جتنے قول و فعل ہیں آئی خوشخصال
حشر میں ہر ایک کا ہوگا سوال

ہو سکے جتنی کرو تم بندگی
تا نہووے حشر میں شرمندگی

زندگی مقصود بہر بندگیست
زندگی بے بندگی شرمندگیست

رفاہ عام میں ثواب اور نام ہی

سودا

رہ کے دنیا میں ابکیجیے وہ فکر
بعد کوئی کرے بخوبی ذکر

یہ لباس حیات فانی ہے
نقش بر آب زندگانی ہے

اگلے کرتے تھے آدمی وہ کام
جسکے باعث رہے ہمیشہ نام

کرتے تعمیر اہل مکنت چاہ
پل و مہمانسرای و مسجد و چاہ

اب نہ وہ دن ہیں اور نہ وہ باتیں
رہ گئیں یادگار وہ باتیں

وہ جو تھا ایک شخص مومن خاں
غور اب کیجیے ثواب ہے کہاں

لیک وہ کر گیا ہی ایسا کام
کہ سدا باجتا ہی اُسکا نام

نزدِ اہلِ خرد کبھی نہ مُوا
جسکا نکلا ہی اسطرح کا کُوا

کیا کُوا ہی کہ جسکی سُنکے ثنا
جھپکے آوے ہی دیکھنے دریا

نالے آٹھ آٹھ آنسوؤں سے روتے ہیں
شرم سے ڈوبے آپ ہوتے ہین

علم و ہنر کے فائدے

ناسخ

ترقی اگر چاہے اپنی بشر
تو لازم ہی تحصیل علم و ہنر

کہ علم و ہنر سے بشر کی ہی قدر
جہاں میں نہیں بے ہنر کی ہی قدر

جگہ ہو کسیکی جو صفِ نعال
تو پونہچائے تا صدر اُسکو کمال

ایضاً

✣

نہیں چھپتا ہنر چھپائے سے
کب چھپا مُشک تر چھپائے سے

مشک کی پھیلتی ہی بُو ہر سُو
کہ ہنر کی ہی گفتگو ہر سُو

جاہلوں کے ساتھ برتاؤ

مستعان

جاہلوں سے گر ہوا تو ایکدل
ہوویگا آخر پشیماں اور خجل

جاہلوں کی دوستی اَی ہوشیار
زہر قاتل ہی کریگی تجکو خوار

صبر کرنا جاہلوں کے ظلم پر
تجکو اَی عاقل ضروری ہی مگر

حلم سے نا اہل کی سہنا جفا
اہلِ دل کو ہی سراسر ہی جلا

شعر و سخن کی خوبیاں

حسن

سخن کی مجھے فکر دن رات ہی
سخن ہی تو ہی اور کیا بات ہی

سخن کے طلبگار ہیں عقلمند
سخن سے ہی نام نکویاں بلند

سخن کی کریں قدر مردانِ کار
سخن نام انکا رکھے برقرار

سخن سے وہی شخص کھتا ہی کام
جسے چاہیے ساتھ نیکی کے نام

سخن سے سلف کی بھلائی رہی
دہانِ قلم سے برائی رہی

کہاں رستم و گیو و افراسیاب
سخن سے رہی یاد یہ نقلِ خواب

سخن کا صلہ یار دیتے رہے
جواہر سدا مول لیتے رہے

سخن کا سدا گرم بازار ہی
سخن سنج اسکا خریدار ہی

رہے جب تلک داستانِ سخن
الٰہی رہے قدردانِ سخن

جھوٹ کا رواج اور اسکی برائی

میر

ای جھوٹ آج شہر میں ترا ہی دور ہی
شیوہ یہی سبھوں کا ہی سبکا طور ہی

ای جھوٹ تو شعار ہوا ساری خلق کا
کیا شاہ کا کیا وزیر کا کیا اہلِ دلق کا

ای جھوٹ تجھ سے ایک خرابی میں شہر ہی
ای جھوٹ تو غضب ہی قیامت ہی قہر ہی

ای جھوٹ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج
تیری متاع باب ہی ہر چار سو میں آج

ای جھوٹ کیا کہوں کہ بلا زیر سر ہی تو
ای جھوٹ سچ یہ ہی کہ عجب فتنہ گر ہی تو

اے جھوٹ تنگ تیرے کرے کوئی کیا بیاں
رکھتا ہے جیسے غنچہ زباں تو تہ زباں

یوسف کہ تھا نبی و صداقت شعار تھا
پھر حسن ظاہری سے بھی باغ و بہار تھا

پایان کار تیرے سبب چاک پیرہن
زنداں میں جلکے برسوں رہا چھوڑکر وطن

اے جھوٹ تو تو ایک دلاویز ہے بلا
آشوبگاہ تجھ سے زمانہ سدا رہا

اے جھوٹ تجھسے فتنے ہزاروں اٹھا کیے
ہنگامہ و فساد ہی ہر سو رہا کیے

اے جھوٹ اس زمانہ میں کیونکر چلے معاش
ہے تنگ جھوٹ بولنے سے صدق تلاش

اے جھوٹ دل مرا بھی بہت دردناک ہے
ان کاذبوں سے صبح نمط جیب چاک ہے

خطوں کے نام

حسن

لیا ہاتھ جب خامہ مشکبار
لکھا نسخ و ریحان و خط غبار

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع
خفی اور جلی مثل خط شعاع

شکستہ لکھا اور تعلیق جب
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

چار چیزوں سے خوف کرنا ضرور

رنگیں

چار چیزوں کو نہ تھوڑا جانیو
عرض یہ میری ہے اسکو مانیو

ایک تو ڈریو بہت سا آگ سے
خوف کیجو اسکی اندک لاگ سے

کیونکہ اک دم میں یہ کافر ناگہاں
پھونک دیتی ہے کہاں سے تا کہاں

دوسرے دکھ یعنی ہو ہر چند کم
دور دل سے کیجیو اسکا نہ غم

کم ہو گو آزار پھر اصلا کہیں — اسکو بڑھتے دیر کچھ لگتی نہیں

تیسرے پھر خوف کرنا قرض سے — جانیو اسکو زیادہ فرض سے

ایک دمڑی قرض ہو یا لاکھ ہو — دہر میں مقروض کی کب ساکھ ہو

چوتھے عاجز ہو اگر اپنا عدو — ہو جیو ایمن نہ اس سے ایک مو

جی میں اسکو جانیو سب سے کڑا — سمجھیو سب پہلوانوں سے بڑا

نیک و بد سے اپنے ہو آگاہ تو — چل نہ اندھوں کی طرح سے راہ تو

آپس کے اتفاق کی بھلائی اور نفاق کی برائی

جب تلک اک قوم میں ہو اتفاق — اور نہ پیدا ہو عداوت اور نفاق

ظلم سے اعدا کے وہ محفوظ ہیں — عافیت اور امن سے محظوظ ہیں

برخلاف اسکے اگر ہو انکی چال — قہر سے دشمن کے ہو وے پایمال

دوستوں کی قسمیں

ہیں جہاں میں دوستوں کی تین قسم — یاد رکھ انکے بیاں کرتا ہوں اسم

ایک تو نانی زبانی تو دوسرا — تیسرا جانی ہے اے اہل صفا

نان اسے دے جو کہ ہے منسوب نان — کچھ نہیں نقصان ہے اے مہربان

اور زبانی دوستوں سے دائما — بالتواضع بامدارا پیش آ

دوستوں جانی کا لازم ہے خیال | کچھ دریغ اس سے نہ رکھنا جان و مال
ہے یہیں تک قول بس استاد کا | جو کہا اس نے وہ سب ہے حق کہا

سچے اور جھوٹے دوست کا امتحان

رنگیں

ایک نے پوچھا کسی سے برملا | دوست جانی کی ہیں تیرے سچ بتا
بولا وہ اتنی فراغت ہے مجھے | سب مہیا ناز و نعمت ہے مجھے
پوچھ مت یہ کون تیرا دوست ہے | آج تو دشمن بھی میرا دوست ہے
جب خدا نا کردہ تنگی آئیگی | بات یہ تب امتحاں ہو جائیگی
گو کہ یہ سب تیرے دوست ہو جائیں تب | جو کہے تو وہ بجا لاتے ہیں سب
خود غرض جو دوست ہے وہ ہے عدو | بھول کے مت دوستی پر اسکی تو
وہ نہیں ہے جی سے تیرا آشنا | وہ تو ہے اپنی غرض کا آشنا
جب تلک اسکی غرض تجھ سے ہے یار | تب تلک تو ہے وہ تجھ پر سے نثار
آہ جہاں پایا غرض نے انصرام | پھر اسے ہرگز نہیں ہے تجھ سے کام

ہمت بلند رکھنا

ناسخ

جسنے پائی ہے ہمتِ والا | اسکی منزل ہے عالمِ بالا
کاسہ لیسِ چرخ جیفہ خوار نہیں | گرگسانِ زمیں کو عار نہیں
مہرِ زرینِ چرخ کی ہے خوراک | دانہائے کواکبِ افلاک

محنت سے عظمت ہے

ناسخ

اُٹھا رنج اگر ہے طلبگار گنج
کہ ملتا نہیں گنج بے درد و رنج

نہ تنگ آ اگر ہو اذیت تجھے
کہ ہے گنج مزد مشقت تجھے

معاش کی تلاش توکل کے مخالف نہیں

ہر کسی کو چاہیے فکر معاش
ہو توکل پر ہو روزی کی تلاش

چاہیے کسب اور توکل ساتھ ہو
سوئے حق دل سو حرفہ ہاتھ ہو

مصالح اعضائے انسانی

ناسخ

کی خدا نے جو زبان عطا
ہے بلاشک عطیۂ عظمیٰ

اس سے ہے مختلف مزوں کی تمیز
اس سے پاتے ہیں لذت ہر چیز

کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی
نمکیں کوئی کوئی کھٹ میٹھی

کوئی اچھی ہے کوئی بد ترش تو
مزے سب چیزوں کے ہیں گوناگوں

سب مزوں سے زبان واقف ہے
انھیں اسرار کی یہ کاشف ہے

جو نہو یہ تو کچھ نہو معلوم
نہو کوئی مزہ کبھی مفہوم

اور بھی ہوتے ہیں زباں سے کام
ہے ممد وقت بلع آب و طعام

اس سے احکام سب بندا ہے
قوت تامہ سے ہر زبان ہے

ہونٹھوں سے کھینچ لیتے ہیں پانی / زندگی تازہ کرتے ہیں اپنی

کہ نہو بند حلق میں پانی / پہونچے وہ معدہ تک بآسانی

صدمۂ آب سے نہو مجروح / نہ بدن پائے کوئی رنج نہ روح

مونہہ ہی اور دونوں ہونٹھ ہیں وہ پٹ / بند ہوتے ہیں کھلتے ہیں جھٹ پٹ

عضو انسان جو ہیں وہ ہیں اوزار / ہی یہ اک مثل تیشۂ نجّار

کبھی لکڑی کے کام آتا ہی / کبھی مٹی کے کام آتا ہی

کیا عبث آدمی کو دانت ملے / ہی عیاں حکمت خدا اس سے

کتنے ہیں تیز بہر قطع طعام / ریزہ ریزہ ہو تا طعام تمام

کتنے چپٹے ہیں چبانے کو / صورت آسیا ہیں دلنے کو

جو غذا توڑتے ہیں آگے ہیں / جو چباتے ہیں اُنکے پیچھے ہیں

کہ ہو اوّل شکست دانے کی / نوبت آجاے پھر چبانے کی

دیکھیے تو اسے مغز سر کو اگر / ہو عجب حال منکشف تجھہ پر

کتنی ہی جھلیوں میں لپٹا ہی / صدموں سے امن میں وہ رہتا ہی

نہیں کر سکتے عارضے مختل / نہیں ہو سکتا ہلنے سے بھی خلل

خود سے کم نہیں ہی کاسۂ سر / ق / صدمہ پہونچے اگر کوئی سر پر

منتشر نہو دماغ کبھی / گل نہو عقل کا چراغ کبھی

بال سر پر جو ہوتے ہیں پیدا / سر کو وہ پوستین ہی گویا

تا نہ پہونچاوے رنج اُسے سردی
رنج گرمی سے بھی نپاوے کبھی

بارشِ برف مین اگر ہین حجاب
دھوپ مین بھی یہ موی سر ہین حجاب

ای مفصّل تو دیکھ رحمت آب
پلکِ چشم پہ خیال کر اب

مثلِ پردہ خدانے لٹکایا
رسن و حلقہ سے اُسے باندھا

رسن و حلقہ ہی یہ کیسکا نام
شفر رکّھا ہی سب نے جسکا نام

چاہین جس دم یہ پردے لٹکا دیں
چاہیں جس دم اُٹھائیں اک پل میں

دیدۂ مردم ایک غار مین ہی
مژہ و پردے سے چھپا رہین ہی

ہی جو پیچیدہ درمیانۂ گوش
کیا ہی حکمت ہی اسمیں ای باہوش

پردۂ گوش تک جو پہونچے صدا
نہوا آسیب صدمہای ہوا

نہوں تا پردہای گوش جریح
رہیں سالم ہمیشہ اور صحیح

محفل کے آداب

قاعدے محفل کے کیا جاوے لکھے
ہیں کتب اخلاق کے اُس سے بھرے

کچھ لکھی جاتیں ہیں باتیں سودمند
تا نہ پاویں طول یہ اوراق چند

جائے گر محفل میں تو ای مہرباں
بیٹھ اپنے مرتبے سے تو وہاں

اور نہ مسند پہ یکایک بیٹھ جا
تا اُٹھا دیوے نہ کوئی دوسرا

خندہ زن ہرگز نہو ہر بات پر
قدر کم ہوتی ہی خفت بیشتر

اور اپنی وہاں ثنا خوانی نکر
دیدہ و دانستہ نادانی نکر

کر نہ تو تعریف محفل میں آپ ہی
اپنی تصنیفات اور فرزند کی

کر حذر ہر دم کلام ہزل سے
اور نہ کہہ باتیں مخالف عقل کے

محفل غم میں نہ کر ذکر سرور
زہر میں شکر ملانا کیا ضرور

ہو کہیں گر محفل شادی عیاں
کر نہ غم کا ذکر وہاں ہی نکتہ داں

نوش سے سب نیش کرتے ہیں جدا
نیش لانا نوش میں کیا ہی مزا

اور لوگوں کا نہ کر قطع کلام
تھام شمشیر زباں کو اپنے تھام

جنبش ابرو و چشم و دست سے
گفتگو میں ہاتھ اٹھانا چاہیئے

ریش سے بازی نکر اہی ارجمند
اپنے کو ہی خود بنانا ریشخند

اور نہ چٹخا انگلیوں کو بار بار
ہی زبوں یہ فعل سن اے ہوشیار

کہہ دئے ہیں قاعدے تجھ سے یہ سب
بیٹھ محفل میں تو ہر دم باادب

کر سمجھ کے وہاں یہ ای ہمدم کلام
تا کہ ہو جاوے پسند خاص و عام

جوا کھیلنے کی برائی

م لکھنوی

پاسے کی بدی ہی آشکارا
راجہ نل سلطنت ہی ہارا

دانا تو کرے کب اس طرف میل
ہارا ہی جوے کے نام سے بیل

موسم بہار

رشید

کیا دھوم ہی گلشن جہاں میں
نرگس کی بھی کھل گئی ہیں آنکھیں

دیکھو ہی کشیدگی میں شمشاد
ہر نخل برنگ گل ہی دلشاد

پھولا ہے جو لالہ زار ہر سو — کس لطف کی ہے بہار ہر سو
غنچے ہیں چمن میں مسکراتے — بلبل کو ہنسی میں ہیں اڑاتے
بلبل کے ہیں دلفزا ترانے — بجتے ہیں چمن میں شادیانے
نوبت جو بہار کی ہے آئی — منقار کی سب نے نَے بجائی
ہیں طائرِ نغمہ سنج مسرور — ہے غنچۂ دل سے خارِ غم دور
اسبابِ خزاں گلوں نے لوٹا — شاداب ہوا ہے بوٹا بوٹا
ہے موجِ صبا مزے دکھاتی — ہر خار سے بوئے گل ہے آتی
ہیں مرغِ چمن بہار گاتے — پھولے نہیں آج گل سماتے
چھایا ہے سحابِ فیضِ داور — باراں سے خجل ہے آبِ گوہر
کس طرح نہ باغ باغ ہو دل — گلہائے طرب ہوئے ہیں حاصل
سنتے ہیں ثنا گلوں کے لب سے — چلتی ہے صبا بڑے ادب سے
ہے حکم بہار کا گلوں پر — پوشاک نہ چاک ہو سراسر

ایک خیالی مکان کی سجاوٹ اور اُسکے باغ کی طراوت

حسن

عمارت کی خوبی دروں کی وہ شان — لگے جس میں زربفت کے سائبان
چھتیں اور پردے بندھے زرنگار — دروں پر کھڑی دست بستہ بہار
وہ مقیش کی ڈوریاں سر بسر — کہ مہ کا بندھا جسمیں تارِ نظر

چھتوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال — نگہ کو وہاں سے گذرنا محال

سنہری مغرّق چھتیں ساریاں — وہ دیوار اور در کی گلکاریاں

دیئے ہر طرف آئینے جو لگا — گیا چوگنا لطف اُسمیں سما

وہ مخمل کا فرش اسکا ستھرا کہ بس — بڑھے جسکے آگے نہ پائے ہوس

رہیں کھلتے اُس میں روشن مدام — معطّر شب و روز جس سے مشام

چھپرکھٹ مرصّع کا دالان میں — چمکتا تھا اِس طرح ہر آن میں

زمیں پر تھی اِس طور اُسکی چمک — ستاروں کی جیسی فلک پر چمک

زمیں کا کروں واں کی کیا میں بیاں — کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیاں

بنی سنگِ مرمر سے چوپڑ کی نہر — گئی چار سو اُسکے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اُسکے سرو سہی — کچھ اک دور دور اُس سے سیب و بہی

ہوا پر بہاری سے گل لہلہے — چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے

زمرد کی مانند سبزہ کا رنگ — روش پر جواہر لگا جیسے سنگ

روش کی صفائی پہ بے اختیار — گل اشرفی نے کیا زر نثار

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن — کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن

چمیلی کہیں اور کہیں موتیا — کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا

کھڑے شاخ شبّو کے ہر جا نشان — مدن بان کی اور ہی آن بان

کہیں ارغواں اور کہیں لالہ زار — جدی اپنے موسم میں سبکی بہار

کہیں جعفری اور گیندا کہیں — سماں شب کو داؤدیوں کا کہیں

عجب چاندنی میں گلوں کی بہار — ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سرو کی طرح جنیے کے جھاڑ — کہے تو کہ خوشبوئیوں کے پہاڑ

کہیں زرد نسریں کہیں نسترن — عجب رنگ پر زعفرانی چمن

پڑی آب جو ہر طرف کو بہے — کریں قمریاں سرو پر چہچہے

لیئے ہاتھ میں مالنیں بیلچے — چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے

کہیں تخم پاشی کریں گود کر — پنیری جماویں کہیں کھود کر

کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال — رہیں ہاتھ جوں مست گردن میں ڈال

خراماں صبا صحن میں چار سو — دماغوں کو دیتی ہر اک گل کے بو

کھڑے نہر پر قاز اور قرقرے — لیئے ساتھ مرغابیوں کے پرے

صدا قرقروں کی بطوں کا وہ شور — درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور

چمن آتش گل سے دہکا ہوا — ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا

صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے پھول — پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول

خوشی سے گلوں پر سدا بلبلیں — تعشق کی آپس میں باتیں کریں

درختوں نے پرگوں کے کھولے ورق — کریں طوطیاں بوستاں کا سبق

سماں قمریاں دیکھ اس آن کا — پڑھیں باب پنجم گلستان کا

حسن

چاندنی میں کسی خانہ باغ کی سیر اور کیفیت

نظر آئی واں چاندنی کی بہار — کہ آنکھوں نے کی خیرگی اختیار

در و بام یک لخت سارے سپید — ہر اک طاق محراب صبحِ امید

بلوریں دھرے ہر طرف سنگِ فرش — کہ جس سے منور ہے سارا رنگ فرش

ہر اک سمت واں نور کا ازدحام — لگے آئینے قدِ آدم تمام

لپیٹے ہوئے بادلوں سے درخت — زمین و ہوا صاحبِ تاج و تخت

ملبب وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر — اٹھے چشمۂ ماہ سے جیسے لہر

لبِ نہر صاف آبجو نور کی — تو پٹڑی تھی وہ ایک بلور کی

پڑے اسمیں فوارے چھٹتے ہوئے — ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے

مقرّص پڑا اسمیں مقیش جو — گرایا وہاں رشک سے پڑ کے ہو

لیے گود مقیش چھوٹے بڑے — ہر اک جا ستارے اڑا دیں کھڑے

غرض اپنی صورت سے تارے کو توڑ — زمیں کو فلک کا بنایا تھا جوڑ

ہوا میں وہ جگنو سے چمکیں بہم — ملیں جلوہ مہ کو زیرِ قدم

فقط چاندنی میں کہاں طور یہ — کہ طرہ نہ جبتک سے ملے اور یہ

زمانہ درخشاں ہوا و زرفشاں — زمیں سے لگا تا سما درفشاں

کھڑا ایک نمگیرہ آبدار — کہ تھے جسکی جھالر پہ موتی نثار

جڑاؤ وہ اِستادے الماس کے
ڈھلے ایک سانچے کے اِک بار کے

کھچی ڈوری ہر طرف زر تار کی
لڑی جُوں کناری کی ہوں ہار کی

کہوں کیا میں جھالر کی اُسکے پھبن
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن

مغرّق بچھی مسند اِک جگمگی
کہ تھی چاندنی جسکے عدو لگی

بچھونے سماتے تھے تکیے اُدھر
کہ تھے وہ فقط حُسن ہی سے بھرے

زمیں نور کی آسماں نُور کا
جدھر دیکھو اُودھر سماں نُور کا

چمن سارے اُودیوں سے بھرے
جوانانِ شبنم کے ہر جا پڑے

ستاروں کا مہتاب میں حال یوں
کہ چھنے میں پانی کے قطرے ہوں جوں

اگر کیجیے سایہ اُوپر نگاہ
تو ہی وہ بھی جوں سایۂ مہر و ماہ

کرے ہی نگہ جس طرف کو گذر
بجز نُور آتا نہیں کچھ نظر

چاندنی رات میں کسی تالاب کی کیفیت

ایک شب تھی جو چاندنی کی بہار
سیر دریا کو میں اُٹھا اک بار

پھٹ گیا ابر ہٹ گیا تھا سحاب
صاف تھا مطلعِ شبِ مہتاب

تھا فلک سے زمیں تلک اک نُور
نُور سے تھا خلا و سب معمور

نُور افشاں تھا چشمۂ مہتاب
نُور آگیں تھا چشمۂ تالاب

تھا جہاں میں کہیں نہ گرد و غبار
ہاں مگر تھا سحاب طرفِ بحار

پہنچا آخر میں تا لبِ تالاب
تھا جو تالاب چادرِ مہتاب

سطحِ نوری تھا وہ ہر آئینہ
موجِ تالاب تھی ہر آئینہ

اُس میں میں دیکھتا تھا قدرتِ حق
کہ وہ آئینہ تھا مجھے مطلق

آب اُسوقت ذوق شوق میں آ
سر کو ہر سنگ سے پٹکتا تھا

موجزن تھی ہوا با موج اُسدم
وجد میں تھی ہر ایک موج اُسدم

مرغِ دریا تھے ذکر میں اُسکے
چشم گریاں تھی فکر میں اُسکے

دود وہاں کا بخارِ الفت تھا
دلِ ماہی میں خارِ الفت تھا

آئینہ تھی وہاں ہر ایک خزف
چشمِ حق بین تھی سینہ چاک صدف

تھے بیادِ خدا سے دانا تر
بسکہ ستاج دانۂ گوہر

جلوہ آرا تھا عالمِ مہتاب
ماہ سے تا بماہیِ تالاب

کسی شہزادہ کی سالگرہ کا جشن اور اُسکی دُھوم دھام

حسن

پڑی جب گرہ بارہویں سال کی
کھلی گل چھڑی غم کے جنجال کی

کہا شہ نے بلوا نقیبوں کو شام
کہ ہوں صبح حاضر سبھی خاص و عام

سواری تکلف سے تیار ہو
مہیا کریں جو کہ درکار ہو

کریں شہر کو مل کے آئینہ بند
سواری کا ہو لطف جس سے دوچند

رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر
کہ نکلیگا گل شہر میں بے نظیر

یہ فرما محل میں گئے بادشاہ | نقیبوں نے سن حکم لی اپنی راہ
ہوئی شب لیا اُنے جام شراب | گیا سجدۂ شکر میں آفتاب
خوشی میں گئی جلد جو شب گذر | ہوئی سامنے سے نمایاں سحر
گیا قرزدہ صبح سے ماہتاب | اُٹھا سورج آنکھوں کو ملتا شتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو | کہ بابا نہا دھو کے تیار ہو
غرض شاہزادہ کو نہلا دُھلا | دیا خلعتِ خسروانہ پنھا
جواہر سے سر پنھایا اُسے | جواہر کا دریا بنایا اُسے
لڑی لٹکن اور کلغی اور نورتن | عدد ایک سے ایک زیب بدن
مرصع وہ سرپیچ جوں موج آب | منور بشکل رخِ آفتاب
وہ موتی کی مالا تصدق زیب و زین | کہیں جسکو آرامِ جان لگا چین
غرض اِسطرح ہو کے آراستہ | خراماں ہوا سروِ نوخاستہ
زبس تھا سواری کا باہر ہجوم | ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم
برابر برابر کھڑے تھے سوار | ہزاروں ہی تھیں ہاتھیوں کی قطار
سنہری رُوپہلی وہ عماریاں | شب و روز کی سی طرحداریاں
جھلکتے ہوئے بادلے کے نشان | سواروں کے غٹ اور بانوں کی تان
ہزاروں ہی اطراف میں پالکی | جھلابور کی جگمگی نالکی
کہاروں کی زربفت کی کرتیاں | اور اُسکے دبے پانوں کی پھرتیاں

بندھی پگڑیاں طاش کی سر اوپر — چکاچوند میں جس سے آوے نظر
وہ ہاتھوں میں سونے کے موٹے کڑے — جھلک جسکی ہر ہر قدم پر پڑے
وہ ماہی مراتب وہ تخت رواں — وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سماں
وہ شہنائیوں کی صدا خوشنما — سہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا
وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی — قدم با قدم با لباس زری
بجاتے ہوئے شادیانے تمام — چلے آ گئے آگے ملے شادکام

سوار و پیادہ وہ صغیر و کبیر — جلو میں تمامی امیر و وزیر
وہ مذرین کہ جس جس نے تھے ٹھاٹ آل — شہ و شاہزادہ کو گندا نیال
ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار — چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجائے سبھی خاص و عام — لباس زری میں ملبس تمام
طرح کے طرق اور پرے کے پرے — کچھ ادھر کچھ اودھر اور کچھ یہ پرے
وہ فیلوں کی اور میگڈمبر کی شان — جھلکتے وہ منقش کے سائبان

چلی پایۂ تخت سے کر کے ترتیب — بدستور شاہانہ نیتی جریب
سواری سے آگے بہ اہتمام — لئے سونے روپے کے عصا تمام
نقیب اور جلودار اور چوبدار — یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار
اسی اپنے معمول دستور سے — ادب سے تفاوت سے اور دور سے
بلا نوجوانو بڑھے جائیو — دو جانب سے باگیں لئے آئیو

بڑھے جائیں آگے سے چلتے قدم — بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

غرض اسطرح سے سواری چلی — کہے تو کہ باد بہاری چلی

تماشائیوں کا عجب تھا ہجوم — کہ ہر طرف تھی لاکھہ عالم کی دھوم

لگا قلعہ سے شہر کی حد تلک — دکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک

منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در — تمامی تھا وہ شہر سونے کا گھر

کیا تھا زبس شہر آئینہ بند — ہوا چوک کا لطف واں چند چند

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ — گذرتی تھی رک رک کے ہر جا نگاہ

ہوئے جمع کوٹھوں پہ جو مرد و زن — ہر اک سطح تھا جوں زمین چمن

یہ خالق کی سن قدرت کاملہ — تماشے کو نکلی زن حاملہ

لگا اُنسے تا ضعیف و نحیف — تماشے کو نکلے وضیع و شریف

وحوشوں طیوروں ملک نے خلل — بڑے آشیانوں سے اپنے نکل

نہ تو پہنچا جو اک مرغ قبلہ نما — سو وہ آشیانہ میں تڑپا کیا

زبس شاہزادہ بہت تھا حسیں — ہوئے دیکھ عاشق کہین و مہیں

نظر جسکو آیا وہ ماہ تمام — کیا اسنے جھک جھک کے اسکو سلام

دعا شاہ کو دی کہ یا رب الٰہ — سدا یہ سلامت رہیں مہر و ماہ

یہ خوش اپنے منہ سے رہے شہریار — کہ روشن رہے شہر پروردگار

غرض شہر سے باہر اک سمت کو — کوئی باغ تھا شہ کا اسمیں سے ہو

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر
رعیت کو دکھلا کے اپنا بسیر

اُسی کثرتِ فوج سے ہو سوار
پھر اُس شہر کی طرف وہ شہریار

سواری کو پہنچا گئی فوج اُدھر
گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

جہاں تک کہ تھے خادمانِ محل
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئے نکل

قدم اپنے حجروں سے باہر نکال
لیا سب نے آ پیشوا حال حال

بلائیں لگے لینے سب یکبار
کیا جی کو یک لخت سب نے نثار

شدّت بارش

امیر

کیا کہوں اب کی کیسی ہے برسات
جوششِ باراں سے بھیگی ہے بات

بوند تھمتی نہیں ہے اب کی سال
چرخ گویا ہے آب در غربال

وہی یکساں اندھیری برسے ہے
آسماں چشمِ وا کو ترسے ہے

ماہ و خورشید اب نکلتے نہیں
تارے ڈوبے ہوئے اچھلتے نہیں

لے زمیں سے ہے تا فلک غرقاب
چشمۂ آفتاب ہے گرداب

ابر کس کس سیاہ مستی سے
ہوتے جا ہیں بلند و پستی سے

لڑکوں نے کی زمانہ سازی ہے
خاک بازی اب آب بازی ہے

کیسا طوفاں یہ مینہ چھایا ہے
زخمِ دل نے بھی آب اُٹھایا ہے

بیٹھے اُٹھتے نہیں ہیں بام و در
یہ خرابی ہے شہر کے اندر

جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہیں
یہاں تو پرنالے چلتے دیکھے ہیں

لے گئے ہیں جہان کو سیلاب
نقشۂ عالم کا نقش تھا بر آب

نہ ہی جلسہ نہ ربط یاراں ہے
شہر میں ہے تو بادو باراں ہے

روز و شب یہاں ہمیشہ جھمکا ہے
ان دنوں رنگ برق چمکا ہے

آدمی ہیں سو گھر سے نکلتے ہیں
مردم آبی پھرتے چلتے ہیں

وسعتِ آب پوچھ مت کچھ یار
کوچے موجوں سے ہو گئے بازار

شعر کے بحر میں بھی ہے پانی
بہتی پھرتی ہے اب غزلخوانی

ہر طرف ہیں نظر میں ابرِ سیاہ
پانی ہے جسطرف کو کریئے نگاہ

لکھے کیا میر مینہ کی طغیانی
ہو گئی ہے سیاہی بھی پانی

جاڑے کی شدت

سودا

سردی اب کے برس ہے اتنی شدید
صبح نکلے ہے کانپتا خورشید

چرخ کی اطلسی قبا ہے ہمیش
نہیں یہ کہکشاں ہے وانہ کیش

جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا
بلکہ کہیے کہ زمہریر ہوا

اِن دنوں چرخ پر نہیں ہے مہر
گود میں کانگڑی رکھے ہے سپہر

کہر پڑنے کو کہتے ہیں سب یار
ٹھنڈ سے ہے جہاں کے دل میں غبار

لیک دیکھا جو غور کر میں نے آپ
نکلے ہے منہ سے آسمان کے بھاپ

پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے
سبزہ شال کی رضائی ہے

بسکہ یخ بستہ بحر میں ہے آب
برف کی ہے رکابی ہر گرداب

عکس پانی میں یوں ہی عکس پذیر — رہتی ہی زیر شیشہ جوں تصویر

نہیں ہی سبزہ باغ میں اسدم — بچۂ بط ہی تیغ بچہ سے کم

تیغ سے کاٹتا ہی آب چند — آب میں اسقدر رہی ہی گزند

جیسے جاڑے سے ٹھر گیا پالا — سرد ہی داغ عشق جوں لالا

اکڑے جاتے ہیں دیکھ سنبل کو — گٹھڑی ہو جاوے گل کے غنچہ میں تو

دیکھ گل پر صبا نہیب برد — بھری پھرتی ہی ہر طرف مرمر

گر پڑے برگ تاک جھڑکے تمام — بلبلیں مر رہیں اکڑ کے تمام

صرصر صبح جان کھوتی ہی — تیر سی دل کے پار ہوتی ہی

جس طرف اب نگاہ جاتی ہی — جو ہی جوں بید تھرتھراتی ہی

کانپتے ہیں درخت ارض و جبال — موسم دی ہی پارہ و پا بھوچال

آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہی — گودڑوں کے بیچ چھپتی پھرتی ہی

بے حرارت ہیں سردی کے مارے — طرح یاقوت کے آب انگارے

جاڑے لگنے کا پہنچ تلک ہی حرف — لپٹی رہتی ہی نمدوں میں بھی برف

دن کی کٹتی ہی دھوپ میں اوقات — کانپ کے کمل میں رات کاٹی ہی رات

رعد سردی کے ہاتھ گرم خروش — ابر دوش ہوا پہ بالاپوش

برف پٹتی تہیں فلک نداف — پھینکتی ہی واسطے زمیں کے لحاف

شب جو خستگی پہ سبق آوے — ابر میں یوں ٹھٹھر کے رہ جاوے

کیا کروں اسکی یارو میں تقریر | جوں کسوٹی پہ سونے کی تحریر
گر کسی شخص کو مرض ہو اب | تو وہ جاڑے سے ہی کرے ہی تپ
فرط سرما سے دیکھیے جسکو | دست زیر بغل ہی مثل سبو
منعموں کے گھروں میں آج اور کل | ہیں پڑے یہ دو بکے ہی منقل
پہنتے ہیں سمور اور قاقم | ٹھنڈ سے کھینچتے بہم سو دم
اسیہ جاڑے سے ہی یہ انکا حال | ناک سے چھوٹتا نہیں رومال
کوئی اب جاسے ہل نہیں سکتا | گھر سے باہر نکل نہیں سکتا
پھر جو کوئی نداں نکلے ہی | ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہی
لیٹے رہتے ہیں روئی میں مجبور | جس طرح ناشپاتی و انگور
غرض ایسی ہی کچھ پڑے ہی ٹھنڈ | مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ
سودا آخر ہی سردی کا مذکور | شعر بھی گر خنک ہو تو ہو معذور
آگے جاتا نہیں ہی اب بولا | ہوگئی ہی زبان بھی اولا

گرمی کی شدت

کیوں ہوا اس قدر ہی عالم سوز | آتشی رنگ پر ہوا نوروز
ابکی رت سے یہ ہو ہی معلوم | چمن آرا ہو شب برات کی دھوم
گرم ہی یہ بہار کا موسم | شاخ گل پھلجھڑی سے ہی نہیں کم
ہی پٹاخا چٹکتے وقت گلاب | کف نرگس پہ چھٹتی ہی مہتاب

دستۂ گل کا کیا کہوں میں تنگ | اسمیں ہیتھہ پھول کے سے ہینگے ڈھنگ

غنچے کہتے ہیں یوں ہو آتشبار | گویا پھٹتا ہی و اسے غنچے میں انار

جلوے دیں جوں چنبیل کے بوٹے | اسطرح جاتی جوہی کب چھوٹے

نہیں گیندا مگے یہ چمن میں درخت | دی ہی آتش ستاروں میں یک لخت

کرو صد برگ و جعفری یہ نظر | چھٹ رہی ہیں ہوائیاں مونہہ پر

یہی بوٹے ہی پانی بھر بھر کر | ہی پکاؤ کا حوض گھن جیسکر

کیا میں فوّاروں کا کہوں عالم | جوں پھچپا چھٹے ہی لے دم

شور پانی کرے ہی رہ رہ کے | اس طرح چھوٹتے ہیں جوں پچھکے

سنگ پر یوں ہی اسکی آب کی دہا | چھاتی پر جوں گرے ہی نزلہ جا

مرغ آبی چمن میں اب جو ہی | مونہہ کھلا ہی کھے ہی جوں بطِ مے

طوطی کی گر سنے کوئی آواز | نوحے گویا پڑھے ہی سوز و گداز

طائروں تک ہی یہ ہوا کا اثر | پر قمری ہی مشتِ خاکستر

سرو کا حال کیا کروں میں بیاں | پانو اسکا ہی اور آبِ رواں

جوش ہی یہ بہار میں امسال | لبِ جو پہ ہی عکس کا تبخال

رنگِ گل اسطرح درخشاں ہی | ہر خیابان اک چراغاں ہی

لالے کے ہر چراغ پر اس آن | لٹ دھوئیں کی ہی شاخ نافرمان

ہی حرارت گلوں میں اب یہاں تک | نہیں شبنم یہ نکلے ہی جیجاب

پانی کو بلبلیں بھریں کھٹکی   طفل غنچوں کو لگ گئی چٹکی

شاخ ہر گل کی ہو گئی گلہ بیز   جل گیا آہ سبزۂ نوخیز

یہ نہ لالہ کی پتی جھڑتی ہے   آگ جامہ سے نکلی پڑتی ہے

گیا تالاب میں ہر ایک کنول   کنول کاغذی کی طرح سے جل

جل گئیں بیلیں رہ گیا ہے کاٹھ   آتشی کا سا دار بست ہے ٹھاٹھ

بوند کو دل صدف کا ترسے ہے   ابر نیساں سے آگ برسے ہے

ہے پسینے سے مینجوز و نکا یہ حال   یاوہ گویا ہے آب در غربال

ہووے جس سال یہ بہار کا رنگ   آگے گرمی کے کیا لکھوں یہ ڈھنگ

شفق آفتاب شام و سحر   آگ دے ہے جہان کو یکسر

مہ کے پرتو کی کیا کروں تقریر   جوش کھا جوں ابل چلے ہے شیر

ہے ہوا سے تنور چرخ یہ گرم   چڑھی ہے نان مہر ہو کر نرم

ساغر مہر گرم ہے بیاتاک   شیشۂ آتشی ہوا ہے فلک

پی کے تبریدیوں سے کہے رنجور   شمع کو نفع کیا کرے کافور

گلخن گرم ہے زمین تمام   چرخ ہے سرد خانۂ یک حمام

مہ کے پرتو سے مہر کی تب و تاب   ماہی جوں موج آب میں بیتاب

اب زمین پر نہیں پڑی ہے دھوپ   سرسوں کے کھیت کا سا ہے کچھ روپ

رہ نورد کی چال کا ہے یہ حال   جوں بھبھلتے ہوں آگ چھل اچھال

سایہ کی تیرگی پہ کر تو نگاہ
قرب سے دھوپ کے ہوا ہی سیاہ

مہر سے ان دنوں ہیں آکے بجان
گل خورشید تک ہی رو گردان

زمیں سمجھے ہی تفتگی ہر آن
توے کی بوند نوح کا طوفان

خلق کا تشنگی سے ہی یہ حال
طفل کو مشک اور جواں کو پکھال

تو بھی نیت آنکھوں کی بھرتی نہیں
پیاسے مرتے ہیں پیاس مرتی نہیں

شکل نرگس ہی سبکو حیرانی
نرخرے تک بھرا ہوا پانی

یہی سوچے ہی دل میں تشنہ آب
بحر کو موںہہ لگا دے مثل حباب

رنگ یاقوت کا رمانی ہی
آب آتش کی زندگانی ہی

پانی کتنا ہی پیٹ میں ہو آب
شکل آئینہ خشک رہتے ہیں لب

آگ سے دن کی جل گئی ہی رات
ملی ہی اب سیاہی لیکے دوات

رات سووے نہیں یہ جو انسان
کروٹیں یوں لے جوں توے پر نان

گرمی پڑتی ہی یا خدا کا قہر
کیا کہوں تجھسے میں کہ شہر بشہر

بادشاہوں کی بادشاہی ہی
آگیا بیتال کی دُہائی ہی

بھیکھ مانگے ہی شہر میں جو فقیر
دمبدم اسکی ہی یہی تقریر

کوئی بندہ خدا کا ایسا آئے
مجھ سے بیکس کی جو لگی کو بجھائے

ٹھیک ہوتی ہی جس گھڑی دوپہر
لگے ہی دھڑ دھڑ سے جلنے دہر

ہووے گرمی سے جب یہ حال جہاں
گر کوئی زندگی کرے سو کہاں

سردخانہ کو پوچھنا ہی خبط | آگ اور پھوس میں ہی کچھ بھی ربط
غیر تہخانہ جائے امن نہیں | اب کچھ آرام ہی تو زیر زمیں

آفتاب کے فائدے

ناسخ

دیکھ حال غروب شمس ذرا | ہیں ہزاروں منافع ای دانا
بے غروب آفتاب اگر ہوتا | رنج لوگوں کو بیشتر ہوتا
عیش و راحت کے ہیں سبھی محتاج | استراحت کے ہیں سبھی محتاج
نکلیں تاماندگی سے آنکے بدن | پائیں قوت حواس مرد و زن
قوت ہاضمہ قیام کرے | فکر ہضم طعام شام کرے
ہاضمہ میں نہو فتور ذرا | پہونچے سب کی غذا سوء اعضا
دن ہمیشہ اگر رہا کرتا | محنتیں آدمی کیا کرتا
حرص سے راحتیں بھلا دیتے | جسم کو آدمی گھلا دیتے
کہ بلا شبہ لوگ ہیں اکثر | مستعد مال جمع کرنے پر
رات کی تیرگی نہ آتی اگر | محنتوں سے نہ باز رہتے بشر
متصل ایسے کام کرتے حریص | کام اپنے تمام کرتے حریص
آمد شب کا فائدہ سن اور | ہی یہ نکتہ مقام فکرت و غور
دھوپ اگر شام کو نہ ٹل جاتی | پھر تو ساری زمین جل جاتی
کبھی روئیدگی نہ پاتی نبات | ہوتے ضائع تمام حیوانات

بس یہ ہی حکمتِ خدائے قدیر | جو اُمورِ انام کا ہی خبیر
اِس طرح اُس خدا نے ٹھہرایا | حکمتِ پاک کو یہی بھایا
رہے خورشید کو طلوع و غروب | ہی نظامِ جہاں کا یہ اسلوب
شب جلاتے ہیں جسطرح یہ چراغ | بار پاتے ہیں جسطرح یہ چراغ
جب وہ پاتے ہیں کاموں سے فرصت | تب چراغوں کو کرتے ہیں رخصت
سب یہ بہرِ نظامِ عالم ہی | سببِ انتظامِ عالم ہی
گردشِ ارض میں تفکر کر | اِسکے پست و بلند پر ہو نظر
اِسکی تاثیر سے تو ہو ماہر | چار فصلیں ہیں مختلف ظاہر
اُس مدبر کی ہیں عیاں تدبیر | حبذا قدرتِ حکیم و قدیر
آکے جاڑا جو جاتی ہی گرمی | دخل باطن میں پاتی ہی گرمی
تا نبات و شجر میں آئی دانا | مادے میووں کے ہوں سب پیدا
جب حرارت ہوا میں آتی ہی | تو کثافت ہوا میں آتی ہی
مینہ کے سامان کرتی ہی پیدا | اور باران کرتی ہی پیدا
جسم جاندار ہوتے ہیں محکم | قوتیں پاتے ہیں بوجہِ اتم
فصلِ سرما میں جب نبات و شجر | بھرتے ہیں مادوں سے سرتاسر
بے تکلف شروعِ فصلِ بہار | حرکت پاتے ہیں نبات اشجار
شاہدانِ چمن اسی سے ہیں | گھاس بوٹے شگوفے اُگتے ہیں

جبکہ آئی ہے فصلِ تابستان | ہوتی ہیں گرمیاں ہوا میں عیاں
پختہ ہوتے ہیں باطنِ اثمار | سوکھتی ہیں رطوبتیں یکبار
جو رطوبات و خلط فاسد ہیں | جتنے فضلات و خلط فاسد ہیں
جسمِ حیواں سے ہوئیں تحلیل | سب بتدریج پاتے ہیں تبدیل
نہیں رہتا زمین میں پانی | تا عمارت بنے بآسانی
صاف ہوجاتی ہے ہوا ساری | نہیں رہ سکتی کوئی بیماری
لکھوں ان فصلوں کی جو مصلحتیں | دفتروں میں نہ آئیں منفعتیں
ہے حمل نام برج اول کا | دوسرا ثور تیسرا جوزا
چوتھا سرطان پانچواں ہے اسد | ہے چھٹا برج سنبلہ بیکد
برج ہفتم کا نام ہے میزان | برج ہشتم کا نام عقرب جان
ہے نواں برج برج قوس نہاں | جدی ہے ان بروج میں دسواں
گیارہواں دلو بارہواں ہے حوت | نہیں ان میں کسی کو جائے سکوت

ہوا کے فائدے

ناسخ

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے | صحتِ جسم اس سے پیدا ہے
بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے | کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے
دم رکیں آدمی پڑیں بیمار | میوے فاسد ہوں سوکھیں پھل یکبار
آئے طاعون یا وبا آئے | غلے پر آفت و بلا آئے

کھل گئی قدرتِ خدائے عباد | حسنِ تدبیر ہی یہ جنبشِ باد
خبر اِس بھید کی تجھے میں دوں | حکمت اصلِ ہوا کی تجھ سے کہوں
فی الحقیقت صدا ہی ایک اثر | متصل ہو کے وہ بیک دیگر
کرتی ہی یہ کہ ہوا میں نفوذ | کرتی ہی جو ہر ہوا میں نفوذ
جب ہوا اُس صدا کو پاتی ہی | قوتِ سامعہ میں لاتی ہی
باہم انسانِ دہر روز و شب | کہتے ہیں اپنے اپنے مطلب سب
رہتا باتوں کا جو ہوا میں اثر | حرف رہتے ہیں جیسے کاغذ پر
تو صدا سے جہان بھر جاتا | کام دشوار ہوتا لوگوں کا
ہوتے محتاج سب یہ پا کے خلل | کریں تازہ ہوا کو کر کے بدل
جیسے جسوقت بھرتے ہیں کاغذ | لوگ تبدیل کرتے ہیں کاغذ
باتیں کرنے کا ہی رواج سوا | ہوتی کاغذ سے احتیاج سوا
یعنی انسان باتیں کہتے ہیں | اکثر اُس سے جو لکھتے رہتے ہیں
بسکہ ہی خالق و حکیم خدا | بن گئی کاغذ لطیف ہوا
جسقدر آدمی ہی کہہ سکتا | ہوتی ہی حاملِ سخن وہ ہوا
اُس سے بنتا ہی گفتگو کا اثر | ہوتی ہی صاف اور خالص تر
کہے انسان یا کچھ اور بھی بات | رہے اشغالِ گفتگو دن رات
کیا ہوا میں ہی قدرتِ صانع | نہیں ہوتی وہ کہنہ و ضائع

ہی ہوا بھی یہی نسیم یہی — بس ہی غیرت کو اور ہی کافی
جو مصالح ہوا نے پائے ہیں — فائدے جو تجھے سنائے گئے ہیں
اس سے ہی زندگانی ابدان — اس سے ہی نفعِ صحتِ انسان
ناک سے جو کہ تن میں جاتی ہے — زندگی اس سبب سے آتی ہے
خارجِ تن میں لگتی ہے یہ اگر — حق میں ابدان کے ہی مُصلح تر
جو صدا اس میں ہوتی ہے داخل — کرتی ہے راہ دُور سے حاصل
کان کو وہ صدا سناتی ہے — بوئے خوش شامہ کو لاتی ہے
نہیں تو دیکھتا یہ صبح و مسا — جس طرف سے زیادہ آئے ہوا
فصل جاڑے کی ہو کہ گرمی کی — ہوتی ہے موجبِ صلاح وہی
آندھیوں کے جو چلتے ہیں جھونکے — سب ہوا سے نکلتے ہیں جھونکے
جسم کی جان کی ہے آسائش — اس سے انسان کی ہے آسائش
ہر جگہ سے یہ ابر لاتی ہے — ابر کو ابر سے ملاتی ہے
ربط پاتا ہے ابر باہم جو — گھیر لیتا ہے سارے عالم کو
ابر سے مینہ جو ہے برس چکتا — کرتی ہے ٹکڑے ابر کے یہ جدا
کھلتے ہیں سب درخت اکباری — کشتیاں اس سے ہوتی ہیں جاری
اس سے ہوتا ہے لطفِ ذوقِ طعام — پختہ ہوتے ہیں اس سے میوہ تمام
خشکی پانیوں میں لاتی ہے — آتشِ مردہ کو جلاتی ہے

نہیں رہتی تری کسی بر میں
خشک کرتی ہے کیڑے دم بھر میں

یہ ہی کہتے سے حاصلِ مطلب
جتنی ہیں اس ہوا سے چیزیں سب

جو ہوا کو خدا نہ کرتا خلق
یعنی خالق ہوا نہ کرتا خلق

تازگی جسم و جاں میں کب آتی
گھاس کمبھلاتی خلق مر جاتی

سب یہ بے آب و تاب ہو جاتیں
ساری چیزیں خراب ہو جاتیں

آموں کی تعریف

غالب

ہاں دلِ دردمند زمزمہ ساز
کیوں نہ کھولے درِ خزینۂ راز

خامہ کا صفحہ پر رواں ہونا
شاخِ گل کا ہے گلفشاں ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے
نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے

بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے
خامہ نخلِ رطب فشاں ہو جائے

آم کا کون مردِ میداں ہے
ثمر و شاخ گوی و چوگاں ہے

تاک کے جی میں کیوں رہے ارمان
آئے یہ گو ہے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جائے خاک
پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور
بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے
شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو تمہیں خبر کیا ہے
آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اس میں نہ شاخ و برگ و بار
جب خزاں آئے تب ہو اس کی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہاں — جانِ شیریں میں یہ مٹھاس کہاں
نظر آتا ہی یوں مجھے یہ ثمر — کہ دواخانۂ ازل میں مگر
آتشِ گل پہ قند کا ہی قوام — شیرہ کے تار کا ہی ریشہ نام
تھا ترنج زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پر کہاں بو باس
آم کو دیکھتا اگر اک بار — پھینک دیتا طلائے دست افشار
رونقِ کارگاہِ برگ و نوا — نازشِ دودمانِ آب و ہوا
صاحبِ شاخ و برگ و بار ہی آم — نازپروردۂ بہار ہی آم

ہاتھ کی چھڑی کی تعریف اور اُس سے نصیحت پانا

سودا

ہوئی ہی دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز — سب سے ہی سودا کو یہ لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اسکا ہی سب پہ ہاتھ — جب کہیں چلیے تو ہی بعذر ساتھ
ہاتھ میں رکھتے ہیں اسے ہوشمند — ڈرتے ہیں سب اس سے درندو گزند
کھینچ نہ سکیے جہاں شمشیر و تیغ — اسکو لگا بیٹھیے واں بیدریغ
ایسا کم آزار اور ایسا شفیق — اور بھی کوئی ہی کسی کا رفیق
کس میں ہی توفیق اسے یہ خیال — ہاتھ پکڑ گرتے کو لیوے سنبھال
چوب نہیں دلبرِ خوشخو ہی یہ — یار ہی یہ قوتِ بازو ہی یہ
مرتبہ اسکا ہی نہایت بلند — کوچۂ تحقیق ہی ہر بند بند

اسکے گھرانے کا جو کیجے خیال | چھوٹے بڑے جتنے ہیں سب ذی کمال

کوئی تو ہی خامۂ معجز طراز | کوئی ستمگر ہی نے نغمہ ساز

ہر نمط کوئی ہی صاحب ہنر | کوئی ہی نیچا کوئی ہی نیشکر

خود جو ہوں ہمسر تیر قلم | نام بزرگاں یہ بزرگی علم

اسکے بزرگوں کی ہی بڑائی قدیم | دال ہی اعجاز عصائے کلیم

ملنے میں انسان کے دو ہیں اثر | یا تو ہو کچھ فائدہ یا ہو ضرر

اسکے فوائد میں تو نقصان نہیں | اور منفعت کا سوا امکان نہیں

اہل نظر کی یہ ہدایت پناہ | جادۂ تاریک میں ہی شمع راہ

بیہدہ کج بحثی سے وارستہ ہی | راستی اپنی یہ کمر بستہ ہی

گو کہ سخن گو نہیں یہ راستباز | یسیہ یہ سمجھا وے نشیب و فراز

جو کوئی رکھتا ہی ٹک اک گوش ہوش | اسکو وہ ہرگز نہ کہیگا خموش

قدر خموشاں وہی سمجھا ہی یار | تیغ زباں سے جو ہوا دلفگار

ہمسے سخندانوں سے بہتر ہی یہ | بے سخن اللہ سخنور ہی یہ

پاس حقیقت اسے ملحوظ ہی | ہرزہ سخن کہنے سے محفوظ ہی

جو کوئی سمجھے ہی رموز و نکات | اس سے سدا کہتی ہی لاٹھی یہ بات

گو کہ ہوں اب نالہ گرہ در گلو | میں بھی تھی سرسبز جہاں میں کبھو

تازہ و تر جگ میں رہی سال ماہ | زاغ و زغن کی ہوئی آرامگاہ

جب تمہیں دنیا سے تھی امید و بیم | سمجھے تھی کچھ فرق سموم و نسیم
جوں ہی زمانے نے کیا بار ور | دوں ہی دکھایا دم تیغ و تبر
بانس کا پھلنا ہے جہاں کی مراد | شادی سے کھاتی کوئی کیونکر ہو شاد
شاد بر آنکم کہ درین دھر تنگ | شادی و غم ہر دو ندارد درنگ
زیادہ غرض کچھ نہیں کہنا روا | بس ہے یہی آہ مری یہ صدا
سحر ہے یا لکڑی کی تقریر ہے | جسمیں کہ عبرت کی یہ تاثیر ہے
دل ہے مرا برق نمط بیقرار | دیدے ہیں جوں ابر سدا اشکبار
غم کی سیاہی کی گھٹا ہے | آج بھی کیا موسم برسات ہے
چپ رہو سودا انھو پر خود غلط | بس ہے ترے حق میں یہ نکتہ فقط
لکڑی کی نسبت سے تو معذور ہی | آدمی ہونا تو بہت دور ہے

نصائح چند بفرزند دلبند

اے مرے فرزند دلبند و سعید | حق تجھے دے عمر اور دولت مزید
علم کی تحصیل پر کر دل رجوع | پہلے کر آداب کا نسخہ شروع
بعد اسکے پڑھ تو علم صرف و نحو | لے سبق جتنا نکر تو اسکو محو
چھوڑ غفلت وقت بازی کا نہیں | پھر نہ پاویگا تو وقت ایسا کہیں
کر نہ سگی سے تکھہ کر تو اپنا نام | میری فرزندی تجھے دیگی کام
جاہلوں سے تو الگ رہ اے پسر | گو ترے ہمجنس ہوں وہ بیخبر

ہو الف ساں آگے جب تیرا اڑا | مثل بات اُسکے آگے رہ پڑا

باپ بھیا ماں ہو یا ہو خال و عم | کر ادب سے سبکے آگے پشت خم

گھر میں جب جاوے تو رکھ نیچی نگہ | نیکبختوں کی یہی ہے رسم و رہ

سر جھکا کر شرم سے چل مثل دال | صاد ساں آنکھ اپنی پشت پا پہ ڈال

اور تبسم میں نہ دانت اپنے دکھا | ہو نہ ہرگز سین سا دنداں نما

اور نہ رکھ فکر جہاں سے دل دو نیم | بند مت رکھ دل کا غنچہ مثل میم

فکر دنیا میں نہ بننا ریش گاؤ | ہے نہیں دنیا سے عقبیٰ سے لگاؤ

فکر ہو تو فکر کچھ عقبیٰ کی کر | باندھ اپنی طاعت حق میں کمر

طاعت حق میں سدا آمادہ رہ | دست بستہ وقت پر آمادہ رہ

ہوں ترے جسوقت بھائی ہوشیار | انکو بھی تعلیم کر ای بختیار

نیک رہ دے انکو بھی رہ پر لگا | میرے جینے کا نہیں کچھ آسرا

میں جہاں سے اب تجاوز کر چکا | کیا بھروسا میرے جینے کا بھلا

پر ابھی تک ہوں ہلاتا دست و پا | کم نہیں ہمت ہوئی میری ذرا

ہے مرے جسوقت تک تن میں دم | پیچھے ہٹنے کا نہیں ہے اک قدم

اور جب یہ دست و پا دینگے جواب | جستجو کا آپ ہو گا بند باب

پر توقع ہے مجھے خلاق سے | رحم تیرے حال پر بھی وہ کرے

مجھ پہ رحمت کی نظر جس طرح کی | ورنہ پیچھے باپ کے کیا یتیم بھی

باپ نے میرے کیا جب انتقال | لوگ کہتے تھے بہت ہی جمع مال
جستجو کی میں نے جب یہ سنکے بات | ہاتھ آئے ڈھاک کے جب تین پات
دل سے کی پھر تو یہ میں نے گفتگو | مال کی تجھکو عبث ہے آرزو
باپ نے جب کچھ نہ چھوڑا اپنا مال | جمع کرنے کا نہ کر تو بھی خیال
چین سے جسطرح انکی کٹ گئی | میری بھی کٹ جائیگی یہ زندگی

مناجات

حسن

الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں | گناہوں سے اپنے گرانبار ہوں
تو بخشے مجھے میرے پروردگار | کہ ہے تو غفور اور آمرزگار

ایضاً

نواب قطب

الٰہی میں ہوں بندہ بس گنہگار | کہ بھاگا در سے تیرے دن میں سو بار
الٰہی دربدر بھٹکا پھرا میں | نہ آسودہ ہوا ہرگز ذرا میں
الٰہی نفس شیطان نے ستایا | سجانا تھا وہاں رستہ بتایا
الٰہی ہر طرف سے پھر پھرا کے | پڑا اب تیرے دروازہ پہ آکے
الٰہی تو شہنشاہ جہاں ہے | الٰہی دوسرا تجھ سا کہاں ہے
نہیں قادر الٰہی کوئی تجھسا | نہیں عاجز الٰہی کوئی مجھسا
الٰہی شاہ تو ہے میں گدا ہوں | الٰہی تو غنی میں بینوا ہوں
الٰہی تو غفور اور میں گنہگار | الٰہی تو کریم اور میں گرفتار

الٰہی تو قوی اور ناتواں میں
خداوندا کہاں تو اور کہاں میں

نکر مجھ سے ہیں جسکے ہوں سزاوار
تو لائق اپنے کر اے میرے غفار

الٰہی میں کروں غم کس سے اظہار
الٰہی کون ہے میرا مددگار

الٰہی کمترین بندگاں جان
الٰہی کر مری مشکل تو آسان

الٰہی بخش دے اپنے کرم سے
چھڑا دے پن اور تیلک کے غم سے

الٰہی ہیں سبھی محتاج تیرے
الٰہی بخش دے ماں باپ میرے

الٰہی اسدار کھتا ہوں تیرا
تو کر دے خاتمہ بالخیر میرا

آٹھویں فصل

مسمّطوں میں

مُسَمَّط اُس نظم کا نام ہے کہ اوّل کم سے کم تین مصرعے اَور زیادہ سے
زیادہ دس مصرعے ایک وزن اَور قافیہ پر سے لکھے جاتے ہیں (وے سب ملکے
بند کہلاتے ہیں) پھر دُوسرے اَور تیسرے وغیرہ بند بھی اُسی وزن پر ہوتے ہیں
اور اُنمیں اُتنے ہی مصرعے ہوتے جتنے پہلے بند میں مگر اخیر مصرع کے سوا
جو اول بند کے قافیہ پر ہوتا ہے باقی سب مصرعے دُوسرے بندوں کے دُوسرے
الگ الگ قافیوں پر لکھے جاتے ہیں - بندونکی تعداد معین نہیں ہے جتنے
چاہے ہوں +

اگر بند تین مصرعوں کا ہو تو وہ مسمّط مثلّث کہلاتا ہے اور چار مصرعوں کا ہو
تو مربّع اَور پانچ کا ہو تو مخمّس اَور چھہ کا ہو تو مسدّس اَور سات کا ہو تو مسبّع
اور آٹھہ کا ہو تو مثمّن اَور نو کا ہو تو متسّع اور دس کا ہو تو معشّر کہلاتا ہے +

مسمط

خدا کی ذات و صفات اور اسکی بیشمار مخلوقات و موجودات

نظیر

الٰہی تو فیاض ہے اور کریم · الٰہی تو غفار ہے اور رحیم
مقدس معلیٰ منزہ عظیم · نہ تیرا شریک اور نہ تیرا سہیم
تری ذات والا ہے یکتا قدیم

ترے حسن قدرت نے اے کردگار · کیے ہیں جہاں میں وہ نقش و نگار
پہونچتی نہیں عقل انھیں ذرہ وار · تحیر میں ہیں دیکھکر بار بار
ہیں جتنے جہاں کے ذہین و فہیم

زمیں پر سماوات گرداں کیے · نجوم اُن میں کیا کیا درخشاں کیے
نباتات بیحد نمایاں کیے · عیاں بحر سے دُر و مرجاں کیے
حجر سے جواہر بھی اور زر و سیم

شگفتہ کیے گل بفصل بہار · عنادل بھی اور قمری و کبکسار
بر و برگ و نخل و شجر شاخسار · طراوت سے خوشبو سے ہنگام کا

وزاں کی صبا ہر طرف اور نسیم

بیاں کب ہو خلقت کی انواع کا — جو کچھ حصر ہووے تو اعجاز کہا

خصوصاً بنی آدمِ خوش لقا — شرف ان سبھوں میں انہیں کو دیا

یہ اسلام و ایمان و دین قدیم

عطا کی انہیں دولتِ معرفت — عبادت اطاعت انکو منزلت

حیا حسن و الفت ادب مصلحت — تمیز و سخن خلقِ خوش مکرمت

فراواں دیئے اور ناز و نعیم

ترا شکر احساں ہو کس سے ادا — ہمیں بھر سے تو نے پیدا کیا

کیئے اور الطاف بے انتہا — نظیر اس سوا کیا کہے سر جھکا

یہ سب تیرے اکرام ہیں یا کریم

ایضاً

نظم

خدا کی ذات ہی وہ ذو الجلال والاکرام — کہ جس سے ہوئے ہیں پیدا سب خواص و عوام

اسی نے ارض و سماوات کو دیا ہی نظام — اسیکی ذات کو ہی دائما ثبات و قیام

قدیر و حیّ و کریم و مہیمن و منعام

فلک یہ تاروں کی کیا کیا مرصعکاری کی — پھر ان میں سیر فزا کہکشاں نگاری کی

ضیا و نور کی کیا کیا تجلی باری کی — بروج بارہ میں لاکر رکھی وہ پایہ کی

کہ جسکو بوجھے نہ فکرت نہ دانش و اوہام

ثوابت اُسنے بنائے ہیں اسقدر سیّار — کہ روزِ حشر تلک ہو سکے نہ جنکا شمار
مگر یہ نام ہیں اُنکے جو سات ہیں سیّار — یہ دو ہیں شمس و قمر اور ساتھ اُنکے یار

عطارد و زحل و زہرہ مشتری بہرام

جو کچھ ہی اُسنے بنایا یہ کُل نہان و عیاں — اُسکی صنعت و قدرت کے ہیں یہ سب نشاں
ہیں ایسے ایسے مکاں اور اُسکے بیاباں — بشر جو چاہے کہ سمجھے اُنھیں سو کیا امکاں

ہیں یہاں فرشتوں کی عاجز عقول اور افہام

زمیں کو دیکھو تو کُل آب پر دیا ہی قرار — پھر اُسمیں اور بنائے ہیں کوہ و بر و بحار
کیا پھر اور نباتات کے تئیں اظہار — نکالے اُسنے کُل میوہ شاخ و برگ و بار

سب اُسکے لطف و کرم کے ہیں عام یہ انعام

وہی ہی خالق و رازق وہی رؤف و غفور — اُسی کی مہر سے پلتے ہیں سب وحوش و طیور
اُسی کے حکم سے خلقت کا یہاں ہوا ہی ظہور — چمک رہا ہی اُسی کی یہ قدرتوں کا نور

بہر زمان و بہر ساعت و بہر ہنگام

اُسی نے حکم کیا ہی ہمیں عبادت کا — اُسی نے طاعت و تقوی کا حکم ہمکو دیا
جو غور کی تو ہمارا بھی ہی اِسی میں بھلا — کہ اُسکا شکر کریں شب سے تا بروز ادا

اطاعت اُسکی بجا لائیں صبح سے تا شام

جو ہمیں لطف و عنایت ہی کب کسی میں ہو — ہر ایک طرف ہی اُسی کے کُل کرم کی بو
عبادت اُسکی ہی بہتر جو ہووے دل کی خو — نظیر نکتہ سمجھ مہر و فضلِ خالق کو

اُسی کے فضل سے دونوں جہاں میں ہے آرام

خدا کی طاعت اور طاعت کی بابت نصیحت

دلا تو کہنے کو میرے یقین جان میاں
جو بات تجھ سے کہوں میں اُسے تو مان میاں
نکھو تو عمر کو غفلت میں ہر زمان میاں
دہن میں پھرتی ہے جبتک یہ زبان میاں
خدا کا نام لیا کر تو آن آن میاں

ملی جہاں میں تجھے یہ جو زندگانی ہے
یہ چند روزہ ہے ای جان نہ جاودانی ہے
عبادت اُسکی ہی دل میں ہی جسنے ٹھانی ہے
اُسی کو دونوں جہاں بیچ شادمانی ہے
وہی تو کر جو رہے تو بھی شادمان میاں

جو ہر طرح سے عبادت میں دل لگاویگا
تو یہاں بھی خوش رہیگا وہاں بھی خوش تو جاویگا
ہزاروں فائدے دلخواہ اِسمیں پاویگا
اور اپنی عمر جو غفلت میں تو گنواویگا
تو اِسمیں ہوگا نہایت ترا زیان میاں

نماز پڑھکے وہ ذرہ صبح کے چمن کو دیکھ
بہار باغ عنایات ذوالمنن کو دیکھ
ریاض روح کو اور گلستان تن کو دیکھ
نعیم و راحت و آرام و پیرہن کو دیکھ
کہ ہیں خدا کے یہ الطاف بیکران میاں

کیے گناہ تو رنج و عذاب دیکھیگا
بروز حشر بہت پیچ و تاب دیکھیگا
جو کر صواب کریگا صواب دیکھیگا
خوشی سے اپنے تئیں کامیاب دیکھیگا

ہمیشہ حسن عمل سے لگا تو دھیان میاں

یہ زندگی ہی غنیمت اسے تو مفت نہ کھو — خدا کا شکر بجا لا ہر اک طرح خوش ہو
یہ دنیا مزرع عقبیٰ ہی اسمیں نیکی بو — کہا نظیر نے جو کچھ تو یاد رکھ اسکو

اسی میں تیری سعادت کا ہی نشان میاں

دوالی اور جوا

نظیر

ہر اک مکاں میں جلا پھر دیا دوالی کا — ہر اک طرف کو اجالا ہوا دوالی کا
سبھی کے دل میں سماں بھا گیا دوالی کا — کسی کے دل کو مزا خوش لگا دوالی کا

عجب بہار کا ہی دن بنا دوالی کا

جہاں میں یارو عجب طرح کا ہی یہ تیوہار — کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہی ادھار
کھلونوں کھیلوں بتاشوں کا گرم ہی بازار — ہر اک دکاں میں چراغوں کی ہو رہی ہی بہار

سبھوں کو فکر ہی اب جا بجا دوالی کا

مٹھائیوں کی دکانیں لگا کے حلوائی — پکارتے ہیں کہ لالہ دوالی ہی آئی
بتاسے لے کوئی برفی کسی نے تلوائی — کھلونے والوں کی انسے زیادہ بن آئی

گویا انھوں کے واں راج آگیا دوالی کا

صرف حرام کی کوڑی کا جنکا ہی بیوپار — انھوں نے کھایا اسی دن کے واسطے ہی ادھار
کہیں ہیں ہنس کے قرضخواہ سے ہر اک اکبار — دوالی آئی ہی سب دیلا دینگے ای یار

خدا کے فضل سے ہی آسرا دوالی کا

مکان لیپ کے ٹھلیا جو کوری کھوائی
جلا چراغ کو کوڑی وہ جلد جھنکائی
اصل جواری سے تھے اُن میں تو جان سی آگئی
خوشی سے کود اُچھل کر پکارے اُچھالی

شگون پہلے کرو تم ذرا دوالی کا

شگن کی بازی لگی پہلی بار گنڈے کی
پھر اُس سے بڑھکے لگی تین چار گنڈے کی
بڑھی جو ایسی طرح بار بار گنڈے کی
تو آگے سے لگنے لگی پھر ہزار گنڈے کی

کمال نرخ بڑھا پھر تو آ دوالی کا

کسی نے گھر کی حویلی گرو رکھا ہاری
جو کچھ بھی جنس میسّر بنا بنا ہاری
کسی نے خیر کسی کی چرا چھپا ہاری
کسی نے گٹھڑی اُٹھا گھر کی اپنے لا ہاری

یہ ہار جیت کا چرچا بڑھا دوالی کا

کسی کو داؤ پہ لا نکی مونچھ نے مارا
کسی کے گھر پہ دھرا سوختہ نے انگارا
کسی کو نرد نے چوپڑ کے کر دیا زارا
لنگوٹی باندھ کے بیٹھا ازار تک ہارا

یہ شور آکے مچا جا بجا دوالی کا

تمھیں خبر نہیں یارو یہ لت وہ پیاری ہے
کسی زمانہ میں آگے ہوا جو جواری ہے
تو اُس نے جورو کی نتھ اور ازار اُتاری ہے
ازار کیا ہے کہ جورو تک بھی ہاری ہے

سنا یہ تم نے نہیں ماجرا دوالی کا

یہ باتیں سچ ہیں نہ جھوٹ انکو جانیو یارو
نصیحتیں ہیں انھیں دل میں ٹھانیو یارو
جہاں کو جاؤ یہ قصہ بکھانیو یارو
جو جواری ہو نہ برا اسکا مانیو یارو

نظیر آپ بھی ہے جوار یادوالی کا

تربوز

نظیر

کیوں نہو سبز زمرد کی برابر تربوز	کرتا ہے خشک کلیجے کی ہیں تر تربوز
دل کی گرمی کو نکالے ہے یہ اکثر تربوز	جس طرف دیکھیے بہتر سے ہے بہتر تربوز

ابتو بازار میں بکتے ہیں سراسر تربوز

کتنے کھاتے ہیں نزاکت سے تراش اور ہیں دھر	تاکہ سینہ ہو خنک سردی سے ٹھنڈا ہو جگر
کتنے شربت ہی کے پیتے ہیں کٹورے بھر بھر	کتنے بیجوں کو کھٹکتے ہیں خوشی ہو ہو کر

کتنے کھاتے ہیں کفایت سے منگا کر تربوز

میٹھے اور ٹھنڈے ہیں اتنے کہ ذرا نام لیے	ہونٹ چپکے ہیں جدا دانت ہیں کر کر بجتے
شب کو دو چار منگا کر جو تراشے میں نے	کیا کہوں میں کہ مٹھائی میں وہ کیسے نکلے

کوئی اولا کوئی مصری کوئی شکر تربوز

بارش کی شدت اور کیچڑ کی کثرت

نظیر

برسات کا جہان میں لشکر پھسل پڑا	بادل بھی ہر طرف سے ہوا پر پھسل پڑا
جھڑیوں کا مینہ بھی آکے سراسر پھسل پڑا	چھتا کسی کا شور مچا کر پھسل پڑا

کوٹھا جھکا اٹاری گری در پھسل پڑا

جنکے نئے نئے تھے مکان اور محلسرا	انکی چھتیں ٹپکتی ہیں چھلنی ہو جا بجا

دیواریں بیٹھتی ہیں چھتوں کا ہی غل مچا
لاٹھی کو ٹیک کر جو بشوں ہی گھر تو کیا
چھجا گرا منڈیری کا پتھر پھسل پڑا

جھڑیوں نے اسطرح کا دیا آکے جھڑ لگا
سنئیے جدھر ادھر کو دھڑکے کی ہی صدا
کوئی پکارے ہی مرا دروازہ گر چلا
کوئی کہے ہی ہائے کہوں تم سے اب میں کیا
تم در کو جھینکتے ہو مرا گھر پھسل پڑا

باراں جب آکے پختہ مکاں کے تئیں ہلائے
کچا مکاں پھر اسکی بھلا کیونکہ تاب لائے
ہر جھونپڑی میں شور ہی ہر گھر میں وائے وائے
کہتے ہیں یارو دوڑیو جلدی ہائے ہائے
پاکھے کچھیت سو گئے چھپر پھسل پڑا

یہاں تک ہر اک مکاں کے پھسلنے کی ہی زمین
نکلے جو گھر سے اسکو پھسلنے کا ہی یقین
مفلس غریب پر ہی یہ موقوف کچھ نہیں
کیا فیل کا سوار ہی کیا پالکی نشین
آیا جو اس زمین کے اوپر پھسل پڑا

دیکھو جدھر تدھر کو یہی غل پکار ہی
کوئی پھنسا ہی اور کوئی کیچڑ میں خوار ہی
پیادہ اٹھا جو مر کے تو پیچھے سوار ہی
گرنے کی دھوم دھام یہ کچھ بیشمار ہی
جو ہاتھی رپٹا اونٹ گرا خر پھسل پڑا

چکنی زمیں یہ یہاں تئیں کیچڑ ہی بیشمار
کیسا ہی ہوشیار ہو پھسلے ہی ایکبار
نوکر کا بس نہ اسمیں نہ آقا کا اختیار
کوچے گلی میں ہمنے خود دیکھا ہی کتنی بار
آقا جو ڈگمگائے تو نوکر پھسل پڑا

کوچے میں کوئی اور کوئی بازار میں گرا — کوئی گلی میں گر کے ہے کیچڑ میں لوٹتا
رستے کے بیچ پاؤں کسی کا رپٹ گیا — اس سب جگہ کے گرنے سے آیا جو بچ گیا
وہ اپنے گھر کے صحن میں آ کر پھسل پڑا

جاڑے کا کڑکڑا آتا جاڑا

نظیر

جب ماہ اگھن کا ڈھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی — اور ہنس ہنس پوس سنبھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
دن جلدی جلدی چلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی — پالا بھی برف پگھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
چلا غم ٹھونک اچھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

تن ٹھوکر مار پچھاڑا ہو اور دل سے ہوتی ہو کشتی سی — تھر تھر کا زور اکھاڑا ہو بجتی ہو سب کی بتیسی
ہو شور پھپھو ہو ہو کا اور دھوم ہو سی سی سی کی — کلے پہ کلا لگ لگ چلتی ہو منہ میں چلتی سی
ہر دانت چنے سے دلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر ایک مکاں میں سردی نے آ باندھ دیا ہو یہ چکر — جو ہر دم کپکپ ہوتی ہو ہر آن کڑاکڑ اور تھر تھر
پیٹھی ہو سردی رگ رگ میں اور برف پگھلتا ہو پتھر — جھڑ باندھ مہاوٹ پڑتی ہو اور تس پر لہریں لے لے کر
سناٹا باؤ کا چلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر چار طرف سے سردی ہو اور صحن کھلا ہو کوٹھے کا — اور تن پہ نیمہ شبنم کا ہو جس میں خس کا عطر لگا
چھڑکاؤ ہوا ہو پانی کا اور خوب پلنگ بھی ہو بھیگا — ہاتھوں میں پیالا شربت کا ہو آگے اک فراش کھڑا
فراش بھی پنکھا جھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

نظم

روضۂ تاجگنج

یارو یہ تاجگنج جو یہاں آشکار ہے — مشہور اسکا نام بشہر و دیار ہے
خوبی میں سب طرح کا اسے اعتبار ہے — روضہ جو اس مکان میں دریا کنار ہے
نقشے میں اپنے یہ بھی عجب خوش نگار ہے

روئے زمیں پہ یوں تو مکاں خوب ہیں میاں — پر اس مکاں کی خوبیاں کیا کیا کروں بیاں
سنگ سفید سے جو بنا ہے قمر نشاں — ایسا چمک رہا ہے تجلی سے یہ مکاں
جس سے بلور کی بھی چمک شرمسار ہے

گنبد ہے اسکا نور بلندی سے بہرہ مند — گرد اسکے گنبدیاں بھی چمکتی ہوئی ہیں چند
اور وہ کلس جو ہے سر گنبد سے سربلند — ایسا ہلال اسپہ سنہرا ہے دلپسند
ہر ماہ جسکے خم پہ مہ نو نثار ہے

گنبد کے نیچے اور مکاں ہیں جو آس پاس — وہ بھی برنگ سیم چمکتے ہیں خوش اساس
برسوں تک اسمیں رہیے تو ہووے نہ جی اداس — آتی ہے ہر طرف سے گل یاسمیں کی باس
ہوتا ہے شاد اسمیں جو کرتا گذار ہے

اور بیچ میں مکاں کے دو مرقد ہیں جو یہاں — گرد انکے جالی اور محجر ہے درفشاں
سنگین گل جو اسمیں بنائے ہیں تا نشاں — پتے کلی سہاگ رگ و رنگ ہے عیاں
جو نقش اسمیں ہے وہ جواہر نگار ہے

دیوار جس پہ ہیں سنگ میں نازک عجب نگار — آئینے بھی لگے ہیں مجلا و تابدار

دروازوں پہ لکھا خطِ طغرا ہے طرفہ کا ۔۔۔ ہر گوشہ پہ کھڑے ہیں چھ مینار اُسکے جا بجا

چاروں سے طرفہ اوج کی خوبی دو چار ہے

پہلو میں ایک برج بسی کہتے ہیں اسے ۔۔۔ آتے نظر ہیں اُس سے مکاں دور دور کے

مسجد ہے ایسی جسکی صفت کس سے ہو سکے ۔۔۔ پھر اور بھی مکاں ہیں اِدھر اور اُدھر کھڑے

دروازہ کلاں بھی بلند استوار ہے

جو صحن باغ کا ہے وہ ایسا ہے دلکشا ۔۔۔ آتی ہے جسمیں گلشنِ فردوس کی ہوا

ہر سو نسیم چلتی ہے اور ہر طرف ہوا ۔۔۔ ہلتی ہیں ڈالیاں سبھی ہر گل ہے جھومتا

کیا کیا روش روش پہ ہجومِ بہار ہے

سروِ سہی کھڑے ہیں قرینے سے سبز تن ۔۔۔ کو کو کریں ہیں قمریاں ہو کر شکر شکن

رابیل و سیوتی سے بھرے ہیں چمن چمن ۔۔۔ گلنار و لالہ و گل و نسرین و نسترن

فوارے چھٹ رہے ہیں وہاں جوئبار ہے

وہ تاجدار شاہجہاں صاحبِ سریر ۔۔۔ بنوایا ہے اُسی نے لگا سیم و زر کثیر

جو دیکھتا ہے اُسکے یہ ہوتا ہے دلپذیر ۔۔۔ تعریف اِس مکاں کی میں کیا کیا کروں نظیر

اِسکی صفت تو مشتہرِ روزگار ہے

نظیر کے وقت آگرہ میں بیروزگاری کا عالم

ہے اب تو کچھ سخن کا مرے اختیار بند ۔۔۔ رہتی ہے طبع سوچ میں لیل و نہار بند

دریا سخن کی فکر کا ہی موجدار بند ۔ ہو کس طرح نہ موںہہ میں زباں بار بار بند

جب آگرہ کی خلق کا ہو روزگار بند

بیروزگاری نے یہ کھائی ہی مفلسی ۔ کوٹھے کی چھت نہیں ہی یہ چھائی ہی مفلسی

دیوار و در کے بیچ سمائی ہی مفلسی ۔ ہر گھر میں اس طرح سے بھر آئی ہی مفلسی

پانی کا ٹوٹ جاوے ہی جوں ایکبار بند

کڑیاں جو سال کی تھیں مکیں وہ تو گلگئے سال ۔ لاچار قرض و دام سے چھپر لئے ہیں ڈال

پھوس اور ٹھٹیرے انکے ہیں جوں سر کے بکھرے بال ۔ اس بکھرے پھوس سے ہی یہ اُن چھپروں کا حال

گویا کہ انکے بھول گئے ہیں چمار بند

دنیا میں اب قدیم سے ہی زر کا بندوبست ۔ اور بے زری میں گھر کا نہ باہر کا بندوبست

آقا کا انتظام نہ نوکر کا بندوبست ۔ مفلس جو مفلسی میں کرے گھر کا بندوبست

مکڑی کے تار کا ہی وہ نا استوار بند

کپڑا نہ گٹھڑی بیچ نہ تھیلی میں زر رہا ۔ خطرہ نہ چور کا نہ اُچکے کا ڈر رہا

رہنے کو بن کو اُنکا پھوٹا کھنڈر رہا ۔ کھنکار جاگنے کا نہ مطلق اثر رہا

آنے سے بھی جو ہو گئے چوبند چکار بند

اب آگرہ میں جتنے ہیں سب لوگ ہیں تباہ ۔ آتا نظر کسی کا نہیں ایکدم نباہ

مانگو عزیزو ایسے بروقت سے پناہ ۔ وہ لوگ ایک کوڑی کے محتاج ہیں آہ

کسب و ہنر کے یاد ہیں جنکو ہزار بند

صراف بنئے جوہری اور سیٹھ ساہوکار — دیتے تھے سبکو نقد سو کھاتے ہیں اب اُدھار
بازار میں اُڑے ہے پڑی خاک بیشمار — بیٹھے ہیں یوں دکانوں میں اپنی دکاندار
جیسے کہ چور بیٹھے ہوں قیدی قطار بند

سوداگروں کو سود نہ بیوپاری کو فلاح — بزاز کو ہے نفع نہ پنساری کو فلاح
دلال کو ہے بافت نہ بازاری کو فلاح — دُکھیا کو فائدہ نہ بیسہاری کو فلاح
یہاں تک ہوا ہے آن کے لوگوں کا کار بند

مارے ہیں ہاتھ پہ سب یہاں دستکار — اور جتنے پیشہ دار ہیں روتے ہیں زار زار
کوٹے ہے تن لہار تو پیٹے ہیں سر سنار — کچھ ایک دو کے کام کا رونا نہیں ہے یار
چھتیس پیشہ والوں کا ہے کاروبار بند

زر کے بھی جتنے کام تھے وہ سب دُبک گئے — اور ریشمی قوام بھی یکسر چٹک گئے
بند دار اُٹھ سے گئے تو بٹیے سرک گئے — چلنے سے کام تارکشوں کے بھی تھک گئے
کیا بال مُسلی کھینچیں جو ہو جا کار بند

بیٹھے بساطی راہ میں تنکے سے چنتے ہیں — جلتے ہیں نان بائی تو بھڑ بھونجے بھنتے ہیں
دُھنیے بھی ہاتھ ملتے ہیں اور سر کو دُھنتے ہیں — روتے ہیں وہ جو مشروع والائی بنتے ہیں
اور وہ تو مر گئے جو بنیں تھے ازار بند

گر کاغذی کے حال کے کاغذ کو دیکھیے — مطلق اُسے خبر نہیں کاغذ کے بھاؤ سے
ردی قلم دکان میں ٹکڑے ہیں ٹاٹ کے — یہاں تک کہ اپنی چٹھی کے لکھنے کیواسطے

کاغذ کا مانگتا ہے ہر اک سے اُدھار بند

لوٹے ہیں گردِ پیش جو قزاق راہ مار — بیوپاری آتے جاتے نہیں ڈر سے زینہار
کُتوال ہے دوڑیں خاک اُڑاتے ہیں چوکیدار — ملّاحوں کا بھی کام نہیں چلتا میرے یار

آتے نظر ہیں گھاٹ سبھی وار پار بند

ہر دم کمانگروں کے اوپر پیچ و تاب ہیں — صحّاف اپنے حال میں غم کی کتاب ہیں
مرتے ہیں مینا ساز مصوّر کباب ہیں — نقاش اُن سبھوں سے زیادہ خراب ہیں

رنگ و قلم کے ہو گئے نقش و نگار بند

بیچیں تھے وہ جو گوندھ کے پھولوں کی بدھیاں — مرجھا رہی ہے جی کی کلی دل ہے داغدار
جب آدھی رات تک نہ بکے جنس آبدار — لاچار پھر وہ ٹوکری اپنی زمیں پہ مار

جاتے ہیں کر دکان کو آخر وہ ہار بند

حجّام پر بھی یہاں تئیں ہے مفلسی کا زور — پیسا کہاں جو سان پہ ہو اُستروں کا شور
کانپے ہے سر جھکوتے ہوئے اُسکی پور پور — کیا بات ایک بال کٹے یا تراشے کور

یہاں تک ہے اُسترے و نہنی کی دھار بند

ڈمرو بجا کے وہ جو اُتاریں ہیں زہر مار — دیکھی وہ کھیلتے ہیں ہلاہل سرِ جن آن مار
منتر تو جب چلے کہ ہو جب پیٹ کا آدھار — جب مفلسی کا سانپ ہو اُن کے گلے کا ہار

کیا خاک پھر وہ باندھیں کہیں جا کے مار بند

پھرتے ہیں نوکری کو جو بنکر رسالدار — گھوڑے کی ہے لگام تو ٹوٹنگی ہے مہار

کپڑا نہ لتا پال نہ بستر نہ بوجھ بھار — یوں ہر مکاں میں آکے اُترتے ہیں سوگوار

جنگل میں جیسے رہتے ہیں لاکر اُتار بند

کوئی پکارتا ہے پڑا بھیج اے خدا — اب تو ہمارا کام تھکا بھیج اے خدا

کوئی کہے ہے ہاتھ اُٹھا بھیج اے خدا — لے جان اب ہماری تو یا بھیج اے خدا

کیوں روزی کی ہے تو نے مری روزگار بند

محنت سے ہاتھ پاؤں کی کوڑی نہ ہاتھ آئے — بیکار کب تلک کوئی قرض و اُدھار کھائے

دیکھو جسے وہ کرتا ہے رو رو کے ہائے ہائے — آتا ہے ایسے حال پہ رونا ہمیں تو ہائے

دشمن کا بھی خدا نہ کرے کاروبار بند

آمد نہ خادموں کی تئیں مقبروں کے بیچ — بامن بھی سر پٹکتے ہیں سب مندروں کے بیچ

حیراں ہیں علم والے بھی سب مدرسوں کے بیچ — ششدر ہیں پیرزادے بھی اپنے گھروں کے بیچ

نذر و نیاز ہو گئیں سب ایک بار بند

اس شہر کے فقیر و بھکاری جو ہیں تباہ — جس گھر پہ جا سوال وہ کرتے ہیں خواہ مخواہ

بھوکے ہیں کچھ کھلائیو بابا خدا کی راہ — واں سے صدا یہ آتی ہے پھر مانگو جب تو آہ

کرتے ہیں ہونٹ اپنے وہ ہو شرمسار بند

کیا چھوٹے پیشہ والے کیا پیشہ ور نجیب — روزی کے آج ہاتھ سے عاجز ہیں سب غریب

ہوتی ہے بیٹھے بیٹھے ہی جب شام آ قریب — اٹھتے ہیں سب دکان سے کہہ کر کہ یا نصیب

قسمت ہماری ہو گئی بے اختیار بند

قسمت سے چار پیسے جنھیں ہاتھ آتے ہیں ۔ البتہ روکھی سوکھی وہ روٹی پکاتے ہیں
جو خالی آتے ہیں وہ قرض لینے جاتے ہیں ۔ یوں بھی نہ پایا کچھ تو فقط غم ہی کھاتے ہیں

سوتے ہیں کر کواڑ کو اک آہ مار بند

کیونکر بھلا نہ مانگیے اس وقت سے پناہ ۔ محتاج ہو کے پھرنے لگے دربدر سپاہ
یہاں تک امیرزادے سپاہی ہوئے تباہ ۔ جنکی جلو میں چلتے تھے ہاتھی و گھوڑے آہ

وہ دوڑتے ہیں اور کے پکڑے شکار بند

ہیں جن سپاہیوں کنے بندوق اور سناں ۔ گندے کا انکے نام نہ چلے کا ہی نشاں
بندھنے کے بند تار تو بیتے کہیں کہاں ۔ لاچار اپنی روزی کا باعث سمجھکے ہاں

رسی کے ان میں باندھیں ہیں پایسوز بند

جو گھوڑا اپنا بیچ کے زیں کو گرو رکھیں ۔ یا تیغ اور سپر کو لیے چوک میں پھریں
پٹکا جو بکتا آوے تو کیا خاک دیکھے لیں ۔ جب پیش قبض بک کے پڑے روٹی پیٹ میں

پھر انکا کون مول لے وہ تھے دار بند

جتنے سپاہی یہاں تھے نہ جانے کدھر گئے ۔ دکھن کے تئیں نکل گئے یا بنسر گئے
ہتھیار بیچ ہو کے گدا گھر بگھر گئے ۔ جب گھوڑے بھاگ لے والے بھی یوں دربدر گئے

پھر کون پوچھے انکو جواب ہیں کمر بند

ایسا سپاہی مرد کا دشمن زمانہ ہے ۔ روٹی سوار کو ہے نہ گھوڑے کو دانہ ہے
تنخواہ نے طلب ہے نہ پینا نہ کھانا ہے ۔ پیادے دوال بند کا پھر کیا ٹھکانا ہے

در در خراب ہونے لگے جب نقار بند

جتنے ہیں آج آگرے میں کارخانجات ۔ سب پر پڑی ہے آنکے روزی کی مشکلات
کس کس کے دکھ کو روئیے کس کسکی کہیے بات ۔ روزی کے اب درخت کا ہلتا نہیں ہے پات

ایسی ہوا کچھ آکے ہوئی ایکبار بند

ہے کونسا وہ دل جسے فرسودگی نہیں ۔ وہ گھر نہیں کہ روزی کی نابودگی نہیں
ہرگز کسی کے حال میں بہبودگی نہیں ۔ اب آگرہ کی خلق میں آسودگی نہیں

کوڑی کی آکے ایسی ہوئی رہگذار بند

ہیں باغ جتنے یہاں کے سو ایسے پڑے ہیں خوار ۔ کانٹے کا ان میں نام نہیں پھول درکنار
سوکھے ہوئے کھڑے ہیں درختان میوہ دار ۔ کیاری میں خاک دھول روش پر پڑا غبار

ایسی خزاں کے ہاتھوں ہوئی ہے بہار بند

دیکھے کوئی چمن تو پڑا ہے اجاڑ سا ۔ غنچہ نہ پھل نہ پھول نہ سبزہ ہرا ہرا
آواز قمریوں کی نہ بلبل کی ہے صدا ۔ نہ حوض ہے نہ آب نہ پانی ہے نہر کا

چادر پڑی ہے خشک تو ہے آبشار بند

بے وارثی سے آگرہ ایسا ہوا تباہ ۔ پھوٹی حویلیاں ہیں تو ٹوٹی شہر پناہ
ہوتا ہے باغباں سے ہر اک باغ کا نباہ ۔ وہ باغ کس طرح نہ لٹے اور نہ اجڑے آہ

جسکا نہ باغباں ہو نہ مالک نہ خار بند

کیوں یارو اس مکاں میں یہ کیسی چلی ہوا ۔ جو مفلسی سے ہوش کسی کا نہیں بجا
جو ہے سو اس ہوا میں دوانہ سا ہو گیا ۔ سودا ہوا مزاج زمانہ کو یا خدا

تو ہی حکیم کھول ہے اب اسکے چار بند

ہی میری حق سے اب یہ دعا شام اور سحر
ہو آگرہ کی خلق پہ پھر مہر کی نظر
سب کھاویں پیویں یاد رکھیں اپنے اپنے گھر
اس ٹوٹے شہر پر بھی الٰہی تو فضل کر

کھل جاویں ایکبار تو سب کاروبار بند

عاشق کہو اسیر کہو آگرہ کا ہے
ملّا کہو دبیر کہو آگرہ کا ہے
مفلس کہو فقیر کہو آگرہ کا ہے
شاعر کہو نظیر کہو آگرہ کا ہے

اسواسطے یہ اُسنے لکھے پانچ چار بند

دنیا کی ناپایداری اور آخرت کے لیے تیاری

سرائے دنیا ہی خوف کی جا ہر ایک کو کوچ دمبدم ہے
رہا سکندر یہاں نہ دارا نہ ہی فریدون اور نہ جم ہے
مسافرانہ ٹکے ہو اُٹھو مقام فردوس ہے ارم ہے
سفر ہی دشوار خواب کبتک بہت بڑی منزل عدم ہے

نسیم جاگو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

سرور عیش و نشاط و عشرت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
ملال و رنج و غم و مصیبت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
غرور و تمکین و کبر و نخوت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
جوانی و حسن و جاہ و دولت یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے

اجل ہی اِستادہ دست بستہ نوید رخصت ہر ایک دم ہے

مثال بُت سبکے سب ہیں حیرت و یکھو قہر خدا کی بیند
یہ جاگے تھے ابتدا میں کس دن جو سو رہے انتہا کی نیند
پڑے ہیں کیسے یہ ہا غافل چھٹی ہیں کس دن بلا کی نیند
نسیم غفلت کی چل رہی ہے اُمنڈ رہی ہیں قضا کی نیند

کچھہ ایسے شعر نئے ہیں سنو یہ اگلے جگنا ختم تک قسم ہے

قیام عمر دو روزہ جہان فانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر	تعلق عیش زندگانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر
مآل کار جہان فانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر	بہار گل لطف نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر

جو چار دن ہی وفور راحت تو بعد اسکے غم و الم ہے

گئے وہ عیش و نشاط کے دن زمان رنج و ملال آیا	شباب نے شیب سے بدل کی عروج گذرا زوال آیا
کئے ہوئے سے ہوئی ندامت تو پھر کہاں کب خیال آیا	یہ مصرع مخبر مصیبت پسند ہمکو کمال آیا

نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

نویں فصل

ترجیع بندوں میں

ترجیع بند وہ نظم ہی جس میں پہلے چند شعر غزل کی طرح ایک وزن اور قافیہ پر ہوتے ہیں اور وہ ایک خانہ کے طور قرار پا کر اُنکے بعد دوسرا ایک مطلع دوسرے قافیہ کا آتا ہی جو اگلے اُن شعروں کا ہموزن ہوتا ہی اور اُنکے مطلب سے علاقہ رکھتا ہی۔ اِسی طرح دوسرے اور تیسرے خانوں کے اشعار بھی پہلے خانہ کے وزن پر اور اُنکی مانند غزل کے طور پر جدے جدے قافیوں پر کہے جاتے اور ہر خانہ کے بعد وہی ایک مطلع گرہ کھاتا ہوا بار بار آتا ہی +

وہ خانہ بند کہلاتے ہیں +

اکثر لوگ مخمس کے پانچویں مصرع کو اور مسدس کے تیسرے شعر کو ترجیع بند کے طور پر ہر بند میں مکرر بھی لاتے ہیں +

ترجیع بند

جیسا کروگے ویسا پاؤگے

نظیر

ہے دنیا جسکا نام میاں یہ اور طرح کی بستی ہے
جو مہنگوں کو تو مہنگی ہے اور سستوں کو یہ سستی ہے
یہاں ہر دم جھگڑے اٹھتے ہیں ہر آن عدالت بستی ہے
گر مست کرے تو مستی ہے اور پست کرے تو پستی ہے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہے

جو اور کسی کا مان رکھے تو اسکو بھی ارمان ملے
جو پان کھلاوے پان ملے جو روٹی دے تو نان ملے
نقصان کرے نقصان ملے احسان کرے احسان ملے
جو جیسا جسکے ساتھ کرے پھر ویسا اسکو آن ملے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہے

جو اور کسی کی جان رکھے تو اسکی بھی حق جان رکھے
جو اور کسی کی آن رکھے تو اسکی بھی حق آن رکھے

جو یہاں کا رہنے والا ہے یہ جی میں اپنے جان رکھے
یہ ترت پھرت کا نقشہ ہے اس نقشہ کو پہچان رکھے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہے

جو پار اُتارے اوروں کو اسکی بھی ناؤ اُترنی ہے
جو غرق کرے پھر اسکو بھی ڈبکوں ڈبکوں کرنی ہے
شمشیر و تبر بندوق و سنان اور نشتر تیر نہرنی ہے
یہاں جیسی جیسی کرنی ہے پھر ویسی ویسی بھرنی ہے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہے

جو اور کا اونچا بول کرے تو اسکا بول بھی بالا ہے
اور دے پٹکے تو اسکو بھی کوئی اور پٹکنے والا ہے
بے ظلم و خطا جس ظالم نے مظلوم ذبح کر ڈالا ہے
اُس ظالم کے بھی خون کا یہاں پھر بہتا ندی نالا ہے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہے

جو اور کسی کو ناحق میں کوئی جھوٹی بات لگاتا ہے
اور کوئی غریب بچارہ ہے حق ناحق میں لٹ جاتا ہے
وہ آپ بھی لوٹا جاتا ہے اور لاٹھی پاٹھی کھاتا ہے
جو جیسا جیسا کرتا ہے وہ ویسا ویسا پاتا ہے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہے

ہے کھٹکا اسکے ساتھ لگا جو اور کسی کو دے کھٹکا
اور غیب سے جھٹکا کھاتا ہے جو اور کسی کو دے جھٹکا
چیرے کے بیچ میں چیرا ہے پٹکے کے بیچ میں ہے پٹکا
کیا کہیے اور نظیر آگے ہے زور تماشا جھٹ پٹ کا

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہی
اِس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہاں سودا دست بدستی ہی

بھلائی کرو تو بھلا پھل پاوگے برائی نکرو تو برا پھل کھاوگے

دنیا عجب بازار ہی کچھ جنس یہاں کی ساتھ لے
نیکی کا بدلہ نیک ہی بد سے بدی کی بات لے
آرام دے آرام لے دکھ درد دے آفات لے
میوہ کھلا میوہ ملے پھل پھول دے پھل پات لے

کلجگ نہیں کرجگ ہی یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ دے اس ہات لے

اپنے نفع کے واسطے مت اور کا نقصان کر
تیرا بھی نقصان ہوویگا اس بات اوپر دھیان کر
کھانا ذرہ کھا دیکھ کر پانی پیا کر چھان کر
یہاں پاؤں رکھ تو پھونک کر اور خوف سے گذران کر

کلجگ نہیں کرجگ ہی یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ دے اس ہات لے

کر لے جو کچھ کرنا ہی یہاں یہ دم تو کوئی آن ہی
تہمت سے ہی تہمت لگی طوفان سے طوفان ہی
اِحسان میں اِحسان ہی نقصان میں نقصان ہی
رحمت میں رحمت ہی عیاں شیطان میں شیطان ہی

کلجگ نہیں کرجگ ہی یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ دے اس ہات لے

جو اور کو پھل دیویگا وہ بھی سدا پھل پاویگا
گیہوں سے گیہوں جو سے جو چاول سے چاول پاویگا

یہاں آج جیسا دیویگا ویسا ہی ہاں کل پائیگا
کل دیویگا کل پائیگا کلپائیگا کل پائیگا

کلجگ نہیں کرجگ ہی یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

کانٹا کسی کے مت لگا گو مثل گل پھولا ہی تو
دنیا نہ جان اسکو میاں اک گھاس کا پولا ہی تو
وہ حق میں تیرے ہی کس زور پر پھولا ہی تو
سن رکھ یہ نکتہ بیخبر کس شکر میں پھولا ہی تو

کلجگ نہیں کرجگ ہی یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

شوخی شرارت مکر میں کیوں آپ بہکے ہی یہاں
کھوٹا کھرا جو کچھ کہ ہی سب ہر کوئی پرکھے ہی یہاں
جو جود کھاوے اور کو وہ آپ بھی دیکھے ہی یہاں
جو بیخودی میں خار ہو مانند گل مہکے ہی یہاں

کلجگ نہیں کرجگ ہی یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

جو اور کی بستی رکھے اسکا بھی بستا ہی پرا
جو اور کے مارے چھری اسکے بھی لگتا ہی چھرا
جو اور کی توڑے گھری اسکا بھی ٹوٹے ہی گھڑا
جو اور کی چیتے بدی اسکا بھی ہوتا ہی برا

کلجگ نہیں کرجگ ہی یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

جو چاہے لیجا اس گھڑی سب جنس یہاں تیار ہی
دنیا نہ جان اسکو میاں دریا کی یہ منجدھار ہی
احسان میں احسان ہی آزار میں آزار ہی
تو انکا بیڑا پار کر تیرا بھی بیڑا پار ہی

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

جو گل کھلاوے اور کا اسکا بھی گل کھلجائیگا
جو اور کا چھیلے ہے دل اسکا بھی دل چھل جائیگا
جو اور کا کیلے ہے موںھ اسکا بھی موںھ کلجائیگا
جو اور کا چیتے برا اسکا برا مل جائیگا

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

یہاں زہر دیوے زہر لے شکر میں شکر دیکھ لے
گر تجکو یہ باور نہیں تو تو بھی کرکر دیکھ لے
نیکوں کو نیکی کا مزہ موذی کو ٹکر دیکھ لے
موتی جو دے موتی ملے پتھر میں پتھر دیکھ لے

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

غفلت کی یہ جا گہہ نہیں یہاں صاحب ادراک رہ
سب حال میں تو بھی نظیر ہر ایک کے آگے خاک رہ
دلشاد رکھ دلشاد رہ غمناک رکھ غمناک رہ
یہ وہ مکاں ہے گا میاں یہاں پاک رہ بیباک رہ

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

تندرستی اور عزت ہزار نعمت اور نہایت غنیمت ہے

نظیر

ہیں مرد وہ بھی کہ جنھوں کا ہے فن درست
حرمت انھوں کے واسطے جنکا چلن درست

رہتا نہیں کسی کا سدا مال دھن درست
دولت رہی کسی کی نہ باغ و چمن درست

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

دنیا میں اب اُنھوں کے تئیں کہیے بادشاہ
جن پاس تندرستی و حرمت کی ہو سپاہ
سب جنکے بدن درست ہیں دن رات سال و ماہ
ایسی پھر اور کون سی دولت ہے واہ واہ

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

جو گھر میں اب امیری و حشمت پناہی ہے
یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے
بن تندرستی سب وہ خرابی تباہی ہے
سچ پوچھیے تو عین یہ فضلِ الٰہی ہے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

گر دولتوں سے اُسکا بھرا ہے تمام گھر
ہو تندرست گرچہ یہ مفلس ہو سر بسر
بیمار ہے تو خاک سے بدتر ہے سب وہ زر
پھر نہ کسیکا خوف نہ ہرگز کسی کا ڈر

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

اِس میں تمام ختم ہیں عالم کی خوبیاں
قسمت سے گر یہ دونوں میسر ہوں پھر تو ہاں
ہو تندرست اور ملے حرمت سے نیم نان
پھر ایسی اور کون سی نعمت ہے میری جان

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

بیمار گرچہ لاکھ طرح سے ہو بادشاہ — تو اسکو جانیو یہ گدا سے بھی ہے تباہ
ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ — اب جسکا تندرستی و حرمت سے ہو نباہ

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

قدرت سے یہ جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل — جبتک یہ کل بنی ہے تبھی تک بڑی ہے کل
گر ہو خدا نخواستہ اک کل بھی چل بچل — پھر نہ خوشی نہ عیش نہ کچھ زندگی کا پھل

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

اعلیٰ ہو یا کہ ادنیٰ تو انگر ہو یا فقیر — یا بادشاہ شہر کا یا ملک کا وزیر
ہے سبکو تندرستی و حرمت ہی دلپذیر — جو تو نے اب کہا سو یہی سچ ہے اے نظیر

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

گرمی میں کورے برتن کا ٹھنڈا پانی

نظیر

کورے برتن ہیں کیاری گلشن کی — جس سے کھلتی ہے ہر کلی تن کی

بوند پانی کی اُن میں جب کھنکی
کیا وہ پیاری صدا ہے سنسن کی

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

پانی کی آب اب بڑی ہے ذات
کورے برتن میں جبکہ آیا ہات
قطرہ قطرہ ہے جسکا آبِ حیات
پھر تو آب حیات بھی ہے مات

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

کورے کوزوں کو دیکھ عالم میں
یوں وہ رستے ہیں آب کی نم میں
کوزے مصری کے بھر گئے غم میں
جیسے ڈوبے ہوں پھول شبنم میں

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

وہ جو کورا سفید جھجھر ہے
بیل بوٹے سے اس جھمک پر ہے
جسکی جا گیر ملک جھجھر ہے
طاش کمخواب یا مشجر ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

جس صراحی میں سر دبانی ہے
زندگی کی یہی نشانی ہے
موتی کی آب پانی پانی ہے
دوستو یہ بھی بات پانی ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

جتنے نذر و نیاز کرتے ہیں
جبکہ لا پان پھول دھرتے ہیں

اور جو پیڑوں سے اپنے ڈرتے ہیں
وہ بھی کوری ہی ٹھلیاں بھرتے ہیں

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

کوروں پر جو نظیر جوبن ہے
جس گھڑونچی پہ کورا برتن ہے

جھوجرے میں کہاں وہ ٹھنکن ہے
وہ گھڑونچی نہیں ہے گلشن ہے

تازگی جی کی اور تری تن کی
واہ کیا بات کورے برتن کی

آگرہ کی تیلی تیلی ککڑیاں

پہونچے نہ اسکو ہرگز کابل دری کی ککڑی
نے چین کے پرے کی اور نے دری کی ککڑی

نے پورب اور پچھم خوبی بھری کی ککڑی
نے دکھن اور نہ ہرگز اس سے پرے کی ککڑی

کیا خوب نرم و نازک اس آگرے کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

چھونے میں گر گل ہے کھانے میں کرکری ہے

گرمی کے مارنیکو اک تیر کی سری ہے

انکھوں میں سکھ کلیجے ٹھنڈک ہری بھری ہے ‖ ککڑی نہ کہئیے اسکو ککڑی نہیں پری ہے

کیا خوب نرم و نازک اس آگرے کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

میٹھی ہے جسکو برفی کہئیے گلابی کہئیے ‖ یا سے حلقے دیکھ اسکے تازی جلیبی کہئیے
تل شکریوں کی پھانکیں اب یا امرتی کہئیے ‖ سچ پوچھیے تو اسکو دندان مصری کہئیے

کیا خوب نرم و نازک اس آگرے کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

مشہور جتنی ہر جا یہاں کی جمالیاں ہیں ‖ ویسی ہی ککڑی نے بھی ہوئیں ڈالیاں ہیں
میٹھی ہیں سو تو گویا شکر کی تھالیاں ہیں ‖ کڑوی ہیں سو بھی گویا شادی کی گالیاں ہیں

کیا خوب نرم و نازک اس آگرے کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

جو ایکبار یارو اس جا کی کھائے ککڑی ‖ پھر جا کہیں کی اسکو ہرگز نہ بھائے ککڑی
دل تو نظیر عش ہے یعنی منگائے ککڑی ‖ ککڑی ہے یا قیامت کیا کہیے ہائے ککڑی

کیا خوب نرم و نازک اس آگرے کی ککڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی

ایک بھونچال کا حال

نظم

بھونچال کا جو حق نے یہ نقشہ جما دیا ‖ قدرت کا اپنی زور جہاں کو دکھا دیا

روشن دلوں کو نور نظر کا بڑھا دیا	غفلت زدوں کو مار کے ٹھوکر جگا دیا

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

سنہ بارہ سو اٹھارہ میں یہ واردات تھی	اوّل جمادی بارہویں تاریخ سات تھی
دن بدھ کا جمعرات کی وہ آدھی رات تھی	بھونچال کیا تھا قدرتِ حق کی یہ بات تھی

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

اجزائے ارض قاف سے تا قاف ہل پڑے	اجگر اٹل اچل کے کلیجے نکل پڑے
انسان گھر سے دشت سے وحشی نکل پڑے	طائر بھی آشیانوں میں اپنے اچھل پڑے

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

گڑھ کوٹ قلعہ روئے زمیں پر دہل گئے	کانپیں النگیں برج کے کنگورے ہل گئے
سنگیں مکاں محل جو بنے تھے سو کھل گئے	اینٹوں کے زہرے پھٹ گئے پتھر پگھل گئے

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

باہم کواڑ گر پڑے زنجیریں ہل گئیں	کڑیاں کڑک کڑک کے چھتوں سے نکل گئیں
تھمبے ستون کانپے منڈیریں ڈھل گئیں	دیواریں جھوم جھوم کے تنکے سی جھل گئیں

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

لرزے میں آ کے ڈالیاں نخلوں کی ہل گئیں
تھرا کے گاو و ماہی کی چولیں اُکس گئیں
دہشت سے چل بچل ہو جڑیں بھی سرک گئیں
جل تھل کے ہوش اُڑ گئے نبضیں بکھر گئیں

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

قدرت کی تیغ کی ہے یہ کچھ آب وری
دارائی کام آئی نہ کچھ یہاں سکندری
کھنچتے ہی سب کے ڈگئی سینوں میں تھرتھری
اِک دم میں تھرتھرا گئی سب خشکی تری

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

بھونچال کی دھمک کا وہ سنتے ہی گھڑگھڑا
اوروں کے دل کی کیا کہوں جانے ہی خدا
جی دھک سے تن میں ہو گیا اور دم نکل چلا
پر یوں تو جانا صور سرافیل پھک گیا

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

ہیبت کے مارے پہلے تو دل ہو گیا دو نیم
پھر قدرتوں کی شان کی کچھ اب اُمید و بیم
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
جب تھم گیا تو ہو گیا پھر وہ ہی مستقیم
سر کو جھکا کے میں نے کہا وہ ہی یا کریم
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

بھوچال میں کہاں تھا یہ نقشہ مجال کا
اک پل میں یوں بڑھا دیا شعبہ جبال کا

سب حکم تھا یہ حضرت ایزد تعال کا
اک دم میں پھر گھٹا دیا نقشہ خیال کا

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

بھوچال کا تو کہنے کی خاطر ہی نام تھا
احکام ذوالمنن کا جہاں اہتمام تھا

یہ زور و شور اور کی قدرت کا کام تھا
یہ لرزہ تو وہاں کا یہ ادنیٰ غلام تھا

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

دست قضا کی انگلی کی چھوٹی یہ پور ہے
بھوچال کا تو یارو یہ ادنیٰ سا شور ہے

ہلنے سے جسکے کانپا ہر اک بار و مور ہے
سو درجہ اس سے اسکی تو قدرت میں زور ہے

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

بھوچال سے کے تو ہمکو خیالات خام تھے
تھا ڈول تو وہی کہ نہ خاص اور نہ عام تھے

یہ چھوٹے یہ زور کنے قدرت کے کام تھے
رحم آ گیا وگرنہ وہیں سب تمام تھے

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

سجدے کرو خدا کے تئیں یارو دمبدم
آخر کریم تھا تو کیا اسنے پھر کرم

باقی تو کچھ رہی نہ تھی رکھ گئے قدم | ورنہ اسی گھڑی میں یہیں تم سے تھے آ کے ہم

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

بھونچال کیا وہ چلے ہے تو اک پل کے | کر ڈالے آسمان و زمیں کو اوپر تلے
اُڑنے لگیں پہاڑ روئی کی طرح پڑے | قادر قدیر دم میں جو کچھ چاہے سو کرے

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اِک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

محکوم سب ہیں اُس کے ہی حاکم وہی اِلٰہ | تابع ہیں اُس کے حکم کے ماہی سے تا بماہ
جب اُس کا حکم آوے تو ہو کون سدِّ راہ | کیا حکم ہے عزیزو ذرہ دیکھو واہ واہ

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

حاکم وہی حکیم وہی حق وہی کبیر | خالق وہی خدا وہی دانا وہی خبیر
مالک وہی ملک وہی قادر وہی قدیر | قدرت کا اُس کی ایک یہ شمّہ تھا اے نظیرؔ

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

برسات کی خوبیان اور پریشان

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں | سبزوں کی لہلہاوٹ باغات کی بہاریں

نظیر

بوندوں کی رمجھماہٹ قطرات کی تہا تریں　　ہر بات کے تماشے ہر گھات کی بہاریں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بادل ہوا کے اوپر ہو مست چھا رہے ہیں　　جھڑیوں کی مستیوں سے دھومیں مچا رہے ہیں

پڑتے ہیں پانی ہر جا جل تھل بنا رہے ہیں　　گلزار بھیگتے ہیں سبزہ نہا رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

مارے ہیں موجیں ڈابر دریا امنڈ رہے ہیں　　مور اور پپیہے کیا کیا رو منڈرا رہے ہیں

جھڑ کر رہی ہیں جھڑیاں نالے امنڈ رہے ہیں　　برسے ہے مینہ جھڑ جھڑ بادل گھمنڈ رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جنگل سب اپنے تن پر ہریالی سج رہے ہیں　　گل پھول جھاڑ بوٹے کر اپنی دھج رہے ہیں

بجلی چمک رہی ہے بادل گرج رہے ہیں　　اللہ کے نقارے نوبت کے بج رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بادل لگا ٹکوریں نوبت کی گت لگاویں　　جھینگر جھنگار اپنی شہنائیاں بجاویں

کر شور مور بگلے جھڑیوں کا منہ بلاویں　　پی پی کریں پپیہے مینڈک ملار گاویں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

ہر جا بچھا رہا ہے سبز ہرے بچھونے　　قدرت کے بچھ رہے ہیں ہر جا ہرے بچھونے

جنگلوں میں ہو رہے ہیں پیدا ہرے بچھونے　　بچھوا دیے ہیں حق نے کیا کیا ہرے بچھونے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

سبزوں کی لہلہاہٹ کچھ ابر کی سیاہی
اور چھا رہی گھٹائیں سرخ اور سفید کالی
سب بھیگتے ہیں گھر گھر لے ماہ تا بماہی
یہ رنگ کون رنگے تیرے سوا الٰہی

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کیا کیا رکھے ہے یارب سامان تیری قدرت
بدلے ہے رنگ کیا کیا ہر آن تیری قدرت
سب مست ہو رہے ہیں پہچان تیری قدرت
تیتر پکارتے ہیں سبحان تیری قدرت

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئل کی کوک میں بھی تیرا ہی نام ہیگا
اور مور کی زٹل میں تیرا پیام ہیگا
یہ رنگ سو مزے کا جو صبح و شام ہیگا
یہ اور کا نہیں ہے تیرا ہی کام ہیگا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بولیں بئے بٹیریں قمری پکاریں کو کو
پی پی کریں پپیہے بگلے پکاریں تو تو
کیا ہدہدوں کی حق حق کیا فاختوں کی ہو ہو
سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ کیا پکھیرو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو مست ہیں ادھر کے کر شور ناچتے ہیں
پیارے کا نام لے کے کیا زور ناچتے ہیں
بادل ہوا کے اوپر گھنگھور ناچتے ہیں
مینڈک اچھل رہے ہیں اور مور ناچتے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنوں کو محلوں اندر ہے عیش کا نظارا
یا سائباں ستھرا یا بانس کا اسارا
کرتا ہے سیر کوئی کوٹھے کا لے سہارا
مفلس بھی کر رہا ہے کوئی نے تلے گذارا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

چھت گرنے کا کسی جا غل شور ہو رہا ہے | دیوار کا دھڑاکا کچھ ہوش کھو رہا ہے
در در حویلی والا گھر آن رو رہا ہے | مفلس سو جھونپڑے میں دلشاد ہو رہا ہے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی پکارتا ہے لو یہ مکان ٹپکا | گرتی ہے چھت کی مٹی اور سائبان ٹپکا
چھلنی ہوئی اٹاری کوٹھا ندان ٹپکا | باقی تھا اک اسارا سو وہ بھی آن ٹپکا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

میداں میں بیر بہوٹی ٹیلیوں اور بھنبھورے | پسو سے مچھروں سے روئے کوئی بسورے
بچھو کسی کو کاٹے کیڑا کسی کو گھورے | آنگن میں کنسلائی کونوں میں کنکھجورے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

پھنسی کسی کے تن میں سر پر کسی کے پھوڑے | چھاتی پہ گرمی دانے اوپر بیٹھ کے دادوڑے
کھارویاں کسی کو ہیں لگ رہے مروڑے | آتے ہیں دست جیسے دوڑیں عراقی گھوڑے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی تو جھولے لینے کو جھولے کی ڈور چھوڑے | یا ساتھیوں میں اپنے بانوں سے بانوں جوڑے
بادل کھڑے ہیں سر پر برسے ہیں تھوڑے تھوڑے | بوندوں سے بھیگتے ہیں لال اور گلابی جوڑے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

ہیں جنکے تن ملائم سیدے کی جیسی لوئی | وہ اس ہوا میں خاصے اوڑھے پھریں ہیں لوئی

اور جنکی مفلسی سے نے شرم وحیا ہی کھوئی — ہی اُن کے سر پہ سرکی یا بوریے کی کھوئی

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنے پھریں ہیں اوڑھے پانی میں سرخ ٹیٹو — جو دیکھے سرخ بدلی ہوتی ہی اُس پہ لٹو

کتنوں کے گاڑی رتھ ہیں کتنوں کے گھوڑے ٹٹو — جس پاس کچھ نہیں ہی وہ ہنسا ہی کھٹو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو اس ہوا میں یارو دولت میں کچھ بڑے ہیں — ہی انکے سر پہ چھتری ہاتھی اُوپر چڑھے ہیں

ہم سے غریب غربا کیچڑ میں گر پڑے ہیں — ہاتھوں میں جوتیاں ہیں اور پائینچے چڑھے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

ہی جن کنے مہیا پکا پکایا کھاتا — اُنکو پلنگ بیٹھے چھپڑوں کا حظ اُٹھانا

جنکو نہیں ہی گھر میں پانوں تیل لانا — ہی سر پہ اُنکے پنکھا یا چھاج ہی پُرانا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

غفلت کی نیند سے جاگو اور ہوا و ہوس سے بھاگو

کیوں مبتلائے حرص و ہوس جانِ زار ہی — ہیچ اِس جہانِ فانی کا سب کاروبار ہی

دنیا کی کوئی بات نہیں پائیدار ہی — یہاں روز کو قیام نہ شب کو قرار ہی

راحت پہ بس نہ رنج پہ کچھ اختیار ہی — ہر شی پہ حق کے فضل کا دار و مدار ہی

تجھکو سفر بپا ابھی غفلت شعار ہی — ٹک غور کر اجل ترے سر پر سوار ہی

کچھ دل میں ترے خطرۂ روزِ شمار ہی | سُن بے زبان مرغِ سحر سے پکار ہی

گذری جوانی پیری ہوئی آشکار ہی
اب جیت پچھلی رات کا کیا اعتبار ہی

کس بات پہ گھمنڈ کریں چار دن کو ہم
سازِ جہاں وہاں نہ دلا ہو ویگا بہم
چھوڑیگا ساتھ ساقی وحی کا جب اک قلم
منظور ہو جو شاہدِ مقصود کا کرم
کیونکر نہ کوفت جرس صبح سے ہو غم

آخر کو پیش ہوتا ہی اک دن رہِ عدم
کر غور یہاں کا یہاں ہی ہاجشن وجام جم
پر وقتِ نزع جام سے ہوگی یہ چشم نم
رکھہ پہلے راہِ عشقِ حقیقی میں تو قدم
آواز گوش زد یہی ہوتی ہی دمبدم

گذری جوانی پیری ہوئی آشکار ہی
اب جیت پچھلی رات کا کیا اعتبار ہی

غافل نہ دارِ فانی میں ای دل ہو اسقدر
یہ صورتِ سرا ہی کسیکا نہیں یہ گھر
شاہ و گدا و مفلس و گمنام و نامور
جز بیخبر و زکوئی نہ یہاں کر سکا گذر
بس جاگ سو چکا ہی بہت باندھ اب کمر

ہر دم لگا ہوا ہی یہاں موت کا خطر
تو بھی مسافرا نہ ذرا دم لے بیٹھکر
ذی احتشام و صاحب فرمان و اہلِ زر
حسرت کا بار لیکے سبھوں نے کیا سفر
دم میں صدا یہی تجھے دینے یہ ہی گجر

گذری جوانی پیری ہوئی آشکار ہی
اب جیت پچھلی رات کا کیا اعتبار ہی

طاقت جواب دے گئی باقی رہی نہ تاب — ہوتی ہے فرطِ ضعف سے مٹی دلا خراب
وہ حسن کیا ہوا کہاں جاتا رہا شباب — ایامِ زیست ڈھل گئے چوں زرد آفتاب
رنگِ سپید کا ہے جوانی یہ کیا عتاب — موئے سیہ کو اب ہے ہوئی حاجتِ خضاب
آنکھیں نہ غم سے کیونکہ رہیں اپنی آب آب — بحرِ جہاں میں جسم بھی ہے صورتِ حباب
وہ جوششِ طبع اب نظر آتا ہے مثلِ خواب — ہر ایک عضوِ تن کی طرف سے ہے یہ جواب

گذری جوانی پیری ہوئی آشکار ہے
اب جیت پچھلی رات کا کیا اعتبار ہے

کھوتا ہے کس کی سیر میں تو عمرِ بے بقا — ہے باغِ دہر یا کہ دلا وادیِ فنا
رہتا نہیں ہمیشہ یہاں کا ہے گل کھلا — سرسبز یہ چمن نہیں رہتا ہے دائما
صرصر کے ظلم کا اسے ہر دم ہے دغدغا — بے برگ یہاں کا رہتا ہے ہر نخلِ مدعا
کانٹا ہے ایک دامنِ گل میں یہاں لگا — داغ اس چمن کے لالہ کے دل میں سدا رہا
کبتک بہارِ زیست کی کھائیگا تو ہوا — ہشیار ہو کہ وقتِ سحر کہتی ہے صبا

گذری جوانی پیری ہوئی آشکار ہے
اب جیت پچھلی رات کا کیا اعتبار ہے

ہر دم ہے بارگاہِ الٰہی میں یہ سوال — غفارِ عاصیاں ہے تو یا رب ذوالجلال
غم سے ہے ہر گھڑی دلِ مضطر کا غیر حال — دم میں گذرتے عمر کے ہیں اپنے ماہ و سال
کوئی نہ کارِ خیر ہوا اسکا ہے ملال — ایامِ زندگی ہوئے سب صرفِ قیل و قال

افسوس ہے کہ جان اجل لیگی جب نکال
جس دم کتابِ زیست میں کرتا ہوں میں خیال

رہنا جہاں میں جسم کا بھی ہو گا اب محال
آئی منفعل نکلتا ہے مضمونِ شعرِ فال

گذری جوانی پیری ہوئی آشکار ہے
اب چیت پچھلی رات کا کیا اعتبار ہے

ترکیب بند مثل ترجیع بند کے ہوتا ہی فرق ہی تو اتنا کہ ترجیع بند میں ہر خانہ کے بعد ایک ہی مطلع پھر پھر آتا ہی مگر ترکیب بند میں ہر خانہ کے بعد جدے جدے مطلع آتے ہیں*

ترکیب بند

بہاریہ

وزیر

ہوا ہی اُس کی بفیضِ طبیبِ ابرِ بہار
چمن میں دیدۂ نرگس تلک نہیں بیمار

رہا چمن میں نہ آزار دیدۂ بلبل کو
پلایا جامِ گل تر نے شربتِ دیدار

وفورِ عیش سے بزمِ نشاط ہی گلشن
کلی جو چٹکی تو آئی صدائے نغمۂ تار

عجب نہیں ہے پروانہ ہو یہ طوطی
نہالِ شمع تلک سبز ہو کے لائے بار

یہ فیضِ بادِ بہاری ریاضِ دہر میں ہی
سبز وہیں پر گل سنگ سے جو نکلے شرار

گماں غلط ہی کہ بارِ ثمر سے ہو گئے خم
جھکے ہیں شکر کے سجدہ کو باغ میں اشجار

چمن میں نامِ خدا ہی ہجومِ گل ایسا
جگہ نہیں جو کرے عندلیب منقار

ہجومِ لالہ و گل آن قدر شدہ است وزیر
نماند جائے کہ بلبل کشد ز سینہ صفیر

یہی بہار کا اب حکم ہی گلستاں پر
کہ سایۂ گلِ تر بھی ہو مثلِ گلِ احمر

نہ رہنے پائے ذرا داغ دل میں لالہ کے	لگائیں مرہم کافور یاسمن لیکر
رہے چمن میں نہ بیمار آج نرگس بھی	بغیر لطف پریشاں نہووے سنبل تر
خدا کے فضل سے صحت ہوئی ہی آج اسے	ہزار گلشن عالم فدا کروں جس پر
صبا سے کہدو کہ آب برگ گل کا فرش کرے	چمن کے سیر کو آئیگا آج وہ گل تر
رہیں قرینہ سے مرغان باغ ہر جانب	نہ کوئی آئے ادھر اور نہ کوئی جائے ادھر
ہر اک نثار کرے آج مال و زر اپنا	یہاں تلک نہ رہے مشت غنچہ میں بھی زر

چو بیند آن قد و قامت چنان شود دلشاد
بسان بندہ کند سرو را چمن آزاد

ترے بہار کرم سے ہر ایک ہی زر دار	بھرے چمن نے گل اشرفی سے جیب و کنار
نرا وہ حکم وہ ثروت ہی تو اگر چاہے	ہر اک فقیر کا گھر اسطرح سے ہو تیار
بجاے آب ہو آب گہر کا صرف اسمیں	خریدیں سونے کی اینٹیں بنائیں گھر معمار
ضعیف ایسے قوی ہیں ترے زمانہ میں	الجھ کے چاک کرے خار دامن کہسار
جو دیکھے تری تلوار مارے ہے دریا	تو اپنے پوست سے بھاگے نکل کے صورت مار
دعا یہ میری ہی مثل خضر ہو عمر تری	کبھی نہو تو مسیحا کی طرح سے بیمار
سوا ترے کرم و لطف کے یہاں اپنا	نہ کوئی یار نہ مونس نہ کوئی ہی غمخوار

فتادہ ام بدرت ای سپہر جود و کرم
برائے نام وزیرم ولے فقیر توام

مستزاد اُوپر کی دس قسموں میں سے کسی طرح کی نظم جسکے ہر ایک مصرع یا بیت کے آخر میں کوئی ایسا فقرہ بڑھایا جاتا جو لفظوں میں اُسکے وزن سے ملتا یعنی مصرع کے اوّل اور آخر رکن † کے برابر ہو اور معنی میں بھی اُسکے مطلب سے میل کھاتا ہو۔ اِس طرح کے فقرے کبھی دو بھی بڑھائے جاتے ہیں *

---

† رکن کی تعریف اور مثال فصلِ عروض میں دیکھو *

* اُس فقرہ کی بابت اکثر لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ زائد بھی ایسا ہو کہ وہ مصرع اور بیت جسکے ساتھ وہ لگایا جاتا اُسکا معنی میں محتاج بھی نہو یعنی کہ اگر وہ فقرہ نہو تو وہ مصرع اور بیت اپنے معنی میں پوری ہو مگر اُردو کے کئی شاعروں کے کلام میں یہ بات پائی نہیں جاتی اب اِس بات کی قید باقی نہیں رہی اور مناسب بھی یوں ہی تھا *

مستزاد

دنیا کی چاہ مین آدمی اللہ کو نہ بھولے

رباعی — سودا

دنیا کی طلب میں دیں کھو کر سب بیٹھے | ہو کر گمراہ
کرنا نہ تھا جو کام ہیں سو کر بیٹھے | اے عقل تباہ
ہے عارضی خانہ جسم خاکی سودا | بیشبہہ و شک
سو مالک ہے اُسکے آپ ہو کر بیٹھے | سبحان اللہ

امیر فقیر کو حقیر نہ جانے

قطعہ — کمال

مت خاک نشینوں کیطرف دیکھہ تو منعم | با چشم حقارت
چاہے ابھی اک آن میں کر دے مرا لولا | رائی کو بھی پربت
کھینو نہ کمال اب تو ہوس کچھہ بھی جہانکی | راضی برضا ہو
لے دست طمع کھینچ کے دیا نوں کو پھیلا | در گوشۂ عزلت

صاف صاف بیان کی جاے جیسے (بارہ سَو بہتر) - اِسکو تاریخ صُوری کہتے ہیں +

دُوسرے یہ کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر اُس واقعہ اور حال کے مناسب ایسا کہا جاے جسکے حرفوں سے بحساب جُمَل اُسوقت کے سنہ یا سمت کی تعداد نکل آئے - اِسکو تاریخ معنوی کہتے ہیں اور اُس لفظ یا فقرہ وغیرہ کو مادہ تاریخ +

حساب جُمَل یا حساب ابجد یہ ہی کہ عبرانی حرفوں کی ترتیب اور طرح پر عربی کے اٹھائیس حرفوں کو بھی حسب شرح ذیل ترتیب دیا ہی جن میں سے پہلے نو حروف کو ایک سے لیکر نو تک اُحاد یعنی اکائیاں قرار دیا ہی اور اُنکے بعد کے نو حرفوں کو دس سے لیکر نوّے تک عُشرات یعنی دہائیاں اور اُنکے بعد کے نو حرفونکو سَو سے لیکر نو سَو تک مآت یعنی سینکڑے اور سب سے آخر کے حرف کو ایکہزار مانا ہی - اور اِن حرفونکو ترتیب یاد رکھنے کے لیئے اِس طرح آٹھ لفظوں میں منقسم کیا ہی

ابجد	ہوز	حطی	کلمن
۱-۲-۳-۴	۵-۶-۷	۸-۹-۱۰	۲۰-۳۰-۴۰-۵۰
سعفص	**قرشت**	**ثخذ**	**ضظغ**
۶۰-۷۰-۸۰-۹۰	۱۰۰-۲۰۰-۳۰۰-۴۰۰	۵۰۰-۶۰۰-۷۰۰	۸۰۰-۹۰۰-۱۰۰۰

+ فارسی اور ہندی کے خاص حروف اُنکے ہم شکل حرفوں کے ساتھ اس طرح برابر گنے جاتے ہیں

پ = ب ژ = ز ٹ = ت

چ = ج گ = ک

ڈ = د ڑ = ر

غرضکہ شاعر مادۂ تاریخ ایسا تجویز کرتے ہیں جسکا مطلب اُس حال کے مناسب ہوتا ہی اور اُسکے حروف ملفوظی کے عدد جوڑنے سے اُس واقعہ کے سنہ پورے نکل آتے ہیں۔ مثلاً کوئی لڑکا جو ۱۲۸۵ ہجری میں پیدا ہوا اُسکا تاریخی نام **مظہر علی** رکھا گیا۔ یا کوئی ۱۲۸۵ میں مرا تو **غم** مادۂ تاریخ کہا

۴۰+۱۰۰۰ ۴۰+۹۰۰+۵+۲۰۰+۷۰+۳۰+۱۰

+ یعنی جسقدر اور جس صورت کے حرف لکھے جاتے ہیں اُتنے ہی اور وہی شمار میں آتے ہیں۔ یہ جو حرف پڑھنے میں تو آتے مگر لکھے نہیں جاتے یا صورت کے خلاف دوسری طرح پڑھے جاتے اُنکا اعتبار اور شمار مادۂ تاریخ میں نہیں ہوتا۔ مثلاً خوان و خواہش و تو و خود وغیرہ لفظوں کے واو اور کہ بیانیہ و کہ امیہ کی ہے اور معالم التنزیل کے الف لام کے اعداد شمار میں آتے ہیں۔ اسیطرح صلوٰۃ و زکوٰۃ کی واو اگرچہ الف پڑھی جاتی اور اُنکی ہے تے پڑھی جاتی مگر تاریخ میں واو اور ہے کے ہی عدد شمار میں آتے ہیں۔ اسیطرح علیٰ اور حتیٰ اور تعالیٰ وغیرہ کی یے اگرچہ الف پڑھی جاتی ہی مگر عدد اُسکے یے کے ہی لیئے جاتے ہیں +

حرفِ مشدد کو بھی ایسا ہی سمجھو کہ رسم خط میں وہ ایک ہی حرف لکھا جاتا ہی جیسے مکرّم اور معظّم میں ایک ہی رے اور ظا کے عدد لیئے جاتے۔ مگر لفظ اللہ میں دو لام کے عدد اسلیئے شمار ہوتے ہیں کہ نسخ کے رسم خط میں دو لام جدا جدا لکھے جاتے ہیں +

الف ممدودہ ایک ہی الف گنا جاتا ہی آیات اور آب میں کہ مد لکھا جاتا ہی مگر وہ کوئی حرف نہیں ہی +

ہمزہ اگر کسی مرکز پر ہو جیسے کوئی اور کھوئی وغیرہ تو اُسکو الف کے برابر سمجھا جاتا ہی اور اگر تنہا ہو جیسے انشاء اللہ تعالیٰ تو بعضے اُسکا عدد ایک شمار کرتے ہیں اور بعضے نہیں +

کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مادۂ تاریخ مناسب حال شاعر کے ہاتھ آتا ہی مگر اُسکے
عدد اُس سنہ کے عددوں سے گھٹتے ہیں تو کوئی اور لفظ ایسا تلاش کرکے
شعر میں لاتے ہیں جسکے کسی حرف کا پورا عدد یا اُسکا کوئی حصّہ اُس کمی کو پورا
کردیتا ہی اُسکی طرف اشارہ ضرور کیا جاتا ہی مگر اُس خوبی کے ساتھہ کہ وہ لفظ
بھی مناسب اُس حال کے ہو اور اشارہ بھی بہت پوشیدہ - جیسے اگر خوشی کی
تاریخ ہو اور اُسمیں دو کم ہوتے ہیں تو بسر بشارت کہتے اور غمی ہو اور ایک
کم ہوتا ہو سر آہ وغیرہ کے ملانے کا اشارہ کرتے ہیں - اِسکو تعمیہ اور تدخلہ
کہتے ہیں +

اور کبھی مادۂ تاریخ کے عدد اُس سنہ کے عددوں سے زیادہ ہوتے ہیں تو
اُسی طور اشارہ کرکے زائد عددوں کو خارج کرتے ہیں - مثلاً اگر مادۂ تاریخ میں
چھہ زائد ہوں تو بے بدکھکر کم کریں - اِسکو تخرجہ کہتے ہیں + +

+ تعمیہ آحاد تک کا جائز ہی - عشرات کا عیب سے خالی نہیں - مآت کا بہت معیوب +

+ تخرجہ عشرات تک کا معیوب نہیں +

تاریخیں

شادی کدخدائی

غالب

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی ۔ ہوا بزمِ طرب میں رقصِ ناہید
کہا غالب سے تاریخ اسکی کیا ہے ۔ تو بولا انشراحِ جشنِ جمشید

ایضاً

جوہر

بنے راجہ بہاری لال نوشہ جشن عشرت ہے ۔ بہادر کو مرے شادی مبارک ہو مبارک ہو
کہا یہ مصرعِ برجستہ تاریخ جوہر نے ۔ الٰہی خانہ آبادی مبارک ہو مبارک ہو

ولادت

رند

الٰہی چلی کیا نسیمِ بہاری ۔ جو ہر غنچۂ دل شگفتہ ہوا آج
چمن ڈھونڈھتے ہیں چہکتے ہیں بلبل ۔ جو گلبن تھا پژمردہ تازا ہوا آج
زرِ اشرفی کا چلن اسقدر ہے ۔ گلِ یاسمن تک سنہرا ہوا آج
ملا خلعتِ فاخرہ ہر شجر کو ۔ جسے دیکھیے ہے وہ نکھرا ہوا آج
سبب مجھ پہ کھلتا نہیں کچھ ابھی تک ۔ یہ ساماں کیا بار الٰہا ہوا آج

یکایک یہ مژدہ دیا خرمی نے — تو غمگیں ہی کیوں نہ بیٹھا ہوا آج

چل اُٹھ جلد دربار جا نذر لیکر — کہ اسبابِ عشرت مہیّا ہوا آج

مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہی — شہنشاہِ عالم کے بیٹا ہوا آج

اُسی کے تو یُمنِ قدم کا ہی باعث — جو رنگِ زمانہ ہی بدلا ہوا آج

لکھ اک قطعہ تاریخ کا تہنیت میں — جو مقصود ہی تیرے دل کا ہوا آج

یہ سنکر پے فکرِ سالِ ولادت — مَیں آمادہ جان سے سراپا ہوا آج

سرِ دل سے ہاتف نے فوراً صدا دی
خوش اقبال و مسعود پیدا ہوا آج

ایضاً

مومن

دختِ روشن وہاں ہوئی پیدا — کیا ہی چمکا ہی اخترِ مومن

نال کٹنے کے ساتھ ہاتف نے — کہی تاریخ مہر دخترِ مومن

وفاتِ شاہ عبدالعزیز صاحب محدثِ دہلوی

انتخابِ نسخۂ دیں مولوی عبدالعزیز — بیعدیل و بے نظیر و بیمثال و بیمثیل

جانبِ ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے — آگیا تھا کیا کہیں مُرِدو نکے ایماں میں خلل

ہی ستم اے چرخ تو کسکو یہاں سے لیگیا — کیا کیا یہ ظلم تو نے بیکسوں پر اے اجل

کیا کس و ناکس یہ تھا صدمہ کیا جسدم وقت دفن — ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل

مجلس درد آفرینِ تعزیت میں بھی تھا
دستِ بیدادِ اجل سے بیسروپا ہو گئے
جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ اگر بے بدل
فخرِ دیں فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

قلندر بخش جرأت تخلص

ناسخ

جب میاں جرأت کا باغ دہر سے
گلشنِ فردوس کو جانا ہوا
مصرعِ تاریخ ناسخ نے لکھا
ہائے ہندوستان کا شاعر موا
سنہ ۱۲۲۵

شیخ امام بخش ناسخ

رشک

اٹھا مرگِ ناسخ کا غل چار سو سے
گیا لطف تحقیق کا گفتگو سے
کہا رشک نے مصرعِ سالِ رحلت
دلا شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے
سنہ ۱۲۵۴ھ

مرزا رفیع الدین سودا

آہ مرزا رفیع دنیا سے
جا کے جنت میں جب مقیم ہوا
دردِ فرقت سے اُسکے مثلِ قلم
اہلِ معنی کا دل دو نیم ہوا
سالِ تاریخ کی تھی مجکو تلاش
کیونکہ بس حادثہ عظیم ہوا
اِسمیں پیرِ خرد نے از سرِ ہوش
یہ کہا اب سخن یتیم ہوا

عباس مرزا

رند

جبکہ عباس میرزا مرحوم
ہوا بزمِ جہاں سے ناپیدا
دی ندا غیب سے یہ ہاتف نے
آج داغِ جگر ہوا پیدا
سنہ ۱۲۶۱ھ

میر گھسیٹا

ناسخ

جب میر گھسیٹا مر گئے ہائے — ہر ایک نے اپنے مونہہ کو پیٹا
ہاتف نے کہی یہ اُسکی تاریخ — افسوس کہ موت نے گھسیٹا
سنہ ۱۲۳۵ھ

گوہر

جوہر

وائے اس غمِ محرم کو — سیزدہ سالہ اُٹھ گئی گوہر
جوہر اس غم سے یہ کہو تاریخ — بحرِ رحمت میں اب ملی گوہر
سنہ ۱۲۶۱ھ

ایک طوطے کے مرنے میں

میاں مٹھو جو ذاکرِ حق تھے — رات دن نام حق رٹا کرتے
گربہ موت نے جو آ دابا — مضطرب ہو کے اور گھبرا کے
جو بخ میں وا بکر سر کلھیا — کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے
سنہ ۱۲۵۱ھ

شفا

اسیر

ہزار شکر کہ نواب کو ہوئی صحت — ہر ایک دورِ بلا ہو گئی شفا پائی
کہا میں نے بہ نذر مصرعِ تاریخ — دعائے خلق دوا ہو گئی شفا پائی
سنہ

تقرر عہدہ

جوہر

اس عہدہ پہ اک دوست ہوئے ہیں مامور — جوہر لکھو کہ بخشے سلطاں نور
سنہ ۱۲۷۱ھ

تعمیر و بنائے مدرسہ سہسوان

سحر

در عہدِ حکمرانیِ میکل امجہ صاحب — ہے جسکی ذات باعثِ عز و وقارِ علم

اِسکول سہسوان میں تعمیر جب ہوا | ہی جو کہ اس نواح میں گویا مدارِ علم
ازروے وصفِ سحر یہ ہاتف کی ندا | کیا خوب ہی یہ مدرسہ دار القرار علم
سنہ ۱۸۶۱ع

سبیل

رند

بانی وہ کربلا میں ہوا ہی سبیل کا | قادر علی جو خان ذوی الاحترام ہی
مقبول کیوں نہ ساقیٔ کوثر کریں اُسے | دل سے پسندِ طبعِ شہِ تشنہ کام ہی
شیریں ہی اُسکے آب کی کیونکر بیاں ہو | ہر آبخورہ پانی کا شربت کا جام ہی
آیا خیال سے کیجیے تاریخ اُسکی نظم | شاعر ہوں میں بھی نہ یہی میرا کام ہی
ہاتف پکارا کرکے سرِ جانِ زار دو | پانی پیو سبیل کا نذرِ امام ہی
سنہ ۱۲۶۵ھ

ایضًا

ناسخ

نوشیروانِ عصر ابو الفتح شاہِ ہند | مقبولِ بارگاہِ شہِ مشرقین ہی
رکھوائی ہی سبیل تو تاریخ یہ ہوئی | آبِ سبیل نذرِ جنابِ حسین ہی
سنہ ۱۲۵۵ھ

ایضًا

مومن

جہاں میں سے پئے چارۂ تشنگی | نہیں کوئی بھی اس سے بہتر سبیل
یہی سال ہی اے تفضل حسین | جو سب کہتے ہیں سب تشنہ پر وزر سبیل

تسبیح خانہ

ناسخ

زہے عالی بنائے خسروانہ | عبادتخانہ تسبیح خانہ
شہنشاہِ جہاں بانی ہوا ہی | فلک ہو کیوں نہ اُسکا آستانہ

ابو الفتح معز الدین غازی — یہ از نوشیرواں شاہِ زمانہ
نجوم ہی تسبیح میں شمسہ وہی شمس — نجومِ آسمانی جا بے دانہ
یہی تاریخ مسعود بنا ہی — جلیلِ پاک ہی تسبیح خانہ
سنہ ۱۲۵۳ھ

باغ

رند

وزیر ہند دستورِ معظّم — کہ قاصر مدح میں جسکی قلم ہی
کریم با مروت جسکی ہی ذات — وہ بحرِ جود ہی ابرِ کرم ہی
بنایا ہی مبارک باغ اُسنے — بہارِ باغ ہستی جس سے کم ہی
کہا دل نے کہ اس گلشن کی تاریخ — یہی مفتاحِ قفلِ رنج و غم ہی
یہہ سُنکر فکر کی میں نے جو اے رند — ندا ہاتف نے دی باغِ ارم ہی
سنہ ۱۲۵۹ھ

تصنیف و تالیف یا طبع کتاب

دیوان غالب

طالب

کیا ہی دیوان چھپا غالب کا — دیکھہ کر سبنے کہا خوب ہی یہ
بسکہ ہر ایک کو مرغوب ہوا — ٹھہری تاریخ کہ مرغوب ہی یہ
سنہ ۱۲۷۸ھ

دیوان شگرف

عیش

چھپا دیوان نسیم موجدِ طرزِ فصاحت کا — کہ جو سکے غیرتِ فردوسی و سعدی و خاقانی
ہر اک مصرعِ غزل کا سرو گلزارِ معانی ہی — بہارِ طبعِ رنگیں سے خجل گلہائے بستانی

نئے مضموں نئے معنی نئی بندش نئے لفظیں | سراپا ہر غزل تصویر ہی کہتا ہی یہ مانی
حروفِ معجمہ میں عیش نے تاریخ یوں لکھی | چھپا کیا ہی کلامِ دلکشِ اُستادِ لاثانی

سنہ ۱۲۸۵ھ

ایضاً

ملال

ہوا طبع دیوان اُستاد کا | جسے کہتے ہیں اہلِ فن مستند
لکھو سال تاریخ تم اے ملال | چھپا دفترِ بے مثالِ ابد

سنہ ۱۲۸۵ھ

ایضاً

نیّر

واہ کیا خوب یہ چھپا دیوان | جس سے روشن ہوا چراغ نسیم
طبع کا سال اِسکے اے نیّر | کہیے دیواں ہی یا کہ باغِ نسیم

سنہ ۱۲۸۵ھ

کلیاتِ شاہ تراب

نطق

ہوا انجامِ طبعِ دیواں خوب | قابلِ دید و انتخاب ہی یہ
حق سے راز و نیاز ہی اسمیں | صوفیوں میں عجب کتاب ہی یہ
گویا دیوان خواجہ حافظ کا | ریختہ میں رستم جواب ہی یہ
فکرِ تاریخِ طبعِ دیواں میں | نطق کیوں تجکو پیچ و تاب ہی یہ
بس ملک کہتے ہیں زروی ادب | وارداتِ دلِ تراب ہی یہ

سنہ ۱۲۸۰ھ

دیوان سحر موسوم بسحر سامری

شاکر

ناظمِ دیوانِ موجودات کی تائید سے | کیا ہی اس دیواں نے رنگِ طبع کھلایا ہی خوب

خامۂ جادو زبان نے شاکر اسکا سالِ طبع ۔۔۔ یوں لکھا دیوانِ سحر سا مری چھاپا ہی خوب
سنہ ۱۲۸۵ھ

معیار البلاغت

سحر

ختم کی اس سالہ کے تاریخ ۔۔۔ خامہ بردا شتہ لکھی فی الحال
عیسوی صوری معنوی ہجری ۔۔۔ اِک ھزار آٹھ سو چھیا سٹھہ سال
سنہ ۱۸۶۶ع ۔۔۔ سنہ ۱۲۸۱ھ

دیوانِ مومن

جوش

جب چھپا کلّیاتِ مومن خاں ۔۔۔ ہوئے اہلِ سخن بہت شاداں
جوش کہہ اختتامِ طبع کے سال ۔۔۔ چھپ چکا کلّیات مومن خاں
سنہ [illegible]ھ

دیوانِ جراٗت

تسلیم

ہوا جب منطبع دیوانِ جراٗت ۔۔۔ کہا اِک دوست نے چھاپا ہی کیسا
جواب اِسکو دیا تاریخ میں یہ ۔۔۔ کہ دیکھو خوب چھاپا خوب چھاپا
سنہ ۱۲۸۵ھ

ھدیۂ انظار

عیش

کہانی خوب اچھی نظم کی ہی ۔۔۔ کم ایسی مثنوی عالم میں ہو گی
لکھو تاریخ اِسکی عیش یوں تم ۔۔۔ عجائب ہدیۂ انظار چھاپی
سنہ ۱۸۶۵ع

آرائش محفل

حیدری

اس قصۂ پُر لطف کے اتمام کی تاریخ ۔۔۔ میں دل میں سمجھتا تھا نہایت ہی یہ مشکل
کر دور سر یاس کہا پیر خرد نے ۔۔۔ کیونکر نہ کہیں ہم اِسے آرائش محفل
سنہ ۱۲۳۲ھ

کلیاتِ ناسخ

خوش وضع چھپا کلامِ ناسخ
ہر سمت سے مشتری ہیں جویاں
ہاتف نے کہی ولی یہ تاریخ
چھاپے یہ بے نظیر دیوان
سنہ ۱۲۷۹ھ

ولی

فسانۂ عجائب

کہاں اب منشیِ عالی ہمم ایسا زمانہ میں
کہ بخشش کا ہی جسکے ہر طرف مشہور افسانا
اجازت ہی کہ افسانہ چھپے اب بار سوم بھی
ملے ہر صاحبِ خواہش کو ایسا ہو کہ ہر گانہ
چھپا وہ اور ہوا تاریخ کا ارشاد مجکو بھی
لکھا اب تیسری باری چھپا مقبول افسانا

نسیم

دیوان اسیر

مہرِ سپہرِ معنی استادِ فن سخنور
مثلِ اسیر کوئی دیکھا نہ عیش ہمنے
دیوان چھپا جو انکا تو سالِ طبع خوش ہو
کہا بے نظیر چھپا یہ دیوان لکھا قلم نے
سنہ ۱۲۹۲ھ

عیش

ایضاً

چھپا بمطبعِ عالیِ منشی نہی شاں
ہمارے حضرتِ استاد اسیر کا دیوان
اسد نے سالِ مسیحی کہا بشوقِ تمام
کہ بے نظیر ہی استاد بے نظیر کلام
سنہ ۱۲۷۰ھ

اس

دفترِ فصاحت

ہی مطلعِ خورشید کا ہر شعر نظیر
ہی ہر مصرع میں ماہِ نو کی تنویر
ای بحر یہ سالِ طبع لکھا میں نے
ہی نسخۂ برگزیدہ دیوانِ وزیر
سنہ ۱۲۷۳ھ

بح

ایضاً

دیوان بابلاغت مضامیں ہو چکا مطبوع آج ۔۔۔ ہر سخنور مثلِ بلبل ہی ثناخوانِ وزیر
کلکِ شاخِ گل سے تاریخ ای بیخود لکھو ۔۔۔ بیخزاں گلزارِ زیبا ہی یہ دیوانِ وزیر

سنہ ۱۲۶۳ھ

ایضاً فصلی سال میں

صد شکر وہ کلامِ بلیغ آج چھپ چکا ۔۔۔ رطب اللساں ہیں جسکی صفت میں گدا و شاہ
ایسے بندھے ہیں اسمیں مضامین نور کے ۔۔۔ کرتے ہیں کسبِ نور سدا جن سے مہر و ماہ
ہوں آشنائے بحرِ سخن غوطہ زن اگر ۔۔۔ پرسوں نہ آبِ گوہرِ مضموں کی پائیں تھاہ
مضموں ہر اک شہنشہِ اقلیمِ نظم ہی ۔۔۔ کیوں ہو نہ روحِ خسرو شاہی سے باج خواہ
باندھی ہوا یہ فیضِ بہارِ کلام نے ۔۔۔ اُڑتے ہیں ہوش بادِ صبا مثلِ برگِ کاہ
کہتے ہیں اسکو سحر بیانی کہ وقتِ دید ۔۔۔ سب بے اختیار کہتے ہیں حاسد بھی واہ واہ
خوشحرف کسقدر ہی یہ دیوانِ دلفریب ۔۔۔ جو دائرہ ہی یوسفِ دل کے لیئے ہی چاہ
پُر نور اسقدر ہیں نقاطِ حروفِ شعر ۔۔۔ ہوتا ہی سبکو عقدِ ثریا کا اشتباہ
صفحوں پہ خط عیاں نہیں ہیں السطور کے ۔۔۔ گویا یہ ہی قلمروِ معنی کی شاہراہ
بیخود لکھو گے اسکی صفت تم کہاں تلک ۔۔۔ فصلی کا سال خوبیِ دیوان یہ ہی گواہ
فردوسی دے رہا ہی لبِ گور سے صدا ۔۔۔ ہی رشکِ شاہنامہ کلامِ وزیر واہ

سنہ ۱۲۶۳ فصلی

ایضاً عیسوی سال میں

چھپا ہی وہ دیوان بے مثل آج ۔۔۔ سند جانتے ہیں سخنور جسے

نہایت ہی مطبوع یہ نظم ہی
عجب کیا جو صفحہ پہ دل سے کھچے

مضامیں کی ہیں بندشیں صاف صاف
کہ قصرِ سخن میں ہیں نصب آئینے

نقوشِ معانی تو دلکش نہیں
یہ تعویذِ حُب کے ہیں گویا لکھے

وہ تاثیر اِس نقشِ مضموں میں ہی
پڑھے کلمہ حاسد اگر دیکھ لے

مسیحی میں بیخود یہ لکھے بطبع
عجب نقشِ تسخیر چھاپے گئے

سنہ ١٨٥٦ء

ایضاً سمّت میں

بیخود

کیا خوب چھپی نظم جنابِ استاد
کحلِ بصرِ خلق ہوا جسکا سواد

خوش قطع ہر اِک حرف ہی ایسا اِسکا
اِک قطعۂ دلکش ہی یہ دیواں گویا

اِس رنگ کی ہر حرف نے پائی ہی نشست
دی خامۂ یاقوت رقم خاں کو شکست

اِس حُسن کا دیواں نظر آیا جس دم
دل نے کہا سمّت میں کرو سال رقم

ناگاہ سُنی ہاتفِ غیبی کی صدا
یہ خوب ہی دفترِ فصاحت چھاپا

سمت ١٩١٣ بکرماجیت

تیرہویں فصل
مرثیوں میں

مرثیہ وہ اشعار کہلاتے ہیں جن میں کسی شخص کی وفات یا شہادت کا حال اور اُسکے رنج و غم کا بیان کیا جاتا ہی۔ اب اکثر اُنھیں اشعار کو کہتے ہیں جن میں امام حسن اور امام حسین کی شہادت اور اہل بیت کی مصیبت اور کربلا کے واقعات و حادثات غم انگیز کا بیان کیا جاتا ہی چاہے کسی قسم کی نظم میں ہو۔

اگر وہ بیان رباعی یا قطعہ یا غزل یا قصیدہ کی طرز پر ہوتا ہی تو اُسکو مجرا اور سلام کہتے ہیں اور التزام اسکا بھی کیا جاتا ہی کہ مطلع یا اول شعر میں لفظ مجرا یا سلام یا مجرائی یا سلامی کا ضرور لاتے ہیں۔ اور اگر مستزاد کی وضع پر ہو تو اُسکو اکثر نوحہ کہتے ہیں۔ اور مسمط یا ترجیع بند یا ترکیب بند کے طور پر ہو تو اُسے مرثیہ کہتے ہیں۔

✣ چونکہ مضامین مرثیوں کے عام لوگوں کے لیئے مفید نہیں اسلیئے ایک ہی مثال پر اکتفا کی گئی

سلام

چرخ پر ماہِ محرم جب نمایاں ہو گیا
ای سلامی ہر ستارہ چشمِ گریاں ہو گیا

گردِ صحرا آ کی پڑی جب چہرۂ شبیر پر
مثلِ مہ ابرِ غباری میں وہ پنہاں ہو گیا

کچھ خوشی اپنی رہائی کی نہ تھی سجاد کو
غم یہی تھا خانۂ زنجیر ویراں ہو گیا

اسقدر عبّاس نے کھائے تھے زخمِ تیغ و تیر
دم میں وہ گل سا بدن رشکِ گلستاں ہو گیا

زینب و کلثوم نے سر سے ردائیں پھینک دیں
چاک جب صبحِ شہادت کا گریباں ہو گیا

حضرتِ مسلم نے کوفہ سے یہ نامہ میں لکھا
دوست ہم سمجھے تھے جسکو دشمنِ جاں ہو گیا

یک قلم کٹ کر گرے جب نونہالانِ حسین
عاقبت باغِ امامت صاف میداں ہو گیا

مرثیہ

انیس

گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں — ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُوں کہ الحذر وہ حرارت کہ الاماں — رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں

آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

وہ لُوں وہ آفتاب کی حدت وہ تاب و تب — کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب — خیمے جو تھے حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب

اُڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار — اک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل نہ لہکتا تھا سبزہ زار — کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخِ باردار

گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تا بہ شام — مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام — پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام

سُرخی اُڑی تھی پھول سے سبزی گیاہ سے
پانی کنوئیں میں اُترا تھا سایہ کی چاہ سے

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے　　آہو نہ موہنہ نکالتے تھے سبزہ زار سے

آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے　　گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر

بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں　　انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں

موہنہ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں　　تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبوں پہ جاں

پانی تھا آگ گرمیِ روزِ حساب تھی

ماہی جو سیخ آب تک آئی کباب تھی

آبِ رواں سے موہنہ نہ اُٹھاتے تھے جانور　　جنگل میں اُڑتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر

مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر　　خسخانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں

پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں